

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تو ہی مجھے مل جائے

حصہ اوّل

مرتب

الفقیر الی اللہ تعالیٰ

بلقیس اظہر

جماعت عائشہؓ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

توہی مجھ مل جائے

حصہ اول

مرتب:

الفقیر الی اللہ تعالیٰ

بلقیس اظہر

جماعت عائشہؓ

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
4	توہی مجھ مل جائے	1
5	توحید-----اللہ کی شان	2
6	ایمانیات	3
6	☆ ایمان کی اساس	
7	☆ ایمان کی استقامت (حدیث قدسی)	
8	لوازِ نجات (سورہ العصر)	4
10	بنی اسرائیل یا سلسلہ انبیائے کرام علیہ السلام	5
13	☆ شجرہ نسب	
14	پاکیزگی کے اسرار اور حکمتیں	6
15	سورہ الضحیٰ کی اہمیت و فضیلت	7
16	پردہ	8
17	ہمارا مقام	9
18	خدمتِ خلق (محبت الہی کی عملی راہ)	10
21	تعلیمات قرآنی (حقوق اللہ اور حقوق العباد)	11
23	اذان کی ابتداء	12
25	تقویٰ	13
26	نماز باجماعت	14
27	نماز کے چند مسائل	15
27	☆ وضو، تحشیہ الوضو، خشک ایڑیوں کا عذاب، موزوں پر مسح	
28	☆ فضائل وضو	
29	☆ تیمم (پانی نہ ہونے کی صورت میں)، وضو کے بعد کی دعا، غسل، سجدہ سہو	
30	☆ امام کے پیچھے مقتدی کی نماز، امام کی اقتداء، صفوں کی ترتیب	
31	☆ صفوں میں مل کر کھڑا ہونے کا حکم، سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم، آیت الکرسی، عورت کی امامت	
32	☆ مسافر کی نماز (قصر نماز)، بیٹھ کر نماز، کرسی پر نماز	
33	☆ ”مسبوق“ یعنی جماعت میں بعد میں شامل ہونے والا	
34	نقلی عبادات	16
37	زبان کی حفاظت	17
39	مسواک (ایک اہم سنت)	18

19	موسیقی کی حرمت	41
20	سود کی حرمت	44
21	شراب کی حرمت	46
22	کائنات کی سب سے بڑی سچائی (دین اسلام)	49
23	عالم ارواح، عالم دنیا اور عالم حشر	53
24	خلفائے راشدین	58
25	حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ	61
26	فدیے اور کفارے	62
27	غیبت	64
	☆ منافقت	65
28	کلمات کفر	66
29	آسان زندگی	69
30	مہلت کا اختتام	71
31	وصیت	73
	☆ ہدیہ کرنے کا طریقہ	74
32	عیادت (پیار پرسی) بیماری میں دعائیں اور جنازے میں شرکت	75
33	میت پر نوحہ	76
34	غسل میت	77
35	کفن	80
	☆ مرنے کے بعد کسی کو پڑھ کر بخشنے کا طریقہ	81
36	تعزیت	82
37	کی محمد خاتم النبیین ﷺ سے وفا تو ہم تیرے ہیں	84
38	حیاء	85
39	عذاب قبر	86

تو ہی مجھے مل جائے

میں نور کے تڑکے میں جس وقت اٹھا سو کر
اللہ کی رحمت کے دروازے کھلے پائے

آتی تھی صدا پیہم جو مانگنے والا ہو
ہاتھ اپنے عقیدت سے آگے میرے پھیلانے

جو رزق کا طالب ہو میں رزق اسے دوں گا
جو طالب جنت ہو جنت کی طلب لائے

جس جس کو گناہوں سے بخشش کی تمنا ہو
وہ اپنے گناہوں کی کثرت سے نہ گھبرائے

وہ مائل توبہ ہو میں مائل بخشش ہوں
میں رحم سے بخشوں گا وہ شرم سے پچھتائے

یہ سن کے ہوئے جاری آنکھوں سے میری آنسوؤں
قسمت ہے محبت میں رونا جسے آجائے

آقائے گدا پرور سائل ہوں تیرے در پر
میں اور تو کیا مانگوں؟ تو ہی مجھے مل جائے

توحید

توحید کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو عبادت اور اطاعت میں یکتا اور بے نیاز سمجھنا توحید ہے۔ جیسا کہ سورہ اخلاص میں فرمان الہی ہے:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴿١﴾ اللَّهُ الصَّمَدُ ﴿٢﴾ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ﴿٣﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ﴿٤﴾

ترجمہ: ”کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے (کسی کا محتاج نہیں)۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور کوئی اس کا ہمسر (اس جیسا) نہیں۔“

توحید کی اقسام: توحید کی تین اقسام ہیں:

- 1- توحید ربوبیت
- 2- توحید الوہیت
- 3- توحید اسماء و صفات

1- توحید ربوبیت: اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ خالق اور رازق ہے۔ اس دنیا کو چلانے والا ہے۔ مارنے والا اور زندگی دینے والا ہے۔ نفع اور نقصان پہنچانے والا ہے۔

2- توحید الوہیت: عبادت میں صرف اللہ تعالیٰ کو معبود تسلیم کرنا۔

3- توحید اسماء و صفات: اللہ تعالیٰ کے وہ تمام اسماء الحسنیٰ اور صفات اعلیٰ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے قرآن کریم اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ نے اس کے لیے احادیث مبارکہ میں ذکر فرمایا انہیں تسلیم کرنا اور یہ کہ اللہ جیسا کوئی نہیں۔ وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اللہ کی شان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے سنا، آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ ”ایک بندے نے بہت گناہ کئے اور کہا: ”اے میرے رب! میں تیرا ہی گنہگار بندہ ہوں تو مجھے بخش دے۔“ اللہ رب العزت نے فرمایا: ”میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ضرور ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور گناہ کی وجہ سے سزا بھی دیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔“ پھر بندہ رکراہا جتنا اللہ نے چاہا اور پھر اس نے گناہ کیا اور عرض کیا: ”میرے رب! میں نے دوبارہ گناہ کر لیا، اسے بھی بخش دے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا رب ضرور ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے بدلے میں سزا بھی دیتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔“ پھر جب تک اللہ نے چاہا بندہ گناہ سے رکراہا اور پھر اس نے گناہ کیا اور اللہ کے حضور میں عرض کیا: ”اے میرے رب! میں نے گناہ پھر کر لیا ہے تو مجھے بخش دے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ضرور ہے جو گناہ معاف کرتا اور نہ اس کی وجہ سے سزا بھی دیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ تین مرتبہ، پس اب جو چاہے عمل کرے۔“ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 7507)

ایمانیات

ایمان کسے کہتے ہیں؟

حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ اپنے رب کے پاس سے جو کچھ لائے ان سب کو حق جاننے اور سچے دل سے ماننے کو ایمان کہتے ہیں۔

ایمان کے بیان کی قسمیں:- ایمان کے بیان کی دو قسمیں ہیں اور وہ یہ ہیں:

1- ایمان مجمل

2- ایمان مفصل

1- ایمان مجمل:-

ایمان کے اجمالی (یعنی مختصر) بیان کو ایمان مجمل کہتے ہیں۔ ایمان مجمل یہ ہے:

أَمَنْتُ بِاللَّهِ كَمَا هُوَ بِأَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ وَقَبْلَتْ جَمِيعَ أَحْكَامِهِ أَفْرَارًا بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيقًا بِالْقَلْبِ

ترجمہ: ”میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفوں کے ساتھ ہے۔ اور میں نے اس کے تمام احکام قبول کئے زبان سے اقرار کرتے ہوئے اور دل سے تصدیق کرتے ہوئے۔“

2- ایمان مفصل:-

ایمان کے تفصیلی بیان کو ایمان مفصل کہتے ہیں۔ ایمان مفصل یہ ہے:

أَمَنْتُ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدَرِ خَيْرٍ هُوَ شَرٌّ هَمِّنَ اللَّهُ تَعَالَى وَالْبُعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

ترجمہ: ”میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ کی طرف سے ہے اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر۔“

ایمان کی اساس (بنیاد):-

ایمان کی اساس (بنیاد) محبت پر رکھی گئی ہے۔ اللہ سے محبت، اللہ کے رسولوں سے محبت، اللہ کے بندوں سے محبت۔

آخر یہ محبت ہے کیا؟

محبت اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ہے۔ یہ تجلی ایسی ذات سے آتی ہے جس کے لیے سب ممکن ہے۔ ناممکن کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے سے محبت کرنے والوں کو ان کی صلاحیت کے مطابق خدمتیں سپرد کرتا ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کو جو توحید سے یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے تائید سے یاد کرتے ہیں۔

جو خدمت سے یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نعمت سے یاد کرتے ہیں۔

جو خوف سے یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں امان سے یاد کرتے ہیں۔

اور جو اس کو محبت سے یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قرب سے یاد کرتے ہیں۔

لیکن جس نے محبت کا دعویٰ کیا اسے آزمایا جاتا ہے۔۔۔۔۔ اس کا امتحان ہوتا ہے۔ اس لئے جو اللہ تعالیٰ سے خوف کی بنا پر اس سے اس کا فضل و کرم چاہتے ہیں وہ کبھی بھی دعویٰ محبت نہیں کرتے۔

انسان پستی پر ہے۔ اس کی منزل بلندیوں پر ہے۔ ان بلندیوں تک پہنچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اتباع رسول (خاتم النبیین ﷺ) ضروری ہے۔

ایمان کی استقامت (حدیث قدسی):-

حدیث قدسی ہے "لا اله الا الله میرا قلعہ ہے جو اس کے اندر داخل ہو گیا میرے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا"۔ (ابن عساکر - شیخ

صندوق، التوحید، 1389 ق، ص 25)

حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ نے اس حدیث قدسی کی تشریح اس طرح فرمائی ہے:

قلعے کی تین قسمیں ہیں: (1) ظاہر (2) باطن (3) حقیقت

1- قلعہ ظاہر:-

قلعہ ظاہر یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے خوف زدہ نہ ہو اور کسی سے کوئی امید نہ رکھے۔ اگر تمام دنیا کے لوگ بھی اس کے دشمن ہو جائیں۔ تو اس بات سے خائف نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ حق تعالیٰ کے حکم کے بغیر نفع و ضرر اور خیر و شر کا ظہور نہیں ہوتا۔

2- قلعہ باطن:-

قلعہ باطن یہ ہے کہ بندے کو یقین ہونا چاہیے کہ موت سے پہلے جو کچھ پیش آتا ہے۔ وہ بالکل عارضی اور فانی ہے۔ دنیا کی کسی بھی شے کو ثبات نہیں ہے۔ اس لیے اس کے وجود کی ہستی یا نیستی قابل التفات نہیں۔

3- قلعہ حقیقت:-

قلعہ حقیقت یہ ہے کہ دل میں نہ بہشت کی آرزو ہو اور نہ ہی دوزخ کا خوف۔ صرف اللہ ہی اللہ ہو۔ جب دل میں یہ سچائی راسخ ہو جاتی ہے تو بہشت خود بخود پیچھے چلی آتی ہے۔

جب بندہ اس کلمے پر ایمان لائے تو اس ایمان پر آخری سانس تک قائم رہے اور شک و شبہ کے بجائے رغبت، محبت اور معرفت کے ساتھ دل میں یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اکیلا اور اپنی صفات میں یگانہ ہے۔ وہ تمام صفات کمالیہ کا حامل ہے وہ اپنے اسمائے صفات اور افعال کے لحاظ سے قدیم ہے۔ وہ اوہام اور افہام کے ادراک سے بالاتر ہے۔ اس کی ذات اور صفات میں چوں چوں کر ناجائز نہیں۔ نہ وہ خود کسی سے مشابہ ہے اور نہ کوئی اس سے۔ تمام پیغمبر اسی کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اور حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ تمام انبیاء کرام علیہ السلام کے سردار ہیں اور افضل ہیں۔ جو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ٹھیک خواہ یہ باتیں ہماری عقل میں آئیں یا نہ آئیں۔ کیونکہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو مانا۔ اس کی کیفیت اور اسباب معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ایمان کی صحت کی علامت ہے کہ اگر بندہ کوئی نیک عمل کرے تو اسے خوشی محسوس ہو اور اگر کوئی برا کام کرے تو اسے رنج ہو۔ بندے کے ایمان کی استقامت یہ ہے کہ وہ علم کے بجائے ذوق حال کی بنا پر اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کو محبوب رکھے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ترجمہ: ”سب سے افضل ذکر لا اله الا الله ہے۔“ (ترمذی)

نیز فرمایا کہ ترجمہ: ”جس شخص نے پورے اخلاص کے ساتھ لا اله الا الله کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔“ (طبرانی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لوازم نجات (سورہ العصر)

قرآن پاک کی 114 سورتوں میں سے کوئی سورت بھی ایک یا دو آیات کی نہیں ہے۔ کم از کم آیات تین ہیں۔

اور قرآن پاک کی تین ہی سورتیں ایسی ہیں جو تین تین آیات پر مشتمل ہیں۔

1- سورہ العصر 2- سورہ الکواثر 3- سورہ النصر (تین سورتیں)

سورہ العصر قرآن پاک کی آسان ترین، مختصر ترین اور جامع ترین سورہ ہے۔

وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصُوا بِالْحَقِّ وَتَوَّصُوا بِالصَّبْرِ

ترجمہ: "زمانے کی قسم! زمانہ گواہ ہے تمام انسان ہلاکت سے دوچار ہونے والے ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو حق بات کی تاکید کی اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کی۔"

قرآن پاک میں سورہ اخلاص ہمیں توحید کا سبق دیتی ہے۔ سورہ فاتحہ قرآن پاک کا فلسفہ بیان کرتی ہے۔ لیکن قرآن پاک کا اصل موضوع کیا ہے؟

قرآن پاک صرف فلسفہ کی کتاب نہیں ہے، یہ صرف توحید کی کتاب نہیں ہے، یہ کتاب ہدایت ہے۔ "ہدی الناس" "ہدی للمتقین" راہ ہدایت ہے۔ سورہ فاتحہ میں جب ہم نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں کہ "اھدنا الصراط المستقیم"۔۔۔ وہ صراط مستقیم کیا ہے؟ وہ راہ ہدایت صراط مستقیم ہے۔ اور سورہ العصر راہ ہدایت کے لئے جامع ترین سورہ ہے۔ ایک چھوٹی سی سورہ ہونے کے باوجود اس نے صراط مستقیم کے سنگ ہائے میل کو اس طریقے سے اپنے اندر سمو لیا ہے کہ اس کی عظمت کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

ترجمہ: "قرآن مجید میں اگر اس سورہ "سورہ العصر" کے علاوہ کچھ نازل نہ ہوتا تب بھی یہ لوگوں کے لئے کافی تھی۔"

"عصر" سے مراد تیزی سے گزرنے والا زمانہ، تیزی سے ختم ہونے والا زمانہ جیسے جھکڑ آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔

ایک خاص بات یہ ہے کہ اس سورہ کی تین آیات میں سے جو مرکزی آیت ہے وہی اس سورت کی جان ہے۔ یعنی إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ۔۔۔ یقیناً تمام انسان خسارے میں ہیں۔ تو إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ۔۔۔ انسان خسارے میں ہیں۔ انسان بڑی تباہی سے دوچار ہونے والے ہیں۔ انسان تباہ ہونے والے ہیں۔

زمانے کی گواہی کیا ہے؟

پوری انسانی تاریخ زمانے کی گواہی ہے۔ زمانے نے سب کچھ دیکھا ہے۔ سورہ الاعراف میں ہم دیکھتے ہیں تخلیق آدم کا ذکر ہوا، پھر قیامت کا، اس کے بعد جنت والے، دوزخ والے کا ذکر ہوا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کا، حضرت صالح علیہ السلام کا، حضرت لوط علیہ السلام کا، حضرت شعیب علیہ السلام کا اور پھر بڑی تفصیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر۔۔۔ یہ سب تاریخ ہے۔ یہ زمانہ ان تمام چیزوں کی گواہی دے رہا ہے کہ یہ تہذیبی ابھری، پھر چھا گئیں دنیا میں، پھر ختم ہو گئیں اور یہ سارا عروج و زوال زمانے نے اپنی آنکھوں سے دیکھا یہ زمانہ چشم دید گواہ ہے۔

تیسری آیت مبارکہ کے مطابق کامیاب کون لوگ ہیں؟

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصُوا بِالْحَقِّ وَتَوَّصُوا بِالصَّبْرِ

اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کی۔

یعنی کامیابی کا تعلق۔۔۔ "ایمان"، "عمل صالح"، "تواصو بالحق" اور "تواصو بالصبر" سے ہے۔ یہ چار کام انسان کو کامیاب بنائیں گے۔ یہ چاروں کام کم از کم کامیابی کی شرائط ہیں۔۔۔ اگر انداز یہ ہوتا زمانہ گواہ ہے وہ لوگ بہت اونچے مراتب حاصل کر لیں گے جنہوں نے یہ شرطیں پوری کر دیں۔۔۔ تو ایک امکان تھا کہ اگر یہ چاروں شرائط پوری نہ ہوں تو بھی کم درجے کی کامیابی تو حاصل ہو ہی جائے گی۔ بہت اونچے مراتب نہ سہی نچلے درجے کے مراتب تک تو رسائی کا امکان ہے۔ یہ انداز نہیں ہے۔

انداز یہ ہے کہ جو یہ چار شرائط پوری کرے گا اسے پاس مارکس مل جائیں گے۔ یہ فرسٹ ڈویژن، سیکنڈ ڈویژن کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ یہ بنیادی طور پر کامیابی کے لوازم ہیں۔ نجات کے لوازم۔۔۔ ورنہ ناکامی ہے۔۔۔ خسارہ ہے۔

"تواصو بالحق اور تواصو بالصبر" کیا ہے:- چھوٹے سے چھوٹا حق بھی ہے اور بڑے سے بڑا حق بھی ہے۔ چھوٹی برائی پر منع کرنا چھوٹا حق ہے۔ کسی نے کسی کے 100 روپے یا 500 روپے دیئے ہیں وہ نہیں دے رہا۔ اس سے کہنا کہ "بھائی اس کے پیسے واپس کر دو"۔ یہ بھی تواصو بالحق ہے۔ بچے گلی میں کھیل رہے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ کسی گاڑی کا شیشہ توڑ دیں گے ہمیں چاہئے کہ ان کو اس بات سے خبردار کریں منع کریں۔ "بیٹے یہ کھیلنے کا میدان نہیں کہیں میدان میں جا کر کھیلو۔ ان گاڑیوں میں سے کسی گاڑی کا شیشہ ٹوٹ جائے گا۔ بری بات ہے" وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی تواصو بالحق ہے۔

سب سے بڑا حق --- جہنم سے لوگوں کو بچانا، اللہ کے قانون کا نفاذ کرنا اور کرنا ہے۔ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے یہاں اللہ کا حکم ہی چلے گا۔ اس کا حکم ہی چلنا چاہیے۔ یہ بھی تواصو بالحق ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ زمین سے آسمان تک تواصو بالحق ہے۔ چھوٹا حق بھی ہے اور بڑا حق بھی ہے۔ گویا اس میں تمام منزلیں آگئیں۔

"تواصو بالحق" ذرا کڑوا ہوتا ہے۔ ہم بچوں سے کہیں گے بیٹا یہاں نہ کھیلو ہو سکتا ہے کہ اس میں سے کوئی بچہ یا سب ہی کہیں آپ اپنا راستہ لیں آپ کون ہوتے ہیں منع کرنے والے؟ --- اگر کہا بھائی اس کے پیسے واپس کر دو۔ وہ کہے گا آپ کون؟ یہ میرا اور فلاں کا معاملہ ہے۔ آپ اپنے کام سے کام رکھیں۔ جوانی کا رروائی ہو سکتی ہے۔ تو صبر کرنا ہے اور مخالفین کی باتوں کو برداشت کرنا ہے۔ یعنی مخالفین کی باتوں کو برداشت کرنا تواصو بالصبر ہے۔

اب بڑے حق کی بات دیکھتے ہیں:

کلمہ اللہ کو بلند کرنے کے لئے، دین کی استقامت کے لئے بڑی کوشش کرنی ہوتی ہے۔ کوئی بھی فرعون، کوئی بھی نمرود یہ نہیں چاہے گا کہ حق کا بول بالا ہو، اللہ کا دین قائم ہو جائے اور ہماری بادشاہتیں ختم ہو جائیں۔ تو لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو برداشت کرتے رہنا ہی تواصو بالصبر ہے۔

اس کے لئے سورہ آل عمران، آیت نمبر 200 میں فرمان الہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَبِرُوا وَاصْبِرُوا وَابْتَغُوا - وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

ترجمہ: "اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دوسروں کا جو آپ کے مد مقابل ہیں (جو دشمن ہیں) ان کا مقابلہ کرو (یعنی ان سے زیادہ صبر کرو) تاکہ تم فلاں کو پہنچو۔"

ہمارے ہاں اللہ تعالیٰ کی صفت غفاری اور رحیمی کا بہت حوالہ دیا جاتا ہے۔ --- "رب بہت غفور رحیم ہے"۔

یہ ضرور ہے کہ محض اعمال کی بنیاد پر کسی کی نجات نہیں ہوگی۔ اللہ کی رحمت کی ضرورت ہوگی۔ لیکن بغیر عمل کے تو وہ رحمت ہمیں ملنے والی نہیں ہے۔ محنت کر کے اپنے آپ کو اس کا مستحق کرنا ہے۔ پھر وہ رحمت خداوندی ہماری دستگیری کرے گی۔ قرآن حکیم میں جہاں کہیں غفور رحیم آیا ہے وہاں پہلے کچھ شرائط بیان کی گئیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کن کے لیے غفور رحیم ہے؟

یاد رکھیں! اگر ہماری صفات ہماری ذات سے نکل کر معاشرے میں سرایت نہیں کر رہیں۔ یعنی دعوت الی الخیر، دعوت الی سبیل اللہ، امر بالمعروف نہی عن المنکر، حق کی حمایت، حق کی حمیت، حق کا بول بالا کرنے میں تن من دھن لگا دینے کا مرحلہ نہیں آیا تو گویا عمل صالحہ بھی دھوکہ ہیں، فریب ہیں، حقیقت نہیں ہیں۔

عام ذہنوں میں یہ بات ہوتی ہے کہ یہ تبلیغ تو ہمارا کام ہی نہیں ہے۔ یہ تو مولویوں اور علماء مبلغین کا کام ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "تم میں سے ہر شخص راعی (گنہبان) ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا (یعنی ماتحت لوگوں) کے متعلق پوچھا جائے گا"۔ (بخاری و مسلم)

تو ایمان، عمل صالح، تواصو بالحق، تواصو بالصبر سے کامیابی حاصل ہوگی۔ یہ دولت، اقتدار، جائیداد، سرمایہ سے نہیں حاصل ہو سکتی۔

یہ چاروں چیزیں کم سے کم لوازم نجات ہیں۔ ان میں سے کسی کو چھوڑ دینے کا حق ہمیں حاصل نہیں ہے۔

"زمانے کی قسم! (زمانہ گواہ ہے) تمام انسان ہلاکت سے دوچار ہونے والے ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو حق بات کی تاکید کی اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کی"۔

(صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ)

بنی اسرائیل یا سلسلہ انبیائے کرام علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جو پیغمبر دنیا میں آئے جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے وہ حضرت نوحؑ تھے۔ حضرت نوحؑ نے 900 برس تک تبلیغ کی لیکن ان کی قوم نے دین حق کو نہ مانا سوائے چند افراد کے اور کسی نے دین حق کو قبول نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا اور جب وہ اور ان کے ساتھی کشتی پر سوار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا اور زمین نے پانی اگلا اور تمام لوگ اس پانی میں ڈوب کر مر گئے، کشتی نوح علیہ السلام جودی پہاڑ پر جا کر رُکی جو عراق میں ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق میں پیدا ہوئے، ان لوگوں نے جب ان کا کہنا نہ مانا تو وہ اپنے وطن عرق کو چھوڑ کر ملک شام میں آباد ہو گئے، ان کے دو بیٹے دو بیویوں میں سے تھے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ علیہ السلام سے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت حاجرہ علیہ السلام سے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے جو حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ”اسرائیل“ تھا۔ (”اسرائیل“ عبرانی زبان کا لفظ ہے جو ”اسرا“، یعنی عبد اور ”ایل“، یعنی اللہ کے الفاظ کا مرکب ہے۔ عربی میں اس کے معنی ”عبد اللہ“، یعنی ”اللہ کا بندہ“ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو مسلمان، یہودی اور مسیحی نبی مانتے ہیں۔) اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے 12 بیٹے ہوئے۔ اس طرح بنی اسرائیل 12 بیٹیوں کی اولاد تھی۔ یہ بارہ خاندان بعد میں 12 بڑے بڑے قبیلے بن گئے تھے کیونکہ ہر بیٹا ایک قبیلہ کا مالک تھا، ان تمام بھائیوں کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ بعد میں ان کے بھائیوں میں سے ایک بھائی حضرت یوسف علیہ السلام مصر پہنچ گئے۔ شام سے مصر جانے کی یہ تمام روداد قرآن پاک میں سورۃ یوسف (علیہ السلام) میں موجود ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی بادشاہت مل گئی اور انہوں نے اپنے بھائیوں کو بھی اپنے پاس بلا لیا، حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں ان کے بھائیوں نے مصر میں شاہانہ زندگی گزار لی، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد وہاں کے اصل باشندوں نے بنی اسرائیل پر بے حد ظلم ڈھائے اور ان کو نوکر اور غلام بنالیا۔ اور ان کو کمزور کرنے کے لیے ان کی اولادوں میں سے ان کے لڑکوں کو قتل کرنے اور عورتوں کو زندہ چھوڑنے لگے ظالم اور جابر ہونے کی وجہ سے فرعون کہلائے۔ دس سال تک یہ لوگ لڑکوں کو قتل کرتے رہے کچھ عرصے کے بعد ان لوگوں نے خیال کیا کہ اگر تمام لڑکوں کو مارتے رہیں گے تو غلاموں کی کمی ہو جائے گی۔ اس لیے ان لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک سال پیدا ہونے والے لڑکے مارے اور ایک سال زندہ چھوڑے جائیں، تو جو سال زندہ چھوڑنے کا تھا اس میں بنی اسرائیل میں حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور جو سال لڑکوں کو مارنے کا تھا اس سال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی بچا لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑے ہو کر اپنی قوم کا جو حشر دیکھا تو انہیں بے حد رنج ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ مصر سے تمام بنی اسرائیل کو نکال کر فلسطین میں بسا دیں۔ کیونکہ بنی اسرائیل پر فرعون اور اس کی قوم نے بے حد ظلم توڑ رکھے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بھی فرعون سے بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر نکل جانے کو کہا تو فرعون نہ مانا۔

آخر اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک رات کو دریا عبور کرنے کا حکم دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر دریا کے قلمز پر پہنچے تو دریا نے درمیان سے گزرنے کا راستہ ان کی عصا کی ضرب سے بنادیا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سمیت دریا عبور کر کے کنارے پر پہنچ گئے تھے تو فرعون اور اس کا لشکر بنی اسرائیل کا پیچھا کرتے ہوئے دریا میں اتر آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے دوسرے کنارے پر پہنچتے ہی دریا برابر ہو گیا اور فرعون اپنے تمام لشکر سمیت غرق ہو گیا۔

دریا عبور کرتے ہی بنی اسرائیل نے ایک قوم کو دیکھا جو بت کے سامنے بیٹھی پوجا پاٹ کر رہی تھی اور اسی وقت ان کے دل میں یہ بات آئی کہ ایسا معبود ہمارا بھی ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس بات کا اظہار بھی کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بات پر انہیں کہا کہ ”تم لوگ نہایت ہی ظالم ہو، اللہ کی عنایات دیکھو کہ کس طرح تمہیں بچایا اور فرعونوں کو تمہارے سامنے غرق کیا اور تم اب بھی بت کو معبود بنانا چاہتے ہو“۔ اس وقت تو یہ لوگ چُپ ہو گئے لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بلانے پر تورات اور لوح قرآنی لینے کے لیے کوہ طور پر گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر نگران چھوڑ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل نے تمام زیورات جو ان کے پاس تھے اکٹھے کیے اور ایک سامری سے دھلوائے اور ان سے سونے کا بچھڑا بنایا جس کی نالیاں اس طرح رکھی گئیں کہ جب بچھڑا منہ کھولتا تو اس میں گائے کے بولنے کی آواز نکلتی تھی۔ بنی اسرائیل اس کی پوجا کرنے لگے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو

بے حد غضبناک ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے ان لوگوں کے لیے توبہ کی درخواست کی، تو اُن کی توبہ اس طرح قبول ہوئی کہ جنہوں نے پچھڑے کی پوجا نہیں کی ہے وہ اُن لوگوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیں جنہوں نے پوجا کی تھی۔ اس طرح تمام وہ لوگ جنہوں نے پوجا کی تھی ماریے گئے اور انہوں نے خوشی خوشی قتل ہونا قبول کیا اور باقی لوگوں کے لیے درس عبرت ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر شام لے آئے اور فرمایا کہ یہ تمہارا موروثی ملک ہے، اس پر قبضہ کرو اور چین سے رہو۔ انہوں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام وہاں تو بڑے بڑے زبردست لوگ ہیں "اُن سے تو اور تیرا رب ہی نمٹے" ہم تو بس یہاں بیٹھے ہیں اس نافرمانی کی وجہ سے 40 سال تک جنگوں کی خاک چھانی۔ وہاں پر جو انعامات اللہ نے کیئے وہ یہ ہیں۔

ایک مرتبہ جب جنگل میں سب پیاسے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے پتھر پر عصا مارا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور بنی اسرائیل کے ہر قبیلے نے ایک چشمے پر قبضہ کر لیا۔ دھوپ کی تیزی سے بچنے کے لیے ابر بھیج دیا گیا جودن بھر اُن پر سایہ کیے رہتا۔ کھانے کے لیے من و سلوئی بھیج دیا، سلوئی جو بھینے ہوئے بیڑ تھے اور من موتی چور کے لڈو کی طرح میٹھی چیز تھی جو رات کو اس کیساتھ برستی تھی۔ اور صبح کو یہ اکٹھا کر لیا کرتے تھے۔

یہ لوگ چالیس سال تک صحرائے سینا کی وادی میں خانہ بدوش رہے، بنی اسرائیل بہت جلد ان تمام باتوں کھانے، پینے اور آرام سے گھبرا گئے اور انہوں نے اس بیابان جنگل میں پیاز، لہسن، دالیں اور گہیوں وغیرہ کی فرمائش کی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں "ناشکرے اور بے صبرے" کہا اور انھیں اپنی ہی طبیعت کی کوفت میں مبتلا کر دیا چالیس سال تک بھٹکتے رہے (صحرائے سینا میں) اور جب آوارہ گردی کی مدت ختم ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہو چکا تھا۔ پھر اُن کی درخواست پر انہیں شہر میں بسنے کا حکم ہوا۔ اس شہر کا نام آریحا تھا۔ جو بیت المقدس کے قریب آباد تھا۔ حضرت یوشع علیہ السلام کی قیادت میں انہوں نے آریحا شہر کو آباد کیا پھر شہر میں داخل ہونے کے آداب بتائے گئے حکم ہوا کہ شہر میں عاجزی سے داخل ہونا۔ دروازے میں سے سجدے کرتے ہوئے اور بخشش کی دُعا کرتے ہوئے جانا اس شہر میں جہاں سے چاہو کھانا پینا، رہنا سہنا غفریب اللہ تعالیٰ تمہاری خطائیں معاف کر دے گا۔ کیونکہ اللہ نیکوکاروں کیساتھ ہے۔ اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دے گا" یعنی ابھی تو اس شہر میں داخل ہو جاؤ چال چلن اور عادات ٹھیک رکھو گے تو اور ملک ملیں گے۔ اور چال چلن ٹھیک رکھنے والوں کو آخرت میں بھی جزا ہے لیکن انہوں نے بجائے تواضع اور انکساری اختیار کرنے کے، تکبر اور گستاخی کو اپنا شعار بنایا اور جو کچھ کہنے کو کہا گیا تھا اس کی بجائے منہ سے واپی تباہی کہتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ آخر ان کو سزا ملی اور ان میں سخت طاعون پھیل گیا، آدھے ہی دن میں 70 ہزار افراد مر گئے اور باقی لوگ یہیں پر آباد ہو گئے۔

پھر انہی یہود کے ایک فرقے کی بے باکی، ہٹ دھرمی دیکھیں کہ اللہ نے یہود کو ہفتے کے دن عبادت کرنے کو کہا تھا اور شکار وغیرہ اس دن منع کیا تھا۔ چونکہ آزمائش تھی اس لیے ہفتے کے دن دریا میں مچھلیاں زیادہ آیا کرتیں تھیں۔ اُن لوگوں نے دریا سے نالیاں نکال کر جوڑ بنائے، ہفتے کو یہ مچھلیاں نالیوں سے جوڑ میں آ جاتیں اور توڑ کو یہ لوگ ان کو پکڑ لیتے اور کہتے کہ ہفتے کو نہیں بلکہ اتور کو شکار کیا ہے۔ باقی لوگ یعنی باقی فرقے انہیں منع کرتے تھے۔ لیکن یہ باز نہ آئے، آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس سرکشی پر اُن سب کو بندر بنا دیا۔ اس نافرمانی میں اُن کے گروہ بن گئے تھے، ایک گروہ نافرمان تھا اور باقی گروہ اُن کو منع کرنے والے تھے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان نافرمانی کرنے والوں کو باقی لوگوں نے بہت منع کیا لیکن یہ باز نہ آئے۔ کچھ لوگ تو سمجھا سمجھا کر مایوس ہو گئے اور کچھ لوگ سمجھاتے رہے۔ لیکن یہ سرکشی سے باز نہ آئے تو اللہ نے ان کو بندر بنا دیا، بندر بننے کے بعد بہت چپچپ، لیکن 7 دن اور 8 راتوں میں رورور کر مے گئے۔

بنی اسرائیل اللہ کی لاڈلی قوم تھی۔ بنی اسرائیل پر ذلت اور مسکنت اور غضب و لعنت الہی میں مبتلا کرنے کا فیصلہ اس وقت صادر ہوا جب انہوں نے بدی، ظلم اور حرام خوری کی طرف لپکنا شروع کر دیا۔ ان کی قوم کے لیڈر مصلحت پرستی کے مرض میں گرفتار ہو گئے۔ ان میں گناہوں کو نظر انداز کرنے کی عادت پیدا ہو گئی اور ان میں کوئی گروہ بھی ایسا نہ رہا جو عیب کو عیب کہنے والا ہوتا اور عیب سے روکنے والا ہوتا۔ سورہ مائدہ آیت نمبر 63، 62 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: "تو ان میں سے اکثر کو دیکھتا ہے کہ گناہ اور حدود الہی سے تجاوز اور حرام خوری کی طرف لپکتے ہیں یہ کئی بری حرکتیں کرتے ہیں کیوں نہ ان کے مشائخ اور علماء نے ان کو بری باتیں کرنے اور حرام کے مال کھانے سے منع کیا یہ بہت برا تھا جو وہ کرتے تھے۔"

سورہ المائدہ آیت نمبر 78-79 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: "بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی زبان سے لعنت کروائی گئی۔ اس لیے کہ انہوں نے سرکشی کی اور وہ حد سے گزر جاتے تھے اور ایک دوسرے کو برے افعال سے نہ روکتے تھے"

اس آخری آیت کی تفسیر میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”بنی اسرائیل میں جب بدکاری پھیلنی شروع ہوئی تو یہ حال تھا کہ ایک شخص اپنے بھائی یا دوست یا ہمسایہ کو برا کام کرتے دیکھتا تو اس کو منع کرتا اور کہتا کہ ”اے شخص اللہ سے ڈر اور اس کا خوف کر“ مگر اس کے بعد وہ شخص اس کے ساتھ گھل مل کر بیٹھتا اور یہ بدی کا مشاہدہ اس کو اس بدکار شخص کے ساتھ میل جول اور کھانے پینے میں شرکت کرنے سے نہ روکتا جب ان کا یہ حال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے سب کو ایک رنگ میں رنگ دیا اور ان پر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت کروائی۔

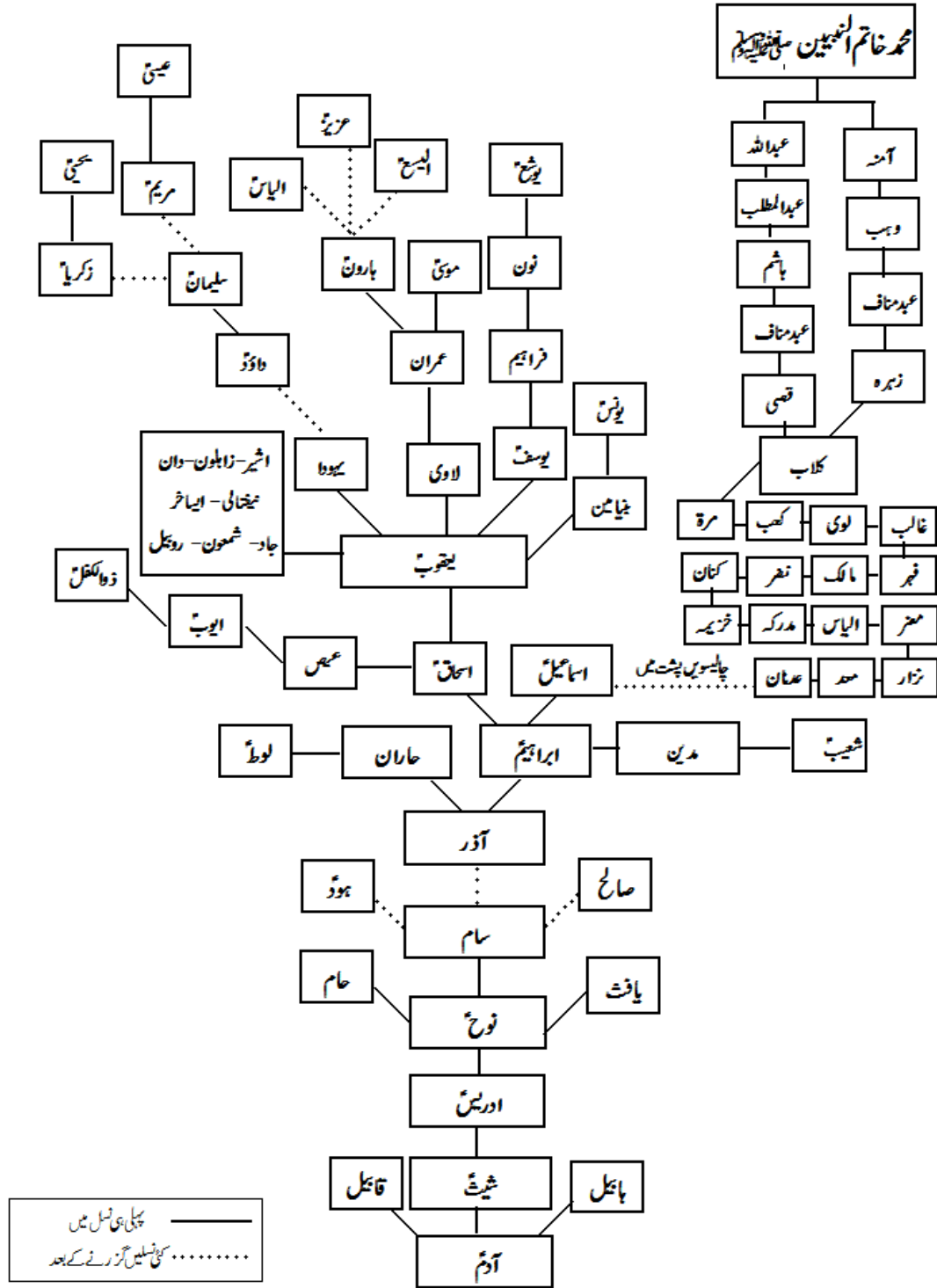
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ جب تقریر کے اس مقام پر پہنچے تو جوش میں آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم پر لازم ہے کہ نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرو جس کسی کا برا فعل دیکھو تو اس کا ہاتھ پکڑ لو اور اسے راہ راست کی طرف موڑ دو اور اس کے ساتھ ہرگز رعایت نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں پر بھی ایک دوسرے کے اثر کو ڈال دے گا اور تم پر بھی اس طرح لعنت کرے گا جس طرح بنی اسرائیل پر کی تھی۔“

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل پر عام لوگوں کو عذاب نہیں دیتا مگر جب وہ اپنے سامنے بدی کو دیکھیں اور قدرت رکھنے کے باوجود بدی کو نہ روکیں تو پھر اللہ تعالیٰ خاص اور عام سب کو مبتلائے عذاب کر دیتا ہے“ (مسلم شریف)

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طرح طرح کے انعامات کیے، فرعون سے نجات دی، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو ان کا نبی بنا کر ہمیشہ ساتھ رکھا، بارہ خاندانوں کے لیے بارہ چشمے پانی کے نکالے صحرائے سینا پر ان کے اوپر ابر (بادل کا سایہ) رکھا تا کہ گرمی کی شدت سے محفوظ رہیں۔ من و سلویٰ اتارا، لیکن یہ نافرمان اور خود سر تھے۔ ان میں سے کچھ فرمانبردار تھے لیکن زیادہ تر نافرمان اور فاسق و فاجر تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں مصر سے نکال کر ارض مقدس میں لا کر آباد کیا لیکن انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء کا کہنا نہ مانا اور پھر طرح طرح کے عذاب اور مصیبتوں میں مبتلا ہوئے جو ان کی شامت اعمال کا نتیجہ تھیں۔

ان میں کچھ فرمانبردار بھی تھے لیکن زیادہ سرکش، ہٹ دھرم اور ضدی تھے۔ ان کی سرکشی کی وجہ سے کبھی ان میں طاعون پھيلا۔ کبھی مینڈکوں کی بارش ہوئی، کبھی چڑیاں ان کو چٹی ایک فرقہ کے لوگوں کو بندر بھی بنا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی ہی طبیعت کی کوفت میں مبتلا کر کے اپنا غضب نازل فرمایا اور پھر اس دنیا میں ذلیل و خوار ہونے کے لیے چھوڑ دیا۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے۔ آمین)

شجرہ نسب



پاکیزگی کے اسرار اور حکمتیں

طہارت کی چار قسمیں ہیں:-

1۔ ظاہر بدن کو نجاستوں سے پاک کرنا

2۔ اعضاء کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک کرنا

3۔ دل کو اخلاق بد اور خصال ناپسندیدہ سے پاک کرنا

4۔ باطن کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا چیزوں سے پاک کرنا

ظاہر بدن کی نجاستوں پر آج کل خاص توجہ دی جاتی ہے اور اس قول پر کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”صفائی نصف ایمان ہے“۔ عام لوگوں نے صرف ظاہری صفائی ہی کو نصف ایمان سمجھ لیا ہے۔ اسلام پر نظر کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ”نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے عہد مبارک میں ہم اشان (صابن) کو نہیں جانتے تھے۔ ہمارے رومال ہمارے پاؤں کے تلوے ہوتے تھے جب کوئی چکنائی کھاتے تو تلووں سے ہاتھ پونچھ لیتے۔“

حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے اہل صفہ کا قول ہے کہ ”ہم بھنا ہوا گوشت کھاتے اور نماز کے لیے تکبیر ہو جاتی تو ہم اپنی انگلیوں کو مٹی سے مل کر جھاڑ لیتے اور نماز میں شامل ہو جاتے“ یعنی یہ لوگ کھانے پینے کے بعد چربی وغیرہ کو دور کرنے کے لیے ہاتھ نہیں دھوتے تھے اور صابن اور مین وغیرہ سے صفائی کو بدعت نو (ایجاد) میں سے جانتے تھے۔ صرف پانی سے ہاتھ دھونا کافی سمجھا جاتا تھا۔ مسجدوں میں نماز زمین پر بغیر کسی فرش، چٹائی یا جائے نماز کے پڑھتے تھے، راستوں میں پیدل چلتے اور جو شخص سوتے وقت یا لیٹتے وقت اپنے نیچے کچھ نہ بچھاتا یعنی صرف فرش پر سوتا، وہ اکابر (بڑے بزرگوں) میں سے شمار کیا جاتا تھا اور استنجا میں ڈھیلوں پر اتکنا کیا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ”رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد تین چیزیں ایجاد ہوئیں:

1۔ چھلنی 2۔ صابن (روز نہانا) 3۔ دسترخوان (پیٹ بھر کر کھانا)۔“

غرض کہ امور ظاہری میں یہ لوگ توجہ نہیں کرتے تھے۔ زمین پر نماز پڑھتے تھے، روٹی جو اور گیہوں کی کھاتے، جو اور گیہوں کو جانور پاؤں سے کھوندا کرتے، اونٹ اور گھوڑوں کے پیسنے سے احتراز نہیں کرتے تھے اور کوئی بھی نجاست کی باریکیوں پر سوال نہیں کرتا تھا۔ اور اب یہ نوبت آگئی ہے کہ رعونت (تکبر) کا نام ستھرائی رکھ لیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ دین کی بنیاد ہے، اپنا اکثر وقت ظاہری صفائی میں خرچ کرتے ہیں۔ حالانکہ باطن کبر و عجب، جہالت، ریا اور نفاق (مناقت) کی آلودگیوں سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ لوگ ان باتوں کو برا نہیں کہتے اور نہ ہی ان میں تعجب کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص استنجا کرنے میں ڈھیلوں کا استعمال کرے یا مسجد میں یا زمین پر ننگے پاؤں چلے یا کسی بے تکلف آدمی کے برتن سے وضو کرے تو اس پر قیامت برپا ہو جاتی ہے۔ سخت برا بھلا اس کو کہا جاتا ہے۔ اس کو ناپاک سمجھتے ہیں، اپنے پاس اس کا بیٹھنا پسند نہیں کرتے اور اس کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ سبحان اللہ! کساری، عاجزی اور شکستہ حالی کو جو جو ایمان ہے ناپاکی کہتے ہیں اور رعونت (تکبر) کو ستھرائی سمجھتے ہیں۔ موجودہ وقت میں بری باتوں کو اچھا کہا جاتا ہے اور اچھی باتوں کو برا جانا جاتا ہے اور دین میں سادگی کی رسم ختم ہوتی جا رہی ہے جیسے دین کی ماہیت اور اس کا علم ختم ہوتا جا رہا ہے۔

ہمارے بزرگوں کا یہ دستور تھا کہ نجاست کو جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے تو اس سے بچتے۔ نجاست کے بارے میں باریک بینی پر غور نہیں کیا کرتے تھے۔ ہاں غور و فکر اور باریکیاں ریا (دکھاوا) اور ظلم کے بارے میں کیا کرتے تھے۔ پہلے لوگوں میں جو استنجا میں جلدی کرتا تھا وہ زیادہ فقہیہ ہوتا تھا تو جو شخص اس میں وسوسہ کرتا تھا وہ اس میں فہم کم ہونے کی نشانی سمجھا جاتا تھا۔ طہارت میں آدمی کا پانی پر حریص ہونا علم کی کمی کی علامت ہے۔ جو شخص صرف ظاہر کے پاک ہونے پر اتکنا کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی بادشاہ کو اپنے گھر بلائے اور گھر کو خس و خاشاک سے آلودہ چھوڑ کر صرف باہر کے دروازے پر چونا پھیر دے (یعنی سفیدی کروادے) تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص مستحق غضب بادشاہ ہوگا۔

طہارت کی چار قسموں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

1۔ ظاہر بدن کو نجاستوں سے پاک رکھنے کے لئے ---- پاک اور صفائی کی ضرورت ہے۔ یہ ظاہری صفائی ہے جس پر آج کل بہت زور دیا جاتا ہے اور صرف اسی کو صفائی سمجھ لیا گیا ہے۔

2- اعضاء کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک کرنے کے لئے۔۔۔۔۔ ہاتھ، زبان، پاؤں اور دل سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور ان اعضاء کو گناہوں سے دور رکھنا ہے۔
3- دل کو اخلاقِ بد اور خصائلِ ناپسندیدہ سے پاک کرنے کے لئے۔۔۔۔۔ صلہ رحمی، نیکی کرنی ہے اور جھوٹ سے اجتناب کرنا ہے۔ جلن، حسد، کینہ، بغض، ہوس، حرص و لالچ سے پرہیز کر کے اپنے دل کو بری خصلتوں سے پاک کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہنا ہے کہ باری تعالیٰ ہمارے دلوں کو بری خصلتوں سے پاک کر دے۔

4- باطن کو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے پاک کرنے کے لئے۔۔۔۔۔ اپنے اندر عاجزی، انکساری، حلیمی، بردباری، تواضع، توکل، صبر و شکر اور درگزر جیسی صفات پیدا کرنی ہیں۔ یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہنا ہے کہ اے اللہ! ہمارے باطن کو اور ہمارے دل و دماغ کو ہر وقت اپنا مطہج اور فرمانبردار بنائے رکھنا۔ ہمیں آخرت کی بہتری اور تیری رضا مطلوب ہے۔ باری تعالیٰ! ہمیں اس سے نوازا۔

یہی اصل طہارت ہے جس سے حکمت الہی کا نزول ہوتا ہے۔ ظاہر کی صفائی بھی ضروری ہے لیکن اصل صفائی تو طہارتِ باطن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنی میں طہارت کے مفہوم سے آگاہی نصیب فرمائے۔ آمین

سورہ والضحیٰ کی اہمیت و فضیلت

حاجت طلب کے لئے سورہ والضحیٰ:۔ کوئی بھی حاجت ہو سورہ والضحیٰ کو پڑھیں۔

1- سورہ والضحیٰ میں 9 "ک" ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک "ک" پر "یا کریم" پڑھنا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس حاجت کو پورا فرمائے گا۔

2- سورہ والضحیٰ کی آیت نمبر 5 کو بار بار پڑھا جائے اول و آخر درود شریف کے ساتھ تو ہر حاجت ضرور پوری ہوگی۔ (ان شاء اللہ)

فضائل سورہ والضحیٰ:۔ اس سورۃ کو anxiety اور depression کی دوا بھی کہا جاتا ہے۔ اس سورۃ کو پڑھنے سے ہمارے دل کی تنگی تحلیل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سورۃ کے آغاز میں دو قسمیں کھاتے ہیں۔

1- وَالصُّحٰی (دن کی روشنی کی قسم ہے۔) 2- وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی (اور رات کی جب وہ چھا جائے۔)

اس سے پتہ چلتا ہے دن کی روشنی اور رات کی تاریکی دونوں کتنی Value رکھتی ہیں۔ زندگی بھی تو ایسے حالات سے گزرتی ہے۔ کبھی روشن کبھی تاریک۔ تو پتہ چلا دونوں ہی برے نہیں ہوتے ہیں۔ دونوں کا آنا لازم ہوتا ہے۔ بات یہ ہے ہمیں یقین ہونا چاہیے۔۔۔ کیا یقین ہونا چاہیے؟ کہ کچھ بھی ہو۔

3- مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی (آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ بیزار ہوا ہے۔)

ہمارا رب نہ ہمیں چھوڑے گا نہ بیزار ہوگا۔ ساری دنیا چھوڑ سکتی ہے رب نہیں چھوڑے گا۔ جب لوگ ہمیں چھوڑ جائیں تو پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ ہمارا رب ہمیں نہیں چھوڑے گا۔

جب ہم دنیا میں خسارے میں جا رہے ہوتے ہیں۔ ہر تعلق آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہوتا ہے۔ تو یاد رکھیں:

4- وَللّٰخِرَةِ خَيْرٌ مِّنَ الْاُولٰی (اور البتہ آخرت آپ کے لیے دنیا سے بہتر ہے۔)

اصل چیز تو آخرت ہے۔ دنیا میں کامیابی نہ بھی ہو، لیکن آخرت پر سمجھوتا (کمپر و مائز) نہیں ہو سکتا ہے۔

ہم کیوں امید کرتے ہیں کہ لوگ ہم سے راضی رہیں؟ ہم کیوں ایسے اعمال نہیں کرتے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ ہم اللہ کے لیے کوشش کریں اللہ تسلی دیتے ہیں۔

5- وَلَسَوْفَ يَغْفِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی (اور آپ کا رب آپ کو (اتنا) دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔)

کیا ہوا جو ساری محنت ضائع ہوگئی؟ کیا ہوا سب نے چھوڑ دیا؟ کیا ہوا مسلسل ناکامی ہے؟ کیا ہوا مسلسل تنگی ہے؟ کیا ہوا کوئی راہ نظر نہیں آتی؟

یاد رکھیں! اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ہمیں بھولے گا نہیں۔ تو پھر کیا غم؟ پھر کیا پریشانی؟ تو مسکرایئے اور ہر دکھ درد اور تکلیف کو اللہ کے سپرد کر دیں۔۔۔ پھر ایک سکون

نازل ہوگا جو ہر چیز سے بے نیاز کر دے گا۔ (ان شاء اللہ)

پردہ

قرآن پاک میں مرد اور عورت دونوں کو بدنگاہی سے بچنے کے لیے اپنی نظریں نیچی رکھنے کا حکم آیا ہے۔

سورہ نور آیت نمبر 30 رکوع 4 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: "(اے نبی خاتم النبیین ﷺ) آپ (خاتم النبیین ﷺ) مسلمان مردوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے۔"

سورہ نور آیت نمبر 31 میں عورتوں کو خطاب کیا گیا ہے:

ترجمہ: "(اے نبی خاتم النبیین ﷺ) آپ مسلمان عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور زینت کے مواقع کو ظاہر نہ کریں۔ مگر جو ان میں سے (غالباً) کھلا رہتا ہے (جس کو ہر وقت چھپانے میں حرج نہیں)۔ اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈال رکھیں اور اپنی زینت (کے مواقع مذکورہ) کو کسی پر ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے (محرموں پر) باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے حقیقی یا علامتی بھائیوں پر یا پھر اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا ان مردوں پر جو کفلی کے طور پر رہتے ہیں (شہوت والے نہ ہوں اور انہیں ذرا توجہ نہ ہو)۔ یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کی پردوں والی باتوں سے ابھی ناواقف ہیں اور اپنے پاؤں زمین پر نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور (مسلمانوں تم سے جو احکام میں کوتاہی ہوگی) تو اللہ تعالیٰ کے سامنے تو بہ کر دنا کہ فلاح پاؤ۔"

نظر اور شرم گاہوں کی حفاظت کا جو حکم مردوں کو ہے وہ وہی عورتوں کو بھی ہے۔ نگاہیں نیچی رکھیں یعنی بد نظری سے بچیں۔ کیونکہ بدکاری کی پہلی سیڑھی بد نظری ہے۔ پہلے نظریں ملتی ہیں۔ پھر دونوں ہم کلام ہوتے ہیں (یہ زبان کا زنا ہوا) اور پھر بات آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ شاید اسی وجہ سے مندرجہ بالا دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں دونوں کو پہلے نگاہ کی حفاظت اور پھر شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے۔ مسلمان عورتوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنے دوپٹوں سے سر کو بھی ڈھانپیں اور اپنے گلوں اور سینوں کو بھی ڈوپٹوں سے ڈھانپیں۔ اس حکم پر صحابی عورتوں نے موٹے کپڑے کی چادریں بنالیں۔

آج کل کی عورتیں سر کو چھپانے کو عیب سمجھنے لگی ہیں ڈوپٹہ اول تو سروں پر لیا ہی نہیں جاتا اگر لیں بھی تو اس قدر باریک ہوتا ہے کہ سر کے بال اور "مواقع حسن و جمال" اس سے چھپ نہیں سکتے اور پردے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ زینت کے مواقع سے مراد گردن، سینہ، کان، سر، ہاتھ اور پنڈلی ہیں۔ ان مواقع پر چونکہ بار، بالیاں یا جھکے، جھومر یا ٹیکہ باز و ہندیا چوڑیاں اور پازیب پہنی جاتی ہیں اس لیے ان کو چھپانا لازمی ہے۔

بدنگاہی کے مضرات اس قدر ہیں کہ بسا اوقات ان سے دین و دنیا دونوں تباہ اور برباد ہو جاتے ہیں۔ عام طور پر لوگ یہ کہتے ہیں کہ پردہ دل کا ہوتا ہے یا اکثر عورتیں یہ کہا کرتی ہیں اپنا دل صاف ہونا چاہیے بس یہی پردہ ہے۔ اب دیکھئے جس امت کو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بہترین امت کہا ہے۔ وہ ہی جب احکامات الہی کی پیروی نہ کرے گی تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے؟ جو لوگ دل صاف اور نظر پاک کا بہانہ کرتے ہیں ان سے پوچھنا چاہے کہ کیا صحابہ کرامؓ اور صحابیہ کرامؓ کے دل پاک اور نظریں صاف نہ تھیں؟ کیا نبی خاتم النبیین ﷺ کی بیبیوں کے لیے پردے کے احکامات آئے تھے؟

اگر ایسا ہی تھا تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے کیوں فرمایا تھا کہ "اے علیؓ پہلی اور اچانک نظر معاف ہے مگر خبردار دوسری نظر مت ڈالنا"۔ (جامع

ترمذی، جلد 2 حدیث نمبر 2777)

کیا ہم لوگوں کی نظریں اور ہم لوگوں کے دل حضرت علیؓ کے دل اور نظر سے زیادہ پاک صاف ہیں؟ یا دیکھیں بدنگاہی کی ظلمت سے قلب کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ اور یہ ظلمت بہت دیر میں دور ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ جب تک بار بار نگاہ کی حفاظت نہ کی جائے باوجود تقاضے کے۔ اس وقت تک دل صاف نہیں ہوتا۔ اگر نگاہ کسی پر پڑ جائے تو فوراً

نیچے کر کے استغفار پڑھا جائے۔ بدنگاہی سے طاعات، ذکر و عبادت سے رفتہ رفتہ رغبت کم ہوتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ترک کی نوبت آ جاتی ہے۔ عبادت و ذکر وغیرہ میں دل ہی نہیں لگتا۔ عورتیں خاص طور پر پردے کا اہتمام کریں۔ اس لیے کہ مردوں کی بدنگاہی کا سبب بھی بنتی ہیں اور خود بھی گناہ گار ہوتی ہیں۔

ایک عورت اگر بے پردہ یا باریک کپڑوں کے ساتھ گھر سے نکلتی ہے اسے ایک آدمی نے دیکھا۔ اب فرض کیا ایک گناہ اس آدمی کا ہوا اور ایک اس عورت کا آدمی آگے بڑھ گیا اب دوسرے آدمی کی نگاہ پڑی۔ ایک گناہ اس دوسرے آدمی کا ہوا اور ایک اس عورت کا۔ یہ آدمی بھی ایک گناہ کے ساتھ آگے بڑھ گیا عورت کے گناہ اب دو ہو گئے۔ اسی طرح بے پردہ عورت جتنی دیر تک بازار میں رہے گی مردوں کی بدنگاہی کا شکار رہے گی لیکن ہر مرد ایک گناہ کے ساتھ چلا جائے گا اور عورت کے گناہ بڑھ بڑھ کر پچاس، ساٹھ تک پہنچ جائیں گے۔ عورت کو یہ اندازہ ہی نہیں ہوگا کہ وہ بازار سے واپسی پر گناہوں کا انبار بھی ساتھ لے کر آئی ہے۔ اور یہ سب کچھ دین سے ناواقفیت اور قرآن وحدیث کے احکامات اور تعلیمات کو پس پشت ڈالنے کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

ہمارا مقام

ہمارا مقام وہی ہے جہاں اللہ نے ہمیں مصروف رکھا ہے۔

اگر ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک ہمارا مقام کیا ہے، تو دیکھو وہ ہمیں کس کام میں مشغول رکھتا ہے:-

- 1- اگر وہ ہمیں اپنے ذکر میں مشغول رکھے تو جان لو کہ وہ ہمیں یاد رکھنا چاہتا ہے۔
 - 2- اگر ہمیں قرآن پاک میں مصروف کرے تو سمجھ لو کہ وہ ہم سے ہمکلام ہونا چاہتا ہے۔
 - 3- اگر ہمیں نیک اعمال میں مصروف کرے تو جان لو کہ وہ ہمیں اپنے قریب کرنا چاہتا ہے۔
 - 4- اگر ہمیں غیر اسلامی طور پر دنیاوی معاملات میں الجھائے تو یہ سمجھو کہ ہمیں دور کر رہا ہے۔
 - 5- اگر ہمیں لوگوں کے معاملات میں مصروف رکھے تو یہ جان لو کہ وہ ہمیں بے وقعت کرنا چاہتا ہے۔
 - 6- اگر دعا میں مشغول کرے تو یقین کرو کہ وہ ہمیں نوازنا چاہتا ہے۔
 - 7- اگر فائدہ مند علم میں مصروف کرے تو وہ چاہتا ہے کہ ہم اس کی معرفت حاصل کرو۔
 - 8- اگر ہمیں جہاد فی سبیل اللہ میں لگائے تو وہ ہمیں اپنے لیے چننا چاہتا ہے۔
 - 9- اگر خدمت خلق اور بھلائی کے کاموں میں مشغول کرے تو جان لو کہ وہ ہمیں اپنی محبت والے کاموں میں لگا رہا ہے۔
 - 10- اور اگر ہمیں غیر ضروری کاموں میں مصروف کرے تو سمجھو کہ ہمیں اپنی محبت سے نکال رہا ہے۔
 - 11- اگر ہمیں دین میں تحریف یا ایسے کاموں میں مشغول رکھے جو اس کی نافرمانی کے ہوں تو جان لو کہ وہ ہمیں اپنی محبت سے محروم کر رہا ہے۔
 - 12- اور اگر ہمیں اپنے بندوں کو تکلیف اور اذیت پہنچانے میں مصروف رہنے دے تو جان لو کہ ہمیں خیر سے محروم کیا جا رہا ہے۔
- تو آئیے اپنے حال پر غور کریں کہ ہم کس کام میں مشغول ہیں کیونکہ ہمارا مقام وہی ہے جہاں اللہ نے ہمیں مصروف رکھا ہے۔ اگر کہیں کچھ محرومی کا اشارہ مل رہا ہو تو خود کو بے وقوف بنانا چھوڑ دیں اور اللہ سے اپنے راستے ہموار کر لیں۔ وہ زبردست سنبھالنے والا ہے۔

خدمتِ خلق (محبت الہی کی عملی راہ)

”خدمتِ خلق“ کے لغوی معنی مخلوق خدا کی خدمت کرنا ہے۔

”خلق“ اللہ کا کلمہ ہے جس سے حسن سلوک دنیا و آخرت میں فلاح کی ضمانت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام میں حقوق العباد پورا کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ صرف مالی مدد کرنا ہی خدمتِ خلق نہیں ہے، بلکہ کسی کی عیادت کرنا، کسی کو ہنر سکھانا، کسی کو تعلیم دینا، کسی کو مفید مشورہ دینا، کسی کے دکھ درد میں شریک ہونا، کسی کے لئے دعا کرنا، چرند پرند کے لیے خوراک کا، پانی کا، سائے کا انتظام کر دینا بھی خدمتِ خلق میں شمار ہوتا ہے اور خدمتِ خلق کے لئے مال خرچ کرنے والوں کو تو اللہ تعالیٰ بے حد پسند فرماتا ہے، ان کے خرچ کو اپنے ذمے قرض حسنہ قرار دیتا ہے اور خرچ کرنے والے کے مال کو کئی گنا بڑھا کر واپس کرتا ہے، اس سے رب تعالیٰ کی خوشنودی کے ساتھ ساتھ انسان کو ذہنی اور قلبی سکون بھی نصیب ہوتا ہے۔

”خدمتِ خلق“ قرآن پاک کی روشنی میں:-

1- سورة البقرہ، آیت نمبر 177 میں فرمان الہی ہے:- ترجمہ: ”نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب کو قبلہ سمجھ کر ان کی طرف منہ کر لو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر، فرشتوں پر، اللہ کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں، مال رشتے داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں اور دستِ سوال دراز کرنے والوں کو دیں اور گردنوں کے چھڑانے میں خرچ کریں، نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جب عہد کر لیں تو اسے پورا کریں، سختی اور تکلیف میں اور جنگ کے وقت میں ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو ایمان میں سچے ہیں اور یہی ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔“

2- سورة البقرہ، آیت نمبر 215 میں فرمان الہی ہے:- ترجمہ: ”اے نبی لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کس طرح کا مال خرچ کریں، کہہ دو کہ جو چاہو خرچ کرو، لیکن جو مال خرچ کرنا چاہو، وہ (درجہ بہ درجہ اہل استحقاق یعنی) ماں باپ کے لئے ہے، رشتے داروں، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہے اور جو بھلائی تم کرو گے اللہ اسے جانتا ہے۔“

3- سورة النساء، آیت نمبر 36 میں فرمان الہی ہے:- ترجمہ: ”اور اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ، قرابت داروں، یتیموں، ناداروں، رشتے داروں، ہمسایوں، اجنبی ہمسایوں، پاس بیٹھنے والوں، مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں، سب کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ بے شک اللہ تکبر کرنے والے، بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔“

4- سورة ایل، آیت نمبر 20-18 میں فرمان الہی ہے:- ترجمہ: ”جو اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے کہ (اپنے جان و مال کی) پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے۔ اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو۔ مگر (وہ) صرف اپنے رب عظیم کی رضا جوئی کے لیے (مال خرچ کر رہا ہے)۔“

”خدمتِ خلق“ احادیث مبارکہ کی روشنی میں:-

1- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ دوسرے پر ظلم کرتا ہے نہ اسے (ذمّین کے) سپرد کرتا ہے جو مسلمان بھائی کی ضرورت میں کام آئے گا اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت میں کام آئے گا اور جو کسی مسلمان کے رنج اور غم کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبت کو دور کر دے گا اور جو کسی مسلمان کے عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب کو چھپائے گا۔“ (بخاری و مسلم)

2- نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسان سے کہے گا: ”اے ابن آدم! میں بیمار پڑا ہا لیکن تو نے میری عیادت نہیں کی۔“ انسان کہے گا: ”تو سارے جہاں کا پروردگار ہے تو کب بیمار تھا اور میں تیری عیادت کیسے کرتا؟“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے لیکن اس کے باوجود تو اس کی مزاج پرسی کے لیے نہیں گیا۔ اگر تو اس کے پاس جاتا تو مجھے وہاں پاتا۔“ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھ سے کھانا نہیں دیا۔“ انسان عرض کرے گا: ”اے رب العالمین! تو کب بھوکا تھا اور میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا؟“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”کیا تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا لیکن تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا۔ اگر تو نے اس کا سوال پورا کیا ہوتا تو آج اس کا ثواب یہاں پاتا۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔“ انسان عرض کرے گا: ”اے دونوں جہاں کے پروردگار! تو کب پیاسا تھا اور میں تجھے کیسے پانی پلاتا؟“

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "فلاں بندے نے تجھ سے پانی طلب کیا لیکن تو نے اس کی پیاس بجھانے سے انکار کر دیا تھا اگر تو نے اس کی پیاس بجھائی ہوتی تو آج اس کا ثواب یہاں پاتا۔" (صحیح مسلم)

3- نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کوئی بندہ اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ (بھلائی) نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔" (صحیح بخاری، سنن ترمذی)

4- نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن رتبے کے لحاظ سے بدترین انسان وہ ہوگا جس کے شر کے ڈر سے لوگ اسے چھوڑیں۔" (صحیح بخاری)

خدمتِ خلق اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہما:-

☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلافت سے پہلے مدینہ کے ایک گھر میں بکریوں کا دودھ دودھ دیا کرتے تھے۔ آپؓ جب خلیفہ بنے تو اس گھر کی ایک کم سن لڑکی کہنے لگی "اب ہماری بکریوں کو کون دوہے گا؟" حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "میں ہی تمہاری بکریاں دوہوں گا۔"

☆ مدینہ کے اطراف میں ایک کمزور نابینا عورت رہتی تھی۔ حضرت عمرؓ اس کے گھر اس کی خدمت گزاری کے لئے جاتے۔ ایک بار انہوں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص ان سے بھی پہلے یہ خدمت سرانجام دے دیتا ہے۔ انہوں نے سوچا کہ "یہ کون شخص ہے جو مجھ سے بھی پہلے کا رثاوب سے بہرہ یاب ہو جاتا ہے؟" کئی دنوں کی جدوجہد کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ یہ حضرت ابوبکرؓ ہیں جو اس ضعیفہ و کمزور کی خدمت کرتے ہیں۔ بے اختیار کہنے لگے "یا خلیفۃ رسول اللہ! قسم ہے، روز آپ ہی سبقت لے جاتے ہیں۔"

☆ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے غلاموں کے نگران سے پوچھا: "کیا غلاموں کو کھانا کھلا دیا ہے؟" اُس نے کہا: "ابھی نہیں۔" فرمانے لگے: "جاؤ انہیں کھانا کھلاؤ۔" کیونکہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ہے کہ آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اُن سے اُن کی خوراک روک لے جن پر وہ اختیار رکھتا ہے۔"

☆ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مدینہ میں قحط پڑ گیا۔ حضرت عثمانؓ کا تجارتی قافلہ سب سے پہلے مدینہ پہنچا۔ اونٹوں کی قطاروں کی قطاریں غلہ سے لدی ہوئی تھیں۔ مدینہ کے کئی تاجر ڈیڑھ گنا سے زیادہ قیمت ادا کر کے بھی وہ مال خریدنے کے خواہشمند تھے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے کہا کہ "مجھے اس سے زیادہ نفع ملتا ہے کیونکہ میرا خدا مجھے ایک درہم کے مقابلہ پر دس درہم کی نوید سناتا ہے۔" پھر آپؓ نے ان تمام اونٹوں پر لدا ہوا مال مدینہ کے غرباء کے لئے وقف کر دیا۔

☆ ایک دن حضرت حسنؓ طواف کر رہے تھے۔ اسی حالت میں ایک شخص نے آپؓ کو اپنی کسی ضرورت کے لئے ساتھ لے جانا چاہا۔ آپؓ طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو گئے اور جب اس کی ضرورت پوری کر کے واپس آئے تو کسی نے اعتراض کیا کہ "آپ طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ کیوں چلے گئے؟" فرمایا "رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا فرمان ہے کہ "جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے اس کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو جانے والے کو ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ اگر پوری نہ بھی ہو تو بھی ایک عمرہ کا ثواب مل جاتا ہے۔ اس لئے میں نے طواف کے بجائے پورے ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب حاصل کیا ہے اور پھر واپس آ کر طواف بھی پورا کر لیا ہے۔"

خدمتِ خلق اور صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ:-

☆ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "مجھے خواب میں ایک کتاب دی گئی جس میں لکھا ہوا تھا کہ جہاں تک ہو سکے، دلوں کو راحت پہنچاؤ، کیونکہ مومن کا دل اسرارِ ربوبیت کا محل ہے۔" اور فرمایا کہ "قیامت کے بازار میں کوئی اسباب اتنا مروج اور قیمتی نہ ہوگا، جتنا دلوں کا راحت پہنچانا۔"

☆ خواجہ معین الدین چشتی کا آستانہ بھی لوگوں کے لیے ہمیشہ پناہ گاہ بنا رہتا تھا اور اس لیے آپؒ فرماتے ہیں: "عاجزوں کی فریادیں، حاجت مندوں کی حاجت روائی، بھوکوں کو کھانا کھلانے سے بڑھ کر کوئی نیک کام نہیں۔" (دلیل العارفین)

خدمتِ خلق کس طرح کریں؟ خدمتِ خلق کے کئی انداز ہیں:

1- ایک تو مالی خدمت، یعنی اپنا مال دوسرے ضرورت مند انسانوں پر خرچ کرنا

2- دوسرا انداز بدنی خدمت کا ہے یعنی اپنے جسم سے ایسے کام انجام دینا جس سے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچتا ہو جیسے کمزور اور بیمار لوگوں کے ایسے کام کرنا جو وہ خود نہیں کر سکتے۔

3- خدمت خلق کا تیسرا انداز اخلاقی اور روحانی خدمت یعنی دوسروں کو برائی سے بچانا اور نیک راستے پر چلانا جہالت کی تاریکی دور کر کے علم کی روشنی سے منور کرنا۔

جسم، ذہن، روح:- ہم جسم کو تندرست رکھنے کے لیے اچھی غذا استعمال کرتے ہیں۔ ورزش کرتے ہیں۔ اپنے ذہن کو تندرست رکھنے کے لیے ہم تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ مطالعہ کرتے ہیں لیکن ہم کیسے مسلمان ہیں کہ ہم اپنی روح کو تندرست رکھنے کے لیے کچھ بھی نہیں کرتے۔ ہم اپنی روح کو ہمیشہ بھولے رہتے ہیں۔ ہمیں ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہمارے جسم اور ہمارے ذہن کی تمام جڑیں ہماری روح میں پیوست ہوتی ہیں اور روحانی عبادت ”خدمت خلق“ ہے اس لئے جہاں ہم اچھی خوراک اور ورزش کو جسمانی عبادت، تعلیم اور مطالعہ کو ذہنی عبادت خیال کرتے ہیں وہاں ہمیں فلاح عامہ کو روحانی عبادت بنانا چاہیے۔ کیونکہ بہترین عبادت انسانوں کی خدمت ہے۔ کوئی ابدال اپنی ابدالی پر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سے نہیں پہنچا۔ خدمت خلق، عاجزی، اخلاق، صلہ رحمی، عفو درگزر، حلیمی، اخلاص اور توکل و قناعت ہی وہ عادتیں ہیں جو ان کو ولایت کے درجے پر لے جاتی ہیں۔ اس لئے صوفیاء کرام کی دو بڑی نشانیاں ہیں۔ یہ زمین کی طرح عاجز اور ہوا کی طرح دستیاب ہوتے ہیں۔

کسی شخص نے ایک غریب شخص کو انتہائی مہلک بیماری میں مبتلا دیکھ کر ایک بزرگ سے سوال کیا ”باباجی! یہ غریب مسکین اور نادار لوگ بیمار کیوں ہوتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ان بے بس لوگوں کا امتحان کیوں لیتا ہے؟“ بزرگ نے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا ”برخودار! اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا امتحان نہیں لیتا۔ وہ تو ان لوگوں کے ذریعہ معاشرے کے ستمند، صاحب ثروت، با اختیار اور با وسیلہ لوگوں کا امتحان لیتا ہے۔ اگر کسی محلے میں کوئی بیمار شخص دو کوترستا ہوا مر جاتا ہے۔ تو اس کی موت اس محلہ کے تمام با وسیلہ، با اختیار اور دولت مند لوگوں کا امتحان ثابت ہوتی ہے اور حشر کے دن ان تمام لوگوں کو اس غفلت اس بے حسی اور اس بخیلی کا جواب دینا ہوگا۔“

اس حقیقت کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہما خوب جانتے تھے کہ ان کی سلطنت کے تمام مساکین، غریب، نادار اور بیمار انسانوں کے ساتھ ساتھ جانور تک ان کی ذمہ داری اور ان کے اقتدار کا امتحان ہیں۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ ”اگر دریاے دجلہ کے کنارے کوئی کتابھی بیاسا مر گیا۔ تو قیامت کے دن اس کا ذمہ دار عمر کوٹھہر یا جائے گا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بھی اس حقیقت سے آگاہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ یہ حضرات اپنے پاس ضرورت کے مطابق رقم رکھتے تھے اور اپنی آمدنی کا باقی حصہ ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ وہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ اگر مرنے کے بعد ان کے گھر میں دولت پائی گئی تو یہ دولت انکی تمام نیکیاں کھا جائے گی۔

اگر ہم مومن کہلاتے ہیں اور اپنے آپ کو مومن سمجھتے ہیں تو ہمیں اپنے آگے پیچھے نظر رکھنی چاہیے۔ اپنی ضروریات کے ساتھ اپنے ساتھ والوں کی ضروریات کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ اطراف کے لوگوں کی حاجات پوری کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے۔

دین سے اگر انسانیت اور خدمت نکال دیں تو صرف عبادت رہ جاتی ہے۔ اور عبادت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس فرشتوں کی پوری فوج موجود ہے۔

یاد رکھیں! عبادت ضائع ہو سکتی ہے لیکن۔۔۔ خدمت خلق نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تعلیمات قرآنی (حقوق اللہ اور حقوق العباد)

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے جو تعلیم دی ہے وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں اتنا اعتدال و توازن رکھتی ہے کہ کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی، حتیٰ کہ قرآنی تعلیم ایک انسان سے لے کر ایک چوٹی تک کا حق ادا کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ قرآن اگر ذریعہ نجات ہے تو سنت نبوی خاتم النبیین ﷺ ذریعہ ہدایت ہے۔ ایمان اپنی فطرت کے مطابق ایک خاص قسم کے اخلاق و عادات اور خصائل کا مطالبہ کرتا ہے اور ایک بندہ مومن کی زندگی میں یہ اخلاق رچا بسا ہونا چاہیے۔

ایمان گویا ایک بیج ہے جو انسان کے دل میں جڑ پکڑتا ہے، تو خُدا ترسی، خُدا پرستی کی عادات و اخلاق اس کی شاخیں، پتے اور ٹہنیاں پیدا کرتا ہے۔ اگر کلمہ گوا انسان میں امانت و دیانت نہیں پائی جاتی اور اس کے ہاتھوں کسی دوسرے انسان کو نقصان پہنچ جاتا ہے، یا اُس کی زبان سے کسی دوسرے کی عزت و آبرو خراب ہوتی ہے تو وہ دو خصلتوں سے خالی نہیں ہوگا، یا تو وہ سچے دل سے ایمان نہیں لایا، یا پھر اُس کا ایمان اتنا کمزور ہے کہ اوپر ہی اُوپر رہا، ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ اور رسول خاتم النبیین ﷺ پر ایمان بھی ہو اور عمل اللہ اور رسول خاتم النبیین ﷺ کے احکامات کے خلاف ہو، پھر یہ دیکھیں کہ ایسا ایمان کس کام کا ہے؟ جس نے زندگی میں کوئی تبدیلی ہی پیدا نہیں کی؟ جیسا اخلاق کلمہ پڑھنے سے پہلے تھا ویسا ہی اخلاق کلمہ پڑھنے کے بعد بھی رہے، یعنی عمل میں فرق نہیں آیا تو نتیجے میں فرق کیسے آئے گا؟ نتیجہ تو عمل کے مطابق ہی ہوگا۔ ایمان گویا ایک روح ہے اور عمل اس کا جسم۔ روح کے بغیر کوئی جسم زندہ نہیں رہ سکتا، اور روح جسم کے بغیر نظر نہیں آسکتی۔

پھر عمل کا محرک یہ جذبہ ہونا چاہیے کہ جو کام بھی کرنا ہے وہ آخرت کی کامیابی اور خُدا کو راضی کرنے کے لیے کرنا ہے، اسی عمل میں برکت اور اسی میں مقبولیت خُداوندی ہوگی۔ یہی قرآن پاک کی تعلیم ہے جس کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنے قول و فعل سے پیش کیا اور ان اخلاق کو اپنانے کی تاکید کی۔

ان احکامات کی ایک جھلک یہ ہے:-

- | | |
|---|--|
| (1) ہر حال میں سچ بولنا جھوٹ سے مکمل پرہیز کرنا | (2) صبر و شکر اختیار کرنا |
| (3) سچ بولنا اور سچائی کی تصدیق کرنا | (4) صدقہ و خیرات کرنا |
| (5) عفو و درگزر سے کام لینا | (6) خُدا پر توکل اور اعتماد کرنا |
| (7) تحمل کرنا | (8) بردباری اختیار کرنا |
| (9) چھچھوڑے پن سے دُور رہنا | (10) استقلال اور جرات سے اپنے موقف پر جمے رہنا |
| (11) عزیزوں، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، غریبوں، محتاجوں اور مسافروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا | (31) قناعت پسند ہونا |
| (21) قیدیوں اور غلاموں کے ساتھ احسان کرنا | (51) امانت و دیانت |
| (41) عہد کو پورا کرنا | (17) نیکی اور بھلائی کی بات کرنا |
| (61) وعدے کا پاس رکھنا | (19) نرمی سے گفتگو کرنا |
| (18) آپس میں محبت کرنا | (21) انصاف پسندی |
| (20) صلح جوئی | (23) کسی کو طعنہ نہ دینا |
| (22) سچائی اور سچی گواہی دینا | (25) کسی کا بُرا نہ چاہنا |
| (24) طنز نہ کرنا | (27) ہمدرد ہونا |
| (26) خیر خواہ ہونا | (29) کسی کو بُرا نہ کہنا |
| (28) ایثار کے لیے ہر وقت تیار رہنا | (31) تکبر نہ کرنا، نہ تکبر کی چال چلنا |
| (30) زمین پر اکڑ کر نہ چلنا | (33) والدین کی اطاعت کرنا |
| (32) والدین کی خدمت کرنا | (35) شرم و حیا اختیار کرنا |
| (34) انسانی برادری کا احترام کرنا | |

(36) نیکی کے کام کے لیے ہر وقت تیار رہنا

یہ اور ایسی ہی دوسری قرآنی تعلیمات تھیں، جن پر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے عمل کرنے کی تاکید فرمائی، کیونکہ یہ ساری صفات وہ ہیں جن سے انسان کو روشنی ملتی ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "بے شک کامیاب ہوا وہ شخص، جس نے اپنے نفس کو پاک کیا"۔ (سورہ الشمس، آیت نمبر 9) (سورہ اعلیٰ، آیت نمبر 14) قرآن پاک میں جن بڑی عادتوں اور بُرے اخلاق سے روکا گیا ہے، وہ ایسی عادتیں ہیں کہ جن سے انسانی نفس تباہ و برباد ہوتا ہے مثلاً احسان فراموشی، جھوٹ بولنا، بخل، کجوسی، فخر، تکبر، غرور، ڈینگیں مارنا، نیکی کر کے احسان جتنا، کینہ، بغض، ریا، منافقت، حسد، حرص و ہوس، عہد کو توڑ دینا، وعدے کا پاس نہ رکھنا، خود غرضی، لالچ، نیکی اور بھلائی کے کاموں سے جی پھڑانا، خیرات و صدقہ نہ کرنا، خیانت کرنا، بددیانت ہونا، جھوٹی گواہی دینا، دوسروں کا مال ناحق چھین لینا، یتیموں پر ظلم کرنا، بیواؤں پر ظلم یا بہتان لگانا، شرم و حیا کا دامن چھوڑنا، فحش و بدکاری اختیار کرنا، رقص و موسیقی میں دل لگانا، کمائی میں حلال و حرام کا خیال نہ کرنا، رشوت لینا، سود کھانا، جو اکیلنا، سٹہ چلانا، چور بازاری کرنا، دکھاوے کے لیے خرچ کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، دوسروں کی عزت کا خیال نہ کرنا، ہمسائیوں کو ستانا، غریبوں کی مدد نہ کرنا، محتاجوں کی پرواہ نہ کرنا، رشتہ داروں کا خیال نہ رکھنا، غیبت کرنا، چغل خوری کرنا، ظلم کرنا، بہتان لگانا، بد نظری کا مرتکب ہونا، گالی گلوچ کرنا، عورتوں اور مردوں کا باہم کھلم کھلا بیڑھ کر ہنسی مذاق کرنا، عورتوں کا بے پردہ ہونا، نامحرم کے جسم سے جسم ملانا، دوسروں کو حقیر جاننا اور حسد کرنا وغیرہ۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اس قسم کے دوسرے بہت سے احکامات جو انسانیت کو تباہ کر دینے والے ہیں ان سے لوگوں کو خبردار کیا کہ ان بُرے خصائل سے بچیں۔ کیونکہ قرآن پاک تمام ایسے کام کرنے والوں کو گناہ گار اور مجرم ٹھہراتا ہے۔

ارشادِ باری ہے: "اور یقیناً نامراد ہوا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو بُرائیوں میں گاڑ دیا"۔ (سورہ الشمس، آیت نمبر 10)

آج کے دور میں اُس محسنِ عظیم کی ہستی کا تعارف اور اُس کے پیغام پہنچانے اور اُس کی اخلاقی تعلیمات کو عام کرنے کی ذمہ داری اُمتِ مسلمہ پر ہے۔ لیکن افسوس کہ اُمتِ مسلمہ، خود ہی اپنے آپ کو فراموش کر چکی ہے، قرآن پاک کو اچھے اچھے جُزدانوں میں لپیٹ کر نہایت عزت و احترام کے ساتھ طاقتوں میں رکھ دیا گیا ہے، اور محسنِ انسانیت خاتم النبیین ﷺ کی سیرت کو ایک گلدستہ عقیدت بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کو کھول کر دیکھیں اور پڑھیں، اور اس کو سمجھیں تو معلوم ہو کہ اس میں ہمارے لیے کیا پیغام ہے؟ اگر قرآن پاک کو درحقیقت پڑھا ہوتا اور اُسی طرح پڑھا ہوتا جیسا کہ اُس کے پڑھنے کا حق ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن کے احکام کھلم کھلا توڑے جا رہے ہوں لیکن دلوں پر ہیبت طاری نہ ہو، اور نہ ہی بُرے انجام کا خوف ستا تا ہو، حتیٰ کہ احساسِ ندامت اور شرمندگی تک نہ ہوتی ہو۔

سیرتِ نبوی خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ عقیدت تو گہری ہے لیکن عملی زندگی میں اتباعِ نبوی خاتم النبیین ﷺ کی ذرا پروا نہیں، غلط سے غلط کام کرتے ہیں اور فخر کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی اُمت میں سے ہیں۔ یہ لمحہ فکریہ ہے، کیا ہمارے لیے یہ کافی ہوگا؟

ہمیں آپ خاتم النبیین ﷺ کی اتباع کرنی ہوگی، جیسی قرآنی احکامات کی سمجھ آئے گی اور پھر ہم اُن پر عمل کریں گے تو ہی ہم آپ خاتم النبیین ﷺ کی سفارش اور شفاعت کے حقدار ہوں گے۔

اذان کی ابتداء

سید دو عالم خاتم النبیین ﷺ نماز کی فرضیت (فرض ہونے کے بعد) جب تک مکہ مکرمہ میں رہے بغیر اذان کے نماز ہوتی رہی۔ ہجرت کر کے جب مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو کچھ زمانے تک وہاں پر بھی بغیر اذان کے نماز ہوتی رہی۔ ہجرت کو ایک سال نہ ہوا تھا کہ اذان کا حکم آ گیا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ محبوب خد خاتم النبیین ﷺ نے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں قیام فرمایا تو اوقات نماز معلوم کرنے کے لیے ایسی چیز مقرر تھی جس سے عام طور پر نماز کے اوقات معلوم ہوتے۔ عادت کریمہ یہ تھی کہ کبھی تعیل (جلدی) فرما کر نماز پڑھی اور کبھی تاخیر سے بعض صحابہ شرف اقتداء حاصل کرنے کے لیے وقت سے پہلے آ جاتے جس سے ان کے کاموں میں فتور واقع ہوتا اور بعض صحابہ کرامؓ یہ خیال کرتے کہ نماز آپ خاتم النبیین ﷺ تاخیر سے پڑھائیں گے اپنے کاموں میں مصروف رہنے کے باعث دیر سے پہنچتے جس کی وجہ سے شرف اقتداء فوت ہو جاتا۔ اس چیز کو دیکھتے ہوئے مجلس مشاورت منعقد ہوئی اس چیز کو زیر بحث لایا گیا کہ ایسی نشانی تجویز کریں جس سے سید عالم خاتم النبیین ﷺ کی نماز کا وقت معلوم ہو جائے تاکہ کسی کی بھی نماز فوت نہ ہو۔ بعض صحابہؓ نے مشورہ دیا کہ ناقوس بجا دیا جائے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس کو ناپسند فرمایا "یہ نصاریٰ کے استعمال میں ہے۔ اس لیے یہ مناسب نہیں"۔ بعض نے یہ رائے دی کہ بوق بجا دیا جائے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس کو بھی ناپسند فرمایا "یہودی اس کو استعمال کرتے ہیں"۔ بعض نے یہ رائے دی کہ دف بجا دیا جائے، آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس کو بھی ناپسند فرمایا "یہ رومیوں کا طریقہ ہے"۔ بعض نے رائے دی کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا نصب کر دیا جائے، جن لوگوں کو نظر آئے وہ دوسروں کو بھی مطلع کر دیں۔ لیکن یہ رائے بھی پسند نہ کی گئی یہاں تک کہ مجلس برخواست ہو گئی اور کسی چیز پر اتفاق رائے نہ ہو سکا۔ سید دو عالم خاتم النبیین ﷺ متفکرانہ حالت میں دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ صحابی فرماتے ہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے متفکرانہ حالت میں ہونے کے باعث مجھ کو بھی فکر دامن گیر ہوئی۔ رات کو سویا تو غنودگی میں دیکھا کہ ایک آنے والا آیا جو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ ایک دیوار پر کھڑا ہو گیا، اس کے ہاتھ میں ناقوس تھا۔ میں نے کہا "اس کو فروخت کرتے ہو؟" اس نے کہا "کیا کرو گے؟" میں نے جواب دیا "نماز کی اطلاع کے لیے بجایا کریں گے"۔ اس نے کہا "کیا میں تمہیں ایسی چیز بتا دوں جو اس سے اچھی ہے؟" میں نے کہا "ہاں بتائیے"۔ اس نے قبلہ رخ کھڑے ہو کر اذان کہی پھر کچھ دیر کے بعد اقامت یعنی تکبیر پڑھی۔ میں نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خواب سنایا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "خواب حق" ہے۔ بلالؓ کو بتا دو اس لیے کہ اس کی آواز تم سے اونچی ہے"۔ حضرت عمرؓ آواز سن کر دوڑے ہوئے خدمت اقدس میں آئے اور کہا "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے بھی رات کو ایسا ہی خواب دیکھا ہے مگر یہ مجھ پر سبقت لے گئے"۔ مروی ہے کہ اس شب میں سات صحابہ کرامؓ نے یہ خواب دیکھا تھا اور خواب میں آنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ (سنن ابوداؤد)

جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی مرتبہ اذان دی تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "قیامت کے دن جب لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کر آ رہے ہوں گے تو کچھ لوگ بڑی شان سے آ رہے ہوں گے۔ ان کی گردنیں اٹھی ہوئی ہوں گی، ان کے چہرے چمک رہے ہوں گے۔ لوگ حیران ہوں گے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہیں بتایا جائے گا کہ "یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اذان دیا کرتے تھے"۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "ایک زمانہ ایسا آئے گا جب لوگ اذان کے لیے لاٹری ڈالیں گے۔ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے لڑ رہے ہوں گے۔ ایک بھی چاہے گا کہ میں اذان دوں اور دوسرا بھی چاہے گا کہ میں اذان دوں۔ جب آپ خاتم النبیین ﷺ اذان کی اس فضیلت کو بیان فرما رہے تھے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اتنی بڑی فضیلت اور صرف حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمے چلی گئی۔ ہم محروم رہ گئے۔ یہ ہمارے ساتھ حق تلفی ہے"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "نہیں ایسا نہیں ہو سکتا کوئی بھی اس ثواب سے محروم نہیں رہ سکتا۔ جب موزن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے اور سننے والا بھی دھیان سے ان الفاظ کو دہرائے اور پھر پوری اذان کو اسی طرح دہرائے جیسے موزن کہہ رہا ہے تو اس دہرانے والے کو بھی اذان دینے والے کے برابر ثواب ملے گا"۔ جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ بات سنی تو فرمایا "اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ کیا ہم اس ثواب سے محروم رہ جائیں گی؟" آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "نہیں جو عورت گھر میں رہ کر اذان دہرائے گی تو اس کو ایسے ہی ثواب ملے گا جیسے مردوں کو ثواب ملے گا"۔

ایک روایت کے مطابق "مردوں کو ایک اذان دہرانے کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ملے گا۔ جب کہ خواتین جو گھروں میں رہ کر اس اذان کو دہرائیں گی انہیں دو لاکھ کا

ثواب ملے گا۔" (سبحان اللہ)

اس لیے اذان کو غور سے سنیں اور پھر اچھی طرح دہرائیں۔

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

اذان ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی
نماز تیرے نظارے کا ایک بہانہ بنی

تو ہر شخص اذان دینے کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

اذان کن کن موقعوں پر دی جاسکتی ہے؟

(1) آگ بجھانے کے واسطے اذان (جامع الصغیر للسیوطی)

(2) پریشانی دور کرنے کے لیے (مسند الفردوس)

(3) میت کی وہشت دور کرنے کیلئے

(4) بارش طلب کرنے اور وبادفع کرنے کیلئے اذان

(5) پیدائش پر اذان:- جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُسے ہر طرح کے مرض سے بچانے کے لیے اُس کے دونوں کانوں میں اذان کہتے ہیں۔ (در المختار)

(6) جنگل میں راستہ معلوم کرنے کے لیے اذان:- جب جنگل میں راستہ بھول جائیں اور کوئی راہ بتانے والا نہ ہو تو اس وقت اذان کہیں، اللہ تعالیٰ اذان کی

برکت سے ایک راہ بتانے والا ظاہر کر دے گا۔

اس کے علاوہ دیگر امور کے واسطے بھی اذان مفید ہے۔

اگر کسی مقام پر جن سرکشی کرتا ہو تو وہاں پر اذان کہی جائے تو اذان کی برکت سے جن اپنی سرکشی سے باز آ جائے گا یا اس مکان ہی کو چھوڑ دے گا۔

بد مزاج جانور کی بد مزاجی دفع کرنے کے لیے بھی اذان اس کے کان میں کہی جائے، اذان کی برکت سے بد مزاجی دور ہو جائے گی۔

آنکھیں دکھنے کا علاج اور بینائی کی گارنٹی

1- مسجد مدینہ طیبہ کے امام و خطیب علامہ شمس الدین محمد بن صالح اپنی تاریخ میں حضرت مجدد مصریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا جو شخص نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ذکر پاک اذان میں سن کر کلمے کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور انھیں بوسہ دے کر آنکھ سے لگائے تو اُس کی آنکھ کبھی نہیں دکھے گی۔ علامہ شمس الدین صالحؒ اور حضرت مجدد مصریؒ نے فرمایا کہ ”جب سے میں نے یہ عمل شروع کیا ہے کبھی آنکھیں نہیں دکھیں۔“

2- حضرت امام حسنؒ فرماتے ہیں کہ ”جو شخص مؤذن سے اٹھد ان محمد الرسول اللہؐ نہ کر انگوٹھے پٹوم کرا نکھوں پر رکھے تو نہ کبھی وہ اندھا ہوگا اور نہ آنکھیں دکھیں

گی۔“ (مقاصد حسنہ، ص 391، حدیث: 1021)

آئمہ فقہاء بھی اذان میں حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

محبوبِ خدا خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے ”جب مؤذن کی آواز سُنو جیسے وہ کہتا ہے تُم بھی کہتے رہو۔ پھر جواب سے فارغ ہو کر مجھ پر دُرود پڑھو، (جو شخص مجھ پر ایک بار دُرود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے)۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے واسطے وسیلہ طلب کرو، وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے جو بزرگانِ خدا میں سے ایک بندے کو ملے گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا۔ جو شخص تُم میں سے میرے واسطے وسیلہ طلب کرے گا۔ اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔“ (صحیح مسلم، جلد 2 حدیث نمبر 849)

اذان کے جواب کا اسلامی طریقہ:- مؤذن جب اذان کہے تو سُننے والا بھی ان کلمات کو پڑھتا جائے مثلاً مؤذن کہے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر تو سُننے والا بھی یہی کہے، اسی طرح آخر تک اذان کہے لیکن جب مؤذن جی علی الصلوٰۃ اور جی علی الفلاح کہے تو سُننے والا ان دونوں کلمات کے بعد لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تقویٰ

لغوی معنی: - تقویٰ کے معنی ہیں نفس کو اس چیز سے محفوظ رکھنا جس سے اس کو نقصان کا خوف ہو۔

شرعی معنی: - شریعت میں تقویٰ کے معنی ہیں نفس کو گناہ کے کاموں سے محفوظ رکھنا۔

اللہ کے نزدیک تقویٰ کا مقام بہت بلند ہے۔ قرآن مجید سورہ نحل، آیت نمبر 128 میں فرمان خداوندی ہے: **إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ**

ترجمہ: ”بیشک اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں۔“

ایک اور مقام پر سورہ الحجرات، آیت نمبر 13 میں فرمان خداوندی ہے: **إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ**

ترجمہ: ”بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔“

سورہ البقرہ، آیت نمبر 2 میں فرمان خداوندی ہے: ترجمہ: ”یہ قرآن متقین کے لئے ہدایت ہے۔“

احادیث:

1- حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے نہ تمہاری صورتوں کو لیکن وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔“ اور آپ نے اپنی انگلیوں سے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا۔“ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 6542)

2- حدیث: سیدہ ذرہ رضی اللہ عنہا بنت ابی لہب سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے پاس پہنچا، جب کہ آپ خاتم النبیین ﷺ منبر پر تھے اور اس نے کہا: ”اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ! کون سے لوگ بہتر ہیں؟“ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں میں بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والے، سب سے زیادہ تقویٰ والے، سب سے زیادہ نیکی کا حکم دینے والے، سب سے زیادہ برائی سے منع کرنے والے اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔“ (مسند احمد، حدیث نمبر 9057)

3- حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ کون سی چیز زیادہ تر لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی؟ (پھر فرمایا) اللہ کا تقویٰ اور حسن خلق، کیا تم جانتے ہو کہ کون سی چیز زیادہ تر لوگوں کو جہنم میں داخل کرے گی؟ (پھر فرمایا) دو چیزیں، منہ (زبان) اور شرم گاہ۔“ (مشکوۃ المصابیح، حدیث نمبر 4832)

4- حدیث: سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”اسلام (اعضاء سے متعلقہ) علانیہ چیز ہے اور ایمان دل سے متعلقہ مخفی چیز ہے۔“ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنے سینے کی طرف تین دفعہ اشارہ کیا اور پھر فرمایا: ”تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔“ (مسند احمد، حدیث نمبر 59)

5- حدیث: ”حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کا اکثر لوگوں کا علم نہیں ہے۔ سو جس شخص نے مشتبہات کو ترک کر دیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا اور جو شخص مشتبہات (شبه والی چیزیں) میں پڑ گیا وہ اس چرواہے کی طرح ہیں جو ممنوعہ چراگاہ کے گرد اپنے جانور چراتا ہے وہ اس خطرے میں ہے کہ اس کے جانور ممنوعہ چراگاہ میں منہ مار لیں۔ سنو! زمین پر اللہ کی ممنوعہ چراگاہ وہ کام ہیں جن کو اللہ نے حرام کر دیا ہے۔“ (صحیح بخاری، ج 1، ص 13)

حضرت علیؓ نے فرمایا: ”معصیت پر اصرار کو ترک کرنا اور اپنی عبادات پر اعتناء نہ کرنا تقویٰ ہے۔“

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: ”تقویٰ یہ ہے کہ لوگ تمہاری زبان پر، فرشتے تمہارے افعال میں اور مالک عرش تمہارے باطن میں عیب نہ دیکھے۔“

تقویٰ کی قسمیں:- قاضی بیضاوی لکھتے ہیں تقویٰ کی تین قسمیں ہیں:

- (1) پہلی قسم یہ ہے کہ خود کو اللہ رب العزت کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔ تقویٰ کی یہ قسم شرک اور کفر کو ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔
 - (2) تقویٰ کی دوسری قسم ہر گناہ سے بچنا ہے۔ یعنی فرض کے ترک اور حرام کے ارتکاب سے بچنا اور بعض کے نزدیک صغیرہ گناہوں سے بچنا بھی تقویٰ ہے۔
 - (3) تقویٰ کی تیسری قسم یہ ہے کہ انسان اپنے دل و دماغ سے ہر اس بات کو نکال دے جو اس کی توجہ کو اللہ کی طرف سے ہٹائے۔
- مختصر یہ کہ: تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تم کو وہ کام کرتے ہوئے نہ دیکھے جس کام سے اس نے تمہیں منع فرمایا ہے۔

نماز باجماعت

نماز باجماعت ادا کرنے کے فضائل:

1- حدیث: حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں گھر کے اندر یا بازار (دکان وغیرہ) میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص تم میں سے وضو کرے اور اس کے آداب کا لحاظ رکھے پھر مسجد میں صرف نماز کی غرض سے آئے تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ ایک درجہ اس کا بلند کرتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔ اس طرح وہ مسجد کے اندر آئے گا۔ مسجد میں آنے کے بعد جب تک نماز کے انتظار میں رہے گا۔ اسے نماز ہی کی حالت میں شمار کیا جائے گا اور جب تک اس جگہ بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے اس کے لیے رحمت خداوندی کی دعائیں کرتے ہیں "اے اللہ! اس کو بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم کر"۔ جب تک کہ ریح خارج کر کے (وہ فرشتوں کو) تکلیف نہ دے"۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 477)

2- حدیث: حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جو شخص گھر سے وضو کر کے جماعت کے لئے نکلا۔ جب تک وضو رہے گا فرشتے سلامتی بھیجتے رہیں گے"۔ (بخاری)

3- حدیث: حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جس نے نماز کے لیے وضو کیا اور وضو کی تکمیل کی، پھر فرض نماز کے لیے چل کر گیا اور لوگوں کے ساتھ یا جماعت کے ساتھ نماز ادا کی یا مسجد میں نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا"۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 549)

4- حدیث: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان ہوگا۔ سات آدمی ایسے ہونگے جو اللہ کی رحمت کے سائے میں ہوں گے۔ ان میں ایک شخص وہ ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ جب باہر آئے پھر واپس مسجد میں جانے کی خواہش ہو"۔ (بخاری شریف)

5- حدیث: بہت سی احادیث میں یہ ارشاد نبوی خاتم النبیین ﷺ آیا ہے "جب امام سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں۔ جس شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہو جاتی ہے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں"۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 780)

نماز باجماعت کے چھوڑنے پر گناہ اور عتاب:

1- حدیث: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے (گھر پر یا دکان وغیرہ پر ہی پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہ ہوگی"۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "عذر سے کیا مراد ہے؟" فرمایا "مرض ہو یا کوئی خوف ہو"۔ (ابوداؤد، ابوحاتم، ابن حبان)

2- حدیث: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "سراسر ظلم ہے، کفر ہے اور نفاق ہے (اس شخص کا فعل) جو اللہ کے منادی (یعنی مؤذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے"۔ (فضائل اعمال)

3- حدیث: حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں"۔ (بخاری و مسلم)

4- حدیث: حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں باجماعت نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ اس لئے جماعت کو ضروری سمجھ، بھیڑ یا کیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور آدمیوں کا بھیڑ یا شیطان ہے"۔ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 548)

5- حدیث: حضرت عثمانؓ نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا قول نقل کیا ہے "جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے آدھی رات تک نماز ادا کی اور جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی اس نے ساری رات نماز ادا کی"۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 454-ترمذی، حدیث نمبر 221-سنن ابی داؤد حدیث نمبر 555)



نماز کے چند مسائل

☆ وضو:-

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اُٹھو تو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو۔ اپنے سروں کا مسح کرو۔ اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو"۔ (سورہ المائدہ، آیت نمبر 6)

وضو کے فرائض:- بغیر وضو کے نماز نہیں اس لئے وضو کے بعد خاص طور سے دیکھیں کہنیاں اور ٹخنے خشک نہ ہوں۔ وضو میں چار چیزیں فرض ہیں جن کے بغیر وضو نہیں۔

- 1- چہرے کا دھونا 2- ہاتھوں کا کلائیوں تک دھونا 3- سر کا مسح کرنا 4- پاؤں دھونا
- مندرجہ بالا چاروں اعضاء کو دھونے یا مسح کرنے میں کوئی غلطی ہو جائے اور جسم کے اعضاء میں ایک سوئی کے برابر جگہ خشک رہ جائے تو وضو نہ ہوگا۔ خاص طور سے کہنیوں اور ٹخنوں کا خیال ضرور رکھا جائے۔ عام طور پر لوگ اس طرف دھیان نہیں دیتے۔ یاد رکھیں کہ کہنیوں اور ٹخنوں پر جب تک خاص طور پر گیلیا ہاتھ نہ پھیرا جائے یہ دونوں جگہیں خشک ہی رہ جاتی ہیں اور اس طرح وضو مکمل نہیں ہوتا۔

وضو کی سنتیں:- 1- مسواک کرنا 2- بسم اللہ پڑھنا 3- ہاتھوں کا پینچوں تک دھونا (تین بار)

4- کلی کرنا (تین بار) 5- ناک میں پانی ڈالنا (تین بار) 6- کان کا مسح کرنا

7- گردن کا مسح کرنا 8- داڑھی کا خال خال کرنا 9- انگلیوں کا خال خال کرنا 10- ہر عضو کو تین تین بار دھونا

وضو کی قسمیں:- وضو کی تین قسمیں ہیں۔ فرض، واجب، مستحب

فرض: ہر قسم کی نماز، فرض نماز، سنت نماز، نفل نماز، نماز جنازہ ہر قسم کی نماز کے لئے وضو فرض ہے۔

واجب: خانہ کعبہ کا طواف کرتے وقت، قرآن کا بیان یا حدیث کا بیان کرتے وقت۔

مستحب: رات کو سوئے وقت وضو کرنا، میت کو غسل دینے کے لئے، میت کو اٹھانے کے لئے۔

تحیۃ الوضو:- مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔" (در مختار ج 5 ص 458)

خشک ایڑیوں کا عذاب:- 1- عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "ہم رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کے ساتھ مکہ سے مدینے کی طرف لوٹے۔ راستے میں ہمیں پانی ملا۔ ہم میں سے ایک جماعت نے نماز عصر کے لیے جلد بازی میں وضو کیا۔ پیچھے سے ہم بھی پہنچ گئے (دیکھا کہ) ان کی ایڑیاں خشک تھیں، انھیں پانی نہیں پہنچا تھا۔ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا: "(خشک) ایڑیوں کے لیے آگ سے خرابی (آگ کا عذاب) ہے، پس وضو پورا کیا کرو"۔ [صحیح مسلم، الطہارۃ، باب وجوب غسل الرجلین بکمالہما، حدیث: 241]

2- ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے قدم پر ناخن کے برابر جگہ خشک چھوڑ دی۔ نبی اکرم (خاتم النبیین ﷺ) نے اسے دیکھ کر فرمایا: "واپس جا اور اچھی طرح وضو کر"۔ [صحیح مسلم، الطہارۃ، باب وجوب استیعاب جمع اجزاء محل الطہارۃ، حدیث: 243]

☆ **جراہوں (موزوں) پر مسح کے احکامات:-** موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ:- دائیں پاؤں کا مسح دائیں ہاتھ کی تین انگلیوں سے اور بائیں

پاؤں کا مسح بائیں ہاتھ کی تین انگلیوں سے کیا جائے گا انگلیوں کو پاؤں کی پشت سے شروع کر کے پٹنڈی تک کھینچا جائے گا۔ مسح کرتے وقت انگلیوں کا تر ہونا ضروری ہے۔

1- سیدنا ثوبانؓ سے مروی ہے: "رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے ایک سریہ (چھوٹا لشکر) بھیجا تو اسے ٹھنڈ لگ گئی، جب وہ لوگ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کے پاس آئے تو رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے انہیں (وضو کرتے وقت) عماموں (پکڑیوں) اور موزوں پر مسح کرنے کا حکم دیا"۔ (سنن ابی داؤد، باب مسح جلد اول۔ حدیث نمبر 146) امام حاکم نے اور حافظ ذہبی نے اُسے صحیح کہا ہے۔ ہر اس جُراب پر مسح کرنا درست ہے جس میں پاؤں نظر نہ آئیں۔ اور

جرا ب پھٹی ہوئی نہ ہو۔

2- سیدنا صفوان بن عسالؓ کہتے ہیں: "جب ہم مسافر ہوتے تو رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) ہمیں حکم دیتے کہ ہم اپنے موزے تین دن اور تین رات تک، پیشاب، پاخانہ یا نیند کی وجہ سے نہ اتاریں، الا یہ کہ جنابت لاحق ہو جائے۔" (جامع ترمذی۔ الطہارت باب المسح۔ حدیث نمبر 96)

اکثر صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء میں سے اکثر اہل علم مثلاً: سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا یہی قول ہے کہ مقیم ایک دن اور ایک رات موزوں پر مسح کرے، اور مسافر تین دن اور تین رات۔

3- عبدالرزاقؒ نے کہا: ہمیں سفیان ثوریؒ نے عمرو بن قیس ملائیؒ سے حدیث سنائی، انہوں نے حکم بن عتیبہؒ سے، انہوں نے قاسم بن مخیرہؒ سے، انہوں نے شریح بن ہانیؒ سے روایت کی، انہوں نے کہا: "میں حضرت عائشہؓ کے پاس موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوا تو انہوں نے کہا: "ابن ابی طالبؓ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کیونکہ وہ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔" ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: "رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات (کا وقت) مقرر فرمایا۔" (صحیح مسلم، باب: موزوں پر مسح، جلد اول، حدیث نمبر 639)

4- "مسح کی مدت موزے پہننے کے بعد، وضو کے ٹوٹ جانے سے نہیں بلکہ پہلا مسح کرنے سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی ایک شخص اگر نماز فجر کے لئے وضو کرتا ہے اور موزے یا جرابیں پہن لیتا ہے۔ پھر نماز ظہر پڑھتے وقت اس نے موزوں یا جرابوں پر مسح کیا تو اگلے دن کی نماز ظہر تک وہ مسح کر سکتا ہے۔" (امام نوویؒ، امام احمدؒ اور اوزاعیؒ)

☆ فضائل وضو: حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے وضو کر کے دکھایا اور تمام عضو کو ایک ایک بار دھویا اور فرمایا یہ وہ وضو ہے جس کے بغیر نماز نہیں۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے تمام عضو کو دو، دو بار دھویا اور فرمایا کہ یہ نور علی نور ہے۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے تمام عضو کو تین تین بار دھویا اور فرمایا یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے تمام انبیاء کرامؑ کا وضو تھا۔ وضو محافظ ہے ان راستوں کا جن کے ذریعے صحت کا دشمن جسم میں داخل ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ شاید ہی کسی کو ایسا محافظ میسر ہو۔

1- ہاتھ: دوران وضو سب سے پہلے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں، کیونکہ ان ہاتھوں سے بعد میں کلی کرنی ہوتی ہے۔ اگر ہاتھ گندے اور جراثیم آلود ہوں گے تو یہی جراثیم منہ کے راستے جسم میں داخل ہو کر متعدد امراض کا باعث بن سکتے ہیں۔

2- کلی: کلی سے پہلے مسواک کی جاتی ہے، جو دانتوں کی صفائی کر دیتی ہے، کلی کے ساتھ غرارے کرنے سے گلا صاف ہو جاتا ہے اور انسان بے شمار امراض سے بچ جاتا ہے۔ گلے میں بار بار پانی پہنچنا انسان کو گلے کے کینسر سے بچاتا ہے۔

3- ناک: ناک کے راستے بے شمار گرد و غبار و جراثیم سانس کے ذریعے صبح سے شام تک انسان کے جسم میں پہنچتے رہتے ہیں اور ان کا باقاعدہ اندر داخل ہونا خطرناک امراض کا سبب بن جاتا ہے۔ دائمی نزلہ اور ناک کے زخم کے مریضوں کے لیے ناک کا غسل بے حد مفید ہے کیونکہ ناک انسانی جسم میں نہایت اہم اور قابل توجہ عضو ہے۔ ناک کے خاص فرائض میں صفائی کے کام کو دخل ہے، ناک پھیپھڑوں کے لیے ہوا کو صاف، موزوں اور مرطوب بناتی ہے۔ انسان کے اندر روزانہ پانچ سو کعب فٹ ہوا ناک کے ذریعے داخل ہوتی ہے۔ اب ناک کا صاف ہونا کتنا ضروری ہے۔ دن میں پانچ مرتبہ ناک کی صفائی سے انسان بے شمار خطرناک جراثیم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

4- چہرہ: چہرے کا دھونا بے شمار امراض سے دور رکھتا ہے۔ مثلاً جلدی امراض، الرجی، وضو کرنے سے چہرے پر دانے نہیں نکلتے۔ یا پھر ان کے نکلنے کی شرح کم ہو جاتی ہے۔ امریکہ کی جدید بیوٹیشن نے ایک حیرت انگیز انکشاف کیا ہے کہ "مسلمانوں کے لیے کسی قسم کے لوشن کی ضرورت نہیں ہوتی ان کے 5 مرتبہ دن میں چہرہ دھونے سے چہرے کا غسل ہو جاتا ہے اور انسان چہرے کے امراض سے بچ جاتا ہے۔"

5- کہنیاں: کہنی پر تین قسم کی رگیں ہوتی ہیں جن کا تعلق بالواسطہ دماغ اور جگر سے ہوتا ہے۔ جب ہم ہاتھ کو کہنی تک دھوئیں گے تو مذکورہ بالا تینوں اعضاء کو تقویت پہنچے گی اور یہ امراض سے محفوظ رہیں گے۔

6- مسح: ماہرین روحانیت نے انسانی جسم کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ "جبل الوریڈ" ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں تمہاری شہ رگ سے زیادہ قریب تر ہوں۔ "جبل الوریڈ" سر اور گردن کے درمیان میں واقع ہے۔ گردن کا مسح کرنے سے انسانی جسم کو ایک خاص قسم کی توانائی حاصل ہوتی ہے جس کا تعلق ریڑھ کے اندر حرام مغز اور تمام جسمانی جوڑوں سے ہے۔ جب نمازی گردن کا مسح کرتا ہے تو ہاتھوں کے ذریعے برقی روکل کر رگ و جاں میں ذخیرہ ہو جاتی ہے اور ریڑھ کی ہڈی کو اپنی

گزر گاہ بناتے ہوئے جسم کے پورے اعصابی نظام میں پھیل جاتی ہے۔ جس کے ذریعے اعصابی نظام کو توانائی ملتی ہے۔

7- پاؤں: پاؤں کو دھونے کی وجہ سے ڈپریشن، بے چینی، بے سکونی، دماغی خشکی اور نیند کی کمی جیسے مہلک امراض ختم ہو جاتے ہیں شرعی حکم ہے کہ جب غصہ آئے تو وضو کر لو طبعی طریقہ یہ ہے کہ جب ہلڈ پریشر زیادہ ہو تو وضو کر لو۔ اب ان دونوں احکامات اور علامات کو ملائیں تو تحقیق کی نئی راہ کھلتی ہے۔ غصے میں ہلڈ پریشر ہائی ہو جاتا ہے۔ اور دل کے مریض کا جب ہلڈ پریشر ہائی ہوتا ہے تو ان دونوں امراض کا علاج وضو ہے۔ (یعنی غصہ کا اور ہلڈ پریشر کا)

☆ تَيْمُّم (پانی نہ ہونے کی صورت میں) تيمم کے فرائض تيمم کے تین فرائض ہیں:

- 1- تيمم کی نیت کرنا (دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر)
- 2- چہرے کا مسح کرنا۔
- 3- دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا۔
- تيمم کی سنتیں:-
- 1- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا۔
- 2- ترتیب اور تسلسل کو برقرار رکھنا۔

☆ وضو کے بعد کی دعا:-

سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا: "جس نے وضو کیا اور پھر یہ دعا پڑھی:

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ بِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔

(ترجمہ: "اے اللہ! تو پاک ہے اور تیری تعریف کے ساتھ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیرے حضور تو بہ کرتا ہوں۔")

تو اس عمل کو ایک کاغذ میں لکھ کر اس پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کو قیامت کے دن تک نہیں توڑا جائے گا۔ (عمل الیوم واللیلیۃ للنسائی: ۸۱، مستدرک حاکم: ۱/ ۵۶۴، صحیحہ: ۲۳۳۳)

☆ غُسل:- غُسل کے فرائض: غُسل کے تین فرائض ہیں:

- 1- کلی کرنا
- 2- ناک میں پانی ڈالنا۔
- 3- سارے جسم پر پانی بہانا، جس میں بالوں کا دھونا اور پورے جسم کا دھونا شامل ہے۔
- غُسل کی سنتیں:-
- 1- استنجا کرنا۔
- 2- وضو کرنا۔
- 3- تین بار پورے جسم کو دھونا، پانی ڈالنا۔
- 4- جسم کو ملنا اور صاف کرنا۔

☆ سجدہ سہو:- سہو کے لغوی معنی ہیں بھول جانا۔ اگر نماز میں بھولے سے کوئی واجب چھوٹ جائے یا کسی رکن کو دو بار کر لیا جائے یا کسی واجب کو بدل دیا جائے یا کسی واجب میں تاخیر ہو جائے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز ہو جاتی ہے۔ یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ صرف واجبات میں سہو ہونے سے سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر کوئی فرض ترک ہو جائے تو سجدہ سہو کرنے سے بھی نماز نہ ہوگی اور دوبارہ نماز پڑھنی پڑے گی۔

سجدہ سہو کرنے کا طریقہ:- مندرجہ بالا غلطی میں سے کوئی غلطی ہوگئی، اب سجدہ سہو کا ارادہ کر لیا (دل میں)۔ سجدہ سہو ان رکعت والی نماز کی آخری رکعت میں جب التیحات پڑھ لیں تو سیدھی طرف (ایک سلام) پھیریں اور کہیں سلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اس کے بعد سجدے میں جائیں۔ سجدے میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہیں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھ جائیں۔ اسی طرح دوسرا سجدہ بھی کریں یعنی سیدھی طرف سلام کے بعد دو سجدے کریں (اور پھر دوبارہ التیحات پڑھیں، درود شریف پڑھیں اور نماز کو مکمل کریں۔ اگر ہم نے سوچا تھا کہ سجدہ سہو کریں گے لیکن بھول گئے اور التیحات کے بعد درود شریف یا پھر اور آگے چلے گئے تو جہاں کہیں بھی یاد آئے فوراً سیدھی طرف سلام پھیر کر دو سجدے ادا کریں۔

اگر فرض کیا کہ سجدہ سہو کرنا تھا لیکن یاد نہ رہا اور سیدھی طرف سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا تو فوراً سجدے میں چلے جائیں دو سجدے ادا کریں اور پھر التیحات پڑھیں اور نماز کو مکمل کریں۔ اگر فرض کیا سجدہ سہو کرنا تھا بھول گئے اور دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا کہ سجدہ سہو کرنا تھا تو آخر میں دو سجدے کر لیں۔ لیکن اب نماز میں دوبارہ داخل نہیں ہونا۔ یہ آخری دو سجدے ہی سجدہ سہو کے طور پر ادا ہو جائیں گے۔

☆ **امام کے پیچھے مقتدی کی نماز:-** امام کے پیچھے مقتدی نماز میں فاتحہ یا قرآن مجید کی کوئی سورت یا آیت نہ پڑھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی سنت ہے، صحابہ و ائمہ کبار کا معمول ہے۔ یہ قاعدہ یاد رکھ لیں کہ اللہ سب سے بڑا ہے، اس کا فرمان سب سے بڑا ہے، جو بات قرآن سے ثابت ہو اس پر اعتراض مسلمان کا کام نہیں۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں نہ کوئی روایت پیش ہو سکتی ہے نہ کسی بزرگ کا قول۔ ہم پہلے قرآن کریم سے ہدایت لیں گے، پھر حدیث پاک سے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ**۔

ترجمہ: "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔ (سورہ الاعراف، آیت نمبر 204)

یہ قرآن حکیم کا حکم ہے جس میں کوئی شک نہیں، واضح ہے کوئی ابہام نہیں کہ جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور چپ رہو۔

ہماری پانچ نمازیں ہیں۔ تین جہری اور دو خفی یا سری

فجر، مغرب، عشاء جہری نمازیں ہیں ان میں امام قرات پکار کر فرماتے ہیں۔

ظہر اور عصر خفی یا سری نمازیں ہیں ان میں امام خاموشی سے تلاوت فرماتے ہیں۔

1- جہری، یعنی بلند آواز کے ساتھ، جیسے فجر، مغرب اور عشاء 2- خفی یا سری، یعنی آہستہ، جیسے ظہر و عصر۔

ظہر اور عصر میں نماز میں قرات آہستہ ہوتی ہے جو سنی نہیں جاتی، فجر، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں قرات با آواز بلند ہوتی ہے جو سنی جاتی ہے۔ لہذا ایک ہی آیت میں دو حکم فرمائے گئے، ایک یہ کہ کان لگا کر سنو، یعنی جب آواز آئے، جیسے جہری نمازوں میں۔ دوسرا چپ رہو، یعنی جب آواز نہ آئے، جیسے سری نمازوں میں۔

حدیث پاک کی توضیح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا: "جب تم نماز کے لیے آؤ اس وقت ہم سجدے میں ہوں۔ تو تم بھی سجدہ کرو اور اس کا شمار نہ کرنا، اور جس نے رکوع پالیا اس نے (رکعت) پالی"۔ (سنن ابی داؤد، 1: 136)

اگر فاتحہ پڑھنا فرض ہو تو رکعت کیسے مل سکتی ہے؟ حالانکہ بالاتفاق رکوع میں ملنے والا رکعت پالیتا ہے۔ پتہ چلا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا فرض نہیں۔

☆ امام کی اقتدا:-

1- اعرج رحمۃ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا: "امام اقتدا ہی کے لیے بنایا گیا ہے، اس لیے اس کی مخالفت نہ کرو، چنانچہ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو"۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 930)

2- سیدنا برہ بن آذبؓ روایت کرتے ہیں کہ "ہم رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے پیچھے نماز پڑھتے تھے پس جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم آپ کے پیچھے قوے میں کھڑے ہو جاتے تھے اور پھر ہم میں سے کوئی اپنی پیٹھ سجدے میں جانے کے لیے نہ جھکا تا تھا یہاں تک کہ رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتے، پھر ہم آپ کے بعد سجدے میں جاتے تھے"۔ (صحیح بخاری، باب الاذان، حدیث نمبر 690۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر 1062)

3- سیدنا ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کیا "امام سے پہلے سراٹھانے والا ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کے سر کی طرح کر دے یا اس کی شکل گدھے جیسی بنادے"۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 691۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر 963)

☆ صفوں کی ترتیب:- 1- سیدنا انسؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "پہلے اول صف پوری کرو، پھر اسے جو پہلی کے

نزدیک ہے"۔ (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر 671)

2- سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "مردوں کی صفوں میں (ثواب کے لحاظ سے) سب سے بہتر پہلی صف ہے اور سب سے بری آخری صف ہے اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بری پہلی صف ہے، اور سب سے بہتر آخری صف ہے"۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 985)

3- ابواشہب نے ابونضرہ عابدی سے اور انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے اپنے ساتھیوں کو (صف بندی میں) پیچھے رہتے دیکھا تو ان سے کہا "آگے بڑھو اور (براہ راست) میری اقتدا کرو اور جو لوگ تمہارے بعد ہوں وہ تمہاری اقتدا کریں، کچھ لوگ مسلسل (پہلی صف

سے) پیچھے رہتے جائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو (اپنی رحمت سے) پیچھے کر دے گا۔“ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 982) یعنی لوگ دیر سے پہنچیں گے اور آخر میں جگہ ملے ہی نماز شروع کر دیں گے، انہیں یہ پروا نہیں ہوگی کہ پہلی صف میں پہنچیں تاکہ زیادہ ثواب لیں اور پھر اللہ کی رحمت سے دور ہوتے رہیں گے۔

☆ **صفوں میں مل کر کھڑا ہونے کا حکم:** حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا: ترجمہ "اپنی صفوں کو برابر کرو۔ بلاشبہ صفوں کو برابر کرنا نماز کے قائم کرنے میں سے ہے۔" (صحیح بخاری، الآذان، باب اقامت الصلوٰۃ، حدیث نمبر 723-صحیح مسلم، حدیث نمبر 975)

2- سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا: ترجمہ "صفیں قائم کرو، کندھے برابر کرو، (صفوں کے اندر) ان جگہوں کو پر کرو جو خالی رہ جائیں، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ، صفوں کے اندر شیطان کیلئے جگہ نہ چھوڑو۔ اور جو شخص صف ملائے گا، اللہ بھی اسے (اپنی رحمت سے) ملائے گا اور جو اسے کاٹے گا، اللہ بھی اسے (اپنی رحمت سے) کاٹ دے گا۔" (سنن ابی داؤد حدیث نمبر 666)

☆ **سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم:** رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں، نمبر ایک پیشانی، نمبر دو دونوں ہاتھ، نمبر تین دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کے پنجوں پر اور یہ کہ ہم نماز میں اپنے کپڑوں اور بالوں کو اکٹھا نہ کریں یعنی ان کو نہ چھوئیں۔" (صحیح بخاری حدیث نمبر 812، 809-صحیح مسلم حدیث نمبر 1096، 1097)

ہر مسلمان بہن بھائی کے لیے ضروری ہے کہ وہ سجدے میں ان سات اعضاء کو خوب اچھے طرح مکمل طور پر زمین پر ٹکا کر رکھیں اور اطمینان سے سجدہ کریں۔ پیشانی کی ایک ہڈی، دونوں ہاتھوں کی دو ہڈیاں، دونوں گھٹنوں کی دو ہڈیاں، دونوں قدموں کے پنجوں کی دو ہڈیاں۔

(1) پیشانی = 1 ہڈی (2) دونوں ہاتھ = 2 ہڈیاں (3) دونوں گھٹنے = 2 ہڈیاں (4) دونوں قدموں کے پنجے = 2 ہڈیاں ٹوٹل = 7 ہڈیاں

☆ **آیت الکرسی:** سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا اور کوئی چیز روکنے والی نہیں۔" (السنن الکبریٰ للنسائی، حدیث: 9928)

☆ **عورت کی امامت:** طریقہ: عورت امامت کر سکتی ہے۔ پہلی صف کے وسط میں دوسری مقتدی عورتوں کے ساتھ، برابر کھڑی ہو کر عورت عورتوں کی امامت کروا سکتی ہے۔ (اگر عورت حافظ قرآن ہے تو۔۔۔ یعنی تراویح وغیرہ پڑھانے کے لیے)

حدیث: "رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) ام ورتہ (حافظ قرآن) سے ملے ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے، آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے ان کے لیے ایک مؤذن مقرر کر دیا تھا، جو اذان دیتا تھا اور انہیں حکم دیتا تھا کہ اپنے گھر والوں کی امامت کریں۔" (سنن ابی داؤد، جلد اول، حدیث نمبر 592)

☆ **سفر:** نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

1- "رات کا سفر کیا کرو۔ کیونکہ رات کو زمین پیٹ دی جاتی ہے۔" (سنن ابی داؤد، جلد سوئم حدیث نمبر 2571)

2- "تنہا سفر نہ کیا کرو۔" (صحیح بخاری، حدیث نمبر 2998)

3- "آپ خاتم النبیین ﷺ نے جمعرات کے دن سفر کرنا پسند فرمایا۔" (صحیح بخاری حدیث نمبر 2950) (السلسلۃ الصحیحہ، حدیث نمبر 2112)

4- "جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے سفر کرنا بہتر نہیں۔ بعد اذان اور قبل نماز جمعہ سفر کرنا جائز نہیں ہے۔" (زاد المعاد، جلد 1، حدیث نمبر 382) (المشکوٰۃ المصابیح، جلد سوئم، حدیث نمبر 2992)

سفر کی دعا: سبحن الذی سخر لنا هذا وما كنا له مقرنین۔ وانا الی ربنا المنقلبون

ترجمہ: "پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا۔ ورنہ ہم میں یہ طاقت نہ تھی۔ بے شک ہمیں اپنے رب کی طرف ہی پلٹنا ہے۔" سفر میں حفاظت کے لیے سورہ زمر کی آیت نمبر 67 پڑھنا جان و مال کی حفاظت کے لیے بہترین ہے۔

☆ مسافر کی نماز (قصر نماز)

- 1- شریعت میں مسافر اس شخص کو کہتے ہیں جو تین منزل تک جانے کا ارادہ کر کے اپنے وطن سے یا شہر سے نکلے۔ تین منزل یعنی 48 میل سفر کا ارادہ ہو۔ مسافت کے متعلق فقہاء میں کچھ اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ اڑتالیس میل کا سفر ہے اور بعض کے نزدیک ستاون میل کا۔
- 2- وطن دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جہاں اس کی مستقل سکونت ہو اسے وطن اصلی کہتے ہیں، دوسرا وہ جہاں وہ چند دن یا زیادہ دن رہنے کی نیت کرے اس کو وطن اقامت کہتے ہیں۔
- 3- وطن اصلی پر سفر سے کچھ فرق نہیں آتا یعنی جب بھی گھر واپس آئے گا پوری نماز پڑھے گا۔
- 4- اس مسافر پر نماز قصر جب واجب ہوگی جبکہ وہ 48 میل کا سفر کر کے کہیں جائے اور وہاں پر 15 دن یا 15 دن سے کم رہنے کی نیت ہو اگر بعد میں 15 دن سے 2 یا 4 دن اوپر ہو جائیں اس صورت میں بھی ان زائد دنوں میں بھی نماز قصر ہی پڑھی جائے گی۔
- 5- اگر مسافر مقیم امام کے پیچھے چار رکعت والی نماز پڑھے گا اسے امام کے پیچھے نماز قصر نہیں کرنی ہوگی۔
- 6- اگر مقیم مسافر امام کے ساتھ نماز پڑھے تو اسے چار رکعت ہی پڑھنی ہوں گی وہ مسافر امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھ کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے اور پھر اپنی دو رکعتیں اس طرح مکمل کرے کہ ان دونوں رکعتوں میں فاتحہ نہ پڑھے بلکہ بقدر فاتحہ خاموش کھڑا رہے اور باقی نماز معمول کے مطابق پڑھے (سورہ فاتحہ اس لئے نہیں پڑھے گا کیونکہ وہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی نیت کر چکا ہے اور امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے)
- 7- اگر مسافر غلطی سے چار رکعتیں پڑھ لے اور دوسری رکعت میں بقدر تشهد قعدہ کرے تو آخر میں سجدہ سہو کرے دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل شمار ہو جائیں گے لیکن اگر دوسری رکعت میں بقدر تشهد قعدہ نہ کیا تو نماز باطل ہو جائے گی اور دوبارہ پڑھنی ہوگی۔ 8- سنتوں میں قصر نہیں ہے۔
- 9- جو نماز سفر میں قضاء ہو جائے وہ مقیم ہو جانے کے بعد قصر ہی پڑھی جائے گا۔ 10- خوف یا جلدی کی وجہ سے اگر سنتیں نہ پڑھیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ بیٹھ کر نماز:- الشیخ محمد مختار شفق بیلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”ایسا معذور شخص جو کھڑے ہو کر قیام کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے گا۔“ جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اور رکوع و سجدہ بھی کر سکتا ہے وہ بیٹھ کر ہی رکوع و سجدہ کر لے، لہذا جو شخص زمین پر بیٹھ کر رکوع و سجدہ کے ساتھ نماز ادا کر سکتا ہے، اسکو رکوع و سجدہ کرنا فرض ہے، کیونکہ وہ اس پر قادر ہے اور یہ دونوں بھی نماز میں فرض ہیں۔

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ”جب مریض پر قیام دشوار ہو جائے تو بیٹھ کر رکوع و سجدہ کرتے ہوئے نماز پڑھے۔“ (الجوہر: ۱/۳۱۱)

فرض نماز کے لئے قیام رکن کی حیثیت رکھتا ہے اس کے بغیر نماز صحیح نہ ہوگی، اس لیے کسی کے لئے بھی بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے، صرف قیام کی استطاعت نہ رکھنے والے کو اجازت ہے۔ علمائے کرام نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ فرض نماز کی تکبیر تحریمہ کے لئے کھڑے ہونا فرض ہے۔

جیسے کہ نو دی رحمۃ اللہ "المجموع" (3/296) میں کہتے ہیں کہ: ”تکبیر تحریمہ [یعنی اللہ اکبر] کے تمام حروف کھڑے ہونے کی حالت میں کہنا واجب ہے، چنانچہ اگر کوئی ایک حرف بھی حالت قیام کے علاوہ کسی اور حالت میں کہتا تو اس کی نماز بطور فرض نہیں ہوگی۔“

اگر نماز میں کچھ دیر قیام کی استطاعت بھی ہو تو اتنا ہی قیام کر لے، چاہے وہ قیام صرف تکبیر تحریمہ کہنے کی مقدار کے برابر ہو یا اس سے زیادہ۔۔۔ کیونکہ شریعت میں مطلوب یہ ہے کہ قراءت کرتے ہوئے قیام کرے، چنانچہ اگر نمازی قیام یا قراءت کے کچھ حصے سے قاصر رہے تو جس قدر اس میں استطاعت ہے وہ پڑھے گا اور بقیہ حصہ اس سے ساقط ہو جائے گا۔

☆ کرسی پر نماز:- 1- بلا عذر کرسی پر نماز کا حکم 2- عذر معقول کی وجہ سے کرسی پر نماز کا حکم

- 1- بلا عذر کرسی پر نماز کا حکم:- (بلا عذر کرسی پر نماز ناجائز ہے) اس لئے کہ نماز میں قیام و رکوع و سجدہ فرائض میں داخل ہیں، اور بلا عذر ان میں سے کسی کو چھوڑ دینے سے نماز نہیں ہوتی، اور کرسی پر نماز پڑھنے والا ان تمام فرائض کو چھوڑ دیتا ہے، قیام کی جگہ کرسی پر بیٹھتا ہے اور رکوع و سجدہ دونوں کو چھوڑ کر محض اشارے سے ان کو ادا کرتا ہے، تو اس کی نماز کیسے ہو سکتی ہے؟
- لہذا بلا عذر کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا ناجائز ہے، اور اس طرح نماز پڑھنے والوں کی نماز بالکل بھی نہیں ہوتی، اور اس طرح پڑھی ہوئی نمازیں ان کے ذمہ باقی رہتی ہیں۔

2- عذر معقول کی وجہ سے کرسی پر نماز کا حکم:- (عذر معقول کی وجہ سے کرسی پر نماز جائز ہے)

ہماری شریعت نہایت معتدل ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط؛ اس لیے یہ بات یقینی ہے کہ عذر و تکلیف کی صورت میں اس میں تخفیف و سہولت دی جاتی ہے۔ چنانچہ شریعت کے اصول میں سے ایک اصول یہ ہے کہ اس نے بیماری و تکلیف کو تخفیف احکام کا سبب مانا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ عذر معقول کی وجہ سے نماز کی اجازت ہے۔ کیونکہ فقہاء کے کلام میں یہ ضابطہ ہے کہ: طاعت بقدر طاقت ہو کرتی ہے۔ جب نیچے بیٹھ کر نماز کی طاقت نہیں یا نیچے بیٹھنا بڑا مشکل ہے تو کرسی پر پڑھنے کی اجازت ایک معقول بات بھی ہے اور اصول فقہیہ کی روشنی میں شرعی بات بھی ہے۔ لیکن دو باتیں ذہن نشین ہونی چاہئیں:

1- عذر موجود ہو، بلا عذر کرسی پر نماز پڑھنا گناہ بھی ہے اور اس کی وجہ سے نماز ہوتی بھی نہیں۔

2- معمولی اور چھوٹا موٹا عذر نہیں؛ بلکہ معقول و شرعاً معتبر عذر ہو۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی یا تو سکت و طاقت ہی نہ ہو، یا طاقت تو ہو؛ مگر اس سے ناقابل برداشت تکلیف و درد ہوتا ہو، یا زمین پر بیٹھنے سے بیماری و تکلیف کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔ اس صورت میں کرسی پر نماز کی اجازت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔ ترجمہ: "اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا"۔ (سورہ فلق، آیت نمبر 286)

ایک اور مقام پر فرمایا: مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔ ترجمہ: "اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی"۔ (سورہ فہج، آیت نمبر 78)

حدیث: رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: بَشَرُوا لَشَفَرُوا وَارِيسُوا لِعَسْرُوا وَاسْكُنُوا (متفق علیہ)

ترجمہ: "لوگوں کو خوشخبری سنایا کرو (ڈراڈرا کر اسلام سے) متفرق نہ کرو۔ اور آسانیاں پیدا کیا کرو، سختی پیدا نہ کرو۔ سکون دیا کرو"۔ (متفق علیہ)

کرسی پر نماز پڑھنے کا طریقہ:- شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "زمین یا کرسی پر بیٹھ کر نماز ادا کرنے والے کے لیے ضروری اور واجب ہے کہ وہ سجدہ کرتے وقت رکوع سے زیادہ جھکے اور اس کے لیے سنت یہ ہے کہ رکوع کی حالت میں اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے لیکن سجدہ کی حالت میں اس کے لئے واجب یہ ہے کہ اگر استطاعت ہو تو ہاتھ زمین پر رکھے لیکن اگر استطاعت نہ ہو تو اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھے"۔ (ماخوذ المغنی ابن قدامہ 1/444)

نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا "مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پیشانی (پھر)، نبی کریم (ﷺ) نے اپنے ناک کی طرف اشارہ کیا، اور دونوں ہاتھ، اور دونوں گھٹنے، اور پاؤں کی انگلیاں"۔ جو شخص ایسا کرنے سے عاجز ہو اور کرسی پر بیٹھ کر نماز ادا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

ترجمہ: "تم میں جتنی استطاعت ہو اس قدر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو"۔ (سورۃ التغابن، آیت نمبر 16)

☆ **”مسبوق“ یعنی جماعت میں بعد میں شامل ہونے والا:-** مقتدی اس وقت جماعت میں شریک ہو جبکہ امام ایک رکعت ختم کر چکا ہو ایسی صورت میں مقتدی کو نیت کر کے امام کے ساتھ شریک ہو جانا چاہیے، ثناء نہیں پڑھنی چاہیے۔ امام جب چوتھی رکعت کے بعد قعدہ میں بیٹھے تو مقتدی آہستہ آہستہ تشہد ایسے پڑھے کہ امام کے ساتھ فارغ ہو۔ (دروود سلام نہ پڑھے) یعنی درود شریف اور دعائیں نہ پڑھے اور نہ ہی سلام کرے۔ امام کے ساتھ فارغ ہو۔ یا اگر وہ آہستہ آہستہ تشہد نہیں پڑھ سکتا تو امام کے سلام کرنے تک اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ کی تکرار کرتا رہے حتیٰ کہ امام سلام پھیر دے یعنی درود شریف اور دعائیں نہ پڑھے۔ جب امام یہ سب کچھ مکمل کر کے سلام پھیر دے تو مقتدی پھر کھڑا ہوا اور اپنی رکعت جو رہ گئی تھی مکمل کر لے۔ یہ اس طرح پڑھی جائے گی جس طرح تنہا نماز پڑھنے کی صورت میں پہلی رکعت پڑھتے ہیں یعنی یہ کہ "ثناء اور الحمد اور سورۃ پڑھی جائے گی"۔ مقتدی اکثر بے خیالی میں دو غلطیاں کرتے ہیں اول یہ کہ

1- نماز میں شریک ہوتے ہی ثناء پڑھ لیتے ہیں۔

2- دوسرے یہ کہ التیات کے ساتھ درود شریف اور دعا بھی پڑھ لیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ التیات پڑھ کر اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ کی تکرار کرتا رہے حتیٰ کہ امام سلام پھیر دے۔ "مسبوق" سلام نہیں پھیرے گا بلکہ امام کے سلام پھیرتے ہی اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو جائے گا اور پھر اپنی رکعت پوری کرے گا۔ یعنی قعدہ آخر میں التیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دینا چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نفلی عبادات

دن کی عبادات اور وظائف:-

نماز اشراق: (دن کا پہلا وظیفہ) اشراق کی نماز کی 8 رکعات ہیں، زیادہ تر دو اور چار رکعتیں ادا کرتے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں اشراق کی نماز پڑھنے کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔

- 1- حدیث: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "جو شخص فجر کی نماز باجماعت پڑھ کر اللہ کے ذکر میں مشغول رہا یہاں تک کہ آفتاب نکل کر بلند ہو گیا پھر اس نے دو رکعت نفل پڑھے تو اسے پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔" (ترمذی شریف)
- 2- حدیث: حضرت معاذ بن انسؓ سے مروی ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "جو شخص فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد مصلے پر بیٹھا رہے اس کے بعد 2 رکعت پڑھ کر مصلے سے اٹھے اور ان دونوں نمازوں کے درمیان سوائے اچھی باتوں کے اور کچھ نہ کہے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔" (ابوداؤد)

نماز چاشت: (دن کا دوسرا وظیفہ) چاشت کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ 12 رکعتیں ہیں۔ اس نماز کی ادائیگی آفتاب کے بلند ہونے سے زوال سے پہلے تک ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس نماز پڑھنے کی بھی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔

- 1- حدیث: حضرت ابو زرؓ نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے روایت کی کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "صبح کو تم میں سے ہر ایک شخص کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ ہوتا ہے۔ پس ہر ایک تسبیح (سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے۔ ہر ایک تحمید (الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے، ہر ایک تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے ہر ایک تکبیر (اللہ اکبر کہنا) بھی صدقہ ہے۔ (کسی کو) نیکی کی تلقین کرنا صدقہ ہے اور (کسی کو) برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ اور ان تمام امور کی جگہ دو رکعتیں جو انسان چاشت کے وقت پڑھتا ہے کفایت کرتی ہیں۔" (مسلم شریف، حدیث نمبر 1671)
- 2- حدیث: رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں، اللہ اس کے لیے جنت میں سونے کا ایک محل تعمیر فرمائے گا۔" (جامع ترمذی، حدیث نمبر 473)

- 3- حدیث: سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "جس نے چاشت کی دو رکعتوں کی حفاظت کی اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔" (مسند احمد، حدیث نمبر 2248)
- 4- حدیث: سیدنا بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "انسانی جسم میں (۳۶۰) جوڑ ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ روزانہ ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرے۔" صحابہؓ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ! روزانہ ہر جوڑ کی طرف سے اتنا صدقہ کون کر سکتا ہے؟" آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "مسجد میں پڑی ہوئی تھوک کو وہیں دبا دینا بھی صدقہ ہے، راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے اور اگر تجھے یہ اعمال کرنے کی طاقت بھی نہ ہو تو چاشت کی دو رکعتیں تجھ سے کفایت کریں گی (اور سارے جوڑوں کا صدقہ ادا ہو جائے گا)۔" (مسند احمد، حدیث نمبر 3611)

دن کا تیسرا وظیفہ:- نماز فی الزوال

عبداللہ بن سائبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) سورج ڈھل جانے کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے، اور فرماتے: "یہ ایسا وقت ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ میرا نیک عمل اس میں اوپر چڑھے۔" (جامع ترمذی حدیث نمبر 478)

دن کا چوتھا وظیفہ:- چوتھا وظیفہ عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک ہے۔ یعنی تسبیح (سبحان اللہ کہنا) تحمید (الحمد للہ کہنا) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) تو بہ استغفار اور تلاوت قرآن پاک کرنا۔ اس وقت نفل پڑھنا منع ہیں۔ ہاں علماء کرام نے قضاء عمری پڑھنے کی اس وقت اجازت دی ہے۔

نماز اوایلین: (دن کا پانچواں وظیفہ) مغرب کی نماز کے فرض اور سنت کے بعد یہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس نماز کی کم سے کم چھ اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں نفل ہیں۔

1- حدیث: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "جس نے مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھیں اللہ اس کے لیے جنت میں ایک گھر

بنائے گا۔“ (جامع ترمذی)

2- حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کی، تو ان کا ثواب بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوگا۔“ (جامع ترمذی)

3- حدیث: محمد بن عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو دیکھا کہ وہ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔“ (طبرانی)

صلوۃ الیل: (رات کا وظیفہ) یہ چار رکعت نماز ہیں۔ 2:2 کر کے پڑھی جاتی ہیں۔ یہ عشاء کے بعد، سونے سے پہلے پڑھی جانے والی نماز ہے۔ (بے حد ثواب والی نماز ہے)

شب بیداری:۔ قرآن پاک میں شب بیداری:۔

ترجمہ: ”وہ رات میں کم سو یا کرتے اور پچھلی رات میں استغفار کرتے“۔ (سورہ الذاریات، آیت نمبر 17-18)

”ان کے پہلو بستر سے الگ رہتے اور وہ خوف اور امید سے اپنے رب کو پکارتے“۔ (سورہ السجدہ، آیت نمبر 16)

احادیث میں شب بیداری:۔

شیطان کی خباثت:۔ حدیث شریف میں ہے: ”جب انسان سو جاتا ہے تو شیطان اس کے سر پر تین گرہیں لگاتا ہے پھر جب وہ سو کر اٹھتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، اور جب نماز پڑھتا ہے تو آخری گرہ بھی کھل جاتی ہے اس صورت میں صبح کو آدمی ہشاش بشاش ہوتا ہے ورنہ دوسری صورت میں سست اور چڑچڑا رہتا ہے“۔ (بخاری شریف، حدیث نمبر 1141)

نماز تہجد: (سب سے بہتر نماز)

ترجمہ: ”اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھا کرو، یہ خاص نماز تمہارے لئے ہے قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کر دے جہاں سب تمہاری حمد کریں“۔ (سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر 79)

حدیث: شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد سے بالا اسناد حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”اگر آدمی دو رکعتیں رات کے درمیانی حصے میں پڑھے تو وہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اگر میں اپنی امت پر اس کو بار نہ سمجھتا تو ان دو رکعتوں کو فرض قرار دیتا“۔ (مشکوۃ المصابیح، حدیث نمبر 611)

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”نمازوں کے بعد افضل نمازوں میں سے نصف رات میں پڑھی جانے والی نماز ہے“۔ (مسند احمد)

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”جب رات کا تہائی حصہ باقی رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے ”کون ہے جو مجھے پکارے؟“ کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے بخشش مانگے میں اسے بخش دوں؟ کون ہے جو مجھ سے رزق مانگے میں اس کو رزق عطا کروں؟ کون ہے جو تکلیف کا ازالہ چاہے میں اس کی تکلیف دور کروں؟“ صبح تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے“۔ (بخاری، حدیث نمبر 6321)

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی شب بیداری:۔ حضرت مسروقؓ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں: ”حضور نبی خاتم النبیین ﷺ کو ہر عمل پر مدامت (بیشکی) بہت پسند تھی“، میں نے دریافت کیا ”حضور پاک خاتم النبیین ﷺ رات کے کس حصے میں اٹھتے تھے؟“ فرمایا ”جب صبح کو مرغ کی بانگ سن لیتے تھے۔“ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 1132)

رات کی خاص ساعت:۔ شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد سے چند سندوں سے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ ٹھیک اس ساعت میں اگر بندہ اللہ سے کچھ مانگتا ہے تو اللہ بزرگ و برتر اسے ضرور عطا فرما دیتا ہے اور یہ ساعت ہر رات میں موجود ہے“۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 1771)

نمازِ کسوف اور نمازِ خسوف:- کسوف کا معنی سورج گرہن اور خسوف کا معنی چاند گرہن ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ کے زمانہ میں جس دن (آپ کے صاحبزادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو سورج گرہن لگا۔ لوگوں نے کہا "ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن لگا ہے"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس پر حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ. لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ. فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْزِعُوا لِلصَّلَاةِ." "بے شک سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کے مرنے جینے سے ان کو گرہن نہیں لگتا پس جب تم ان نشانوں کو دیکھو تو نماز پڑھو۔" (مسلم، الصحیح، کتاب الکسوف، باب صلاة الکسوف، 2: 619، رقم: 901)

نمازِ کسوف کا طریقہ:- جب سورج گرہن ہو تو چاہئے کہ امام کے پیچھے دو رکعتیں پڑھے جن میں بہت لمبی قرات ہو اور رکوع سجدے بھی خوب دیر تک ہوں، دو رکعتیں پڑھ کر قبلہ رو بیٹھ رہیں اور سورج صاف ہونے تک اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔

سورج گرہن کی نماز کی نیت: نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل کسوف شمس کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، پیچھے اس امام کے، رُخ میرا قبلہ کی طرف، اللہ اکبر۔

نمازِ خسوف کا طریقہ:- چاند گرہن کے وقت بھی چاند صاف ہونے تک نماز پڑھتے رہیں، مگر علیحدہ علیحدہ اپنے گھروں میں پڑھیں، اس میں جماعت نہیں۔

چاند گرہن کی نماز کی نیت: نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل خسوف قمری، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا قبلہ کی طرف، اللہ اکبر۔

نمازِ جنازہ:- نماز جنازہ ہجرت کے پہلے سال مدینہ منورہ میں فرض ہوئی۔

جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے۔ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر چند آدمی بھی پڑھ لیں تو سب بری الذمہ ہو گئے ورنہ وہ سب گنہگار ہوں گے جن کو خبر پہنچی تھی لیکن وہ نہیں آئے۔ اس کے لیے جماعت شرط نہیں ایک آدمی بھی پڑھ لے تو فرض ادا ہو گیا۔ اس کے دو رکعت ہیں: چار بار تکبیر کہنا اور کھڑے ہو کر پڑھنا۔ اس کی تین سنتیں ہیں: اللہ کی حمد و ثناء کرنا، حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ پر درود پڑھنا اور میت کے لیے دعا کرنا۔ میت سے مراد وہ ہے جو زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا۔ جو مرنا ہوا پیدا ہوا اس کی نماز جنازہ نہیں۔ نیز میت کا سامنے ہونا ضروری ہے غائب کی نماز نہیں۔ کئی میتیں جمع ہو جائیں تو سب کے لیے ایک ہی نماز کافی ہے۔ سب کی نیت کرے اور علیحدہ علیحدہ پڑھے تو افضل ہے۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ:- اس کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مرد کا جنازہ ہو تو امام سر کے بالمقابل کھڑا ہو اور اگر عورت کا جنازہ ہو تو جنازے کے وسط میں کھڑا ہو۔ اس کے بعد نمازِ جنازہ کا فریضہ ادا کرنے کی نیت اس طرح کرے: چار تکبیریں نمازِ جنازہ فرض کفایہ، پھر اللہ اکبر کہہ کر زبرِ ناف ہاتھ باندھ لے اور یہ ثنا پڑھے:

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ بِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَّاؤُكَ وَلَا تَغْيِرْ كَ.

دوسری تکبیر ہاتھ اٹھائے بغیر کہے اور یہ درود پاک پڑھے:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ وَتَبَارَكَ كَمَوْتَرٍ حَمْدٌ عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَى الْوَالِدِ الْهَيْبَةُ كَصَبِيحَةِ جَنَدٍ.

پھر ہاتھ اٹھائے بغیر تیسری تکبیر کہے، میت اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کرے۔ بالغ مرد و عورت دونوں کی نمازِ جنازہ میں یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرْنَا وَنَاسًا----- ترجمہ: "یا اللہ! تو ہمارے زندوں کو بخش اور ہمارے مردوں کو، اور ہمارے حاضر لوگوں کو اور ہمارے غائب لوگوں کو اور ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو اور ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو۔"

پھر یہ دعا پڑھے: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ. "اے اللہ! تو ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔"

پھر جو تھی تکبیر بغیر ہاتھ اٹھائے کہے اور بعد ازاں اَلْسَلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، اَلْسَلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ کہتے ہوئے دائیں بائیں سلام پھیر دے، اس کے بعد صفیں توڑ کر دعا مانگے۔

نوٹ: جنازہ کو کاندھا دینا عبادت اور بہت اجر و ثواب کا باعث ہے۔ یہ جو مشہور ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے جنازے کو کندھا نہیں دے سکتا ہے، نہ منہ دیکھ سکتا ہے، نہ قبر میں اتار سکتا ہے۔۔۔۔۔ یہ سب غلط ہے۔

زبان کی حفاظت

- 1- حدیث: حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نجات کیا ہے؟ فرمایا ”اپنی زبان کو بری باتوں سے روک لو“۔ (ترمذی شریف)
- 2- حدیث: حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”جب انسان صبح اٹھتا ہے تو اس کے جسم کے تمام اعضاء زبان سے کہتے ہیں ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کیونکہ ہم تجھ سے وابستہ ہیں، اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔“ (ترمذی شریف، مسند احمد)
- 3- حدیث: حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”جنت میں بالا خانے ہیں جن کے اندرونی حصے باہر سے اور باہر کے حصے اندر سے نظر آتے ہیں“ ایک اعرابی نے عرض کیا ”یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ وہ کس کے لیے ہوں گے؟“ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”جو اچھی گفتگو کرے“ (ترمذی شریف)
- 4- حدیث: حضرت سفیان بن عبد اللہؓ سے مروی ہے میں نے ایک مرتبہ بارگاہ رسالت میں عرض کیا ”یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ آپ خاتم النبیین ﷺ میرے لیے سب سے زیادہ خطرناک چیز اور سب سے زیادہ نقصان دہ چیز کسے تصور کرتے ہیں تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا ”اسے“ (ترمذی شریف)
- 5- حدیث: ”ایک حدیث میں ہے کہ انسان اپنے پیر سے اتنا نہیں پھسلتا جتنا اپنی زبان سے پھسلتا ہے۔“ (مشکوۃ المصابیح)
- 6- حدیث: ”بخاری شریف کی ایک حدیث ہے بلاشبہ بندہ کبھی ایسا کلمہ اللہ کی ناراضگی کا کہہ دیتا ہے کہ اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کی وجہ سے دوزخ میں اتنا گہرا چلا جاتا ہے، جتنا مشرق اور مغرب میں فاصلہ ہے“ (بخاری)
- 7- حدیث: حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”کہ بعض اوقات بندہ بات کرتا ہے اور محض اس لیے کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے لوگوں کو ہنسائے جبکہ اس کی وجہ سے دوزخ کی آگ گہرائی میں جا گرتا ہے جو زمین اور آسمان کے فاصلے سے زیادہ ہے۔“ (مشکوۃ المصابیح)
- 8- حدیث: حضرت عثمانؓ نے فرمایا ”زبان کی لغزش قدموں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہے“ (ترمذی)
- 9- حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے ”حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا، ”اچھی بات صدقہ ہے“ (بخاری و مسلم)
- 10- حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ یا تو بھلی بات کرے ورنہ خاموشی اختیار کرے (بخاری و مسلم)
- 11- حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ مسلمانوں میں کونسے لوگ افضل ہیں؟ فرمایا ”جن کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ ہیں“۔ (بخاری و مسلم)
- 12- حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے کسی نے کہا ”یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ فلاں عورت دن کو روزہ رکھتی ہے، رات تہجد پڑھتی ہے مگر بداخلاق ہے، ہمسایوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے“۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”اس میں کچھ خیر نہیں ہے۔ وہ دوزخیوں میں سے ہے۔“ (السلسلۃ الصحیحۃ، مسند احمد)
- 13- حضرت سفیان بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ مجھے ایسا امر بتائیں جسے میں مضبوطی سے پکڑ لوں“۔ فرمایا ”کہہ میرا پروردگار اللہ ہے، اور اس پر ثبات قدم رہ“، میں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میرے بارے میں آپ خاتم النبیین ﷺ کو کس چیز کا زیادہ خطرہ ہے وہ کیا چیز ہے؟“ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا ”وہ یہ ہے“ (ترمذی)
- 14- حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ گفتگو زیادہ نہ کیا کرو، کیونکہ ذکر کے علاوہ زیادہ کلام

کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ درودہ شخص ہوتا ہے جس کا دل سخت ہو، (ترمذی)

15۔ حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”جس کو اللہ تعالیٰ نے زبان اور شرم گاہ کی برائی سے محفوظ رکھا وہ جنت میں داخل ہوگا“ (ترمذی)

16۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں میں نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے پوچھا ”یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نجات کیا ہے؟“ فرمایا ”اپنی زبان کو کنٹرول کرو اور تمہارا گھر تمہیں اپنے اندر سالے (یعنی فتنہ اور شر سے بچتے ہوئے گھر پر رہو اور گناہوں پر روتے رہو)“ (ترمذی)

17۔ حضرت معاذؓ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے جانثار صحابہ میں سے تھے وہ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے عرض کیا ”یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے دوزخ سے دور کر دے اور جنت میں داخل کر دے“ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”اے معاذؓ تم نے ایک عظیم سوال کیا ہے۔ البتہ یہ اس کے لیے آسان ہے جسے اللہ توفیق عطا فرمائیں“۔ پھر فرمایا: ”تو اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر، رمضان کے روزے رکھ، بیت اللہ کا حج کر (اگر استطاعت ہو تو)، پھر فرمایا ”کیا میں تجھے خیر اور نیکی کے دروازے نہ بتا دوں؟ یا درکھ، روزہ آتش جہنم سے ڈھال ہے۔ صدقہ کرنا گناہ کے اشک کو زائل کر دیتا ہے جیسے پانی آگ کو اور رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنا“۔ پھر فرمایا ”کیا میں تمہیں دین کا سر، اس کا ستون، اس کی بلندی نہ بتا دوں؟ دین کی جڑ اسلام ہے۔ اس کا ستون نماز ہے۔ اور اس کی کوہان جہاد ہے“۔ پھر فرمایا ”کیا میں اس چیز کی تجھے خبر نہ دوں جس کے ذریعے تو ان سب پر قابو پاسکے؟“ میں نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ضرور۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا ”اس کو اپنے لیے وبال بننے سے روک رکھنا“ میں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کیا زبانوں پر بھی (کلام پر بھی) ہماری گرفت ہوگی؟“ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”اے معاذؓ میں تو تجھے بہت عقلمند آدمی سمجھتا تھا“ پھر فرمایا ”لوگوں کو جہنم میں منہ کے بل گرانے والی جو چیز ہوگی وہ ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہی تو ہوں گی“ (ترمذی)

18۔ حضرت علیؓ کا فرمان ہے ”زبان وہ درندہ ہے کہ چھوڑ دو تو کاٹ کھائے اور آپؐ کا فرمان ہے بہت سے الفاظ نعمتیں چھین لیتے ہیں“۔

19۔ حضرت عیسیٰؑ کی خدمت میں جا کر کچھ لوگوں نے عرض کیا کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے جنت مل جائے، آپؑ نے فرمایا ”کبھی مت بولو“ لوگوں نے کہا ایسا تو نہیں ہو سکتا آپؑ نے کہا پھر ”اچھی بات کے علاوہ منہ سے کچھ نہ نکالو“۔

20۔ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطابؓ نے دیکھا کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر کھینچ رہے ہیں، پوچھا ”اے نائب رسول خاتم النبیین ﷺ یہ آپؐ کیا کر رہے ہیں؟“ فرمایا ”اس نے مجھے ناکوں چنے چبوائے ہیں“ اور میں نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے سنا فرما رہے تھے کہ ”جسم میں کوئی عضو ایسا نہیں جو زبان کی تیزی کی شکایت اللہ تعالیٰ سے نہ کرتا ہو“۔ (السلسلۃ الصحیحہ)

21۔ امیر المومنین عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں ”اگر انسان میں 9 حصے اخلاق حسنہ ہوں اور ایک حصہ اخلاق بد تو یہ دسواں حصہ نوحصوں پر غالب آجائے گا۔“

22۔ حضرت وہب بن ورداءؓ فرماتے ہیں ”عافیت کے 10 حصے ہیں اس میں سے 9 حصے صرف خاموشی میں ہیں اور ایک حصہ لوگوں سے دور بھاگنے میں ہے۔“

23۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ”اللہ کے ذکر کے علاوہ کوئی ذکر کثرت سے نہ کرو، ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور سخت دل اللہ تعالیٰ سے دور ہوتے ہیں لیکن تمہیں اس کا علم نہیں ہے۔“

24۔ کہتے ہیں حکیم لقمان علیہ السلام غلام تھے پہلی حکمت جو ان پر ظاہر ہوئی وہ یہ تھی کہ ایک دن ان کے آقاؐ نے کہا لقمانؑ ایک بکری ذبح کرو اور اس کے گوشت کا بہترین حصہ (کلڑا) ہمارے پاس لاؤ۔ آپؑ نے بکری ذبح کی اور اس کا دل اور اس کی زبان لا کر آقاؐ کے سامنے رکھ دیئے۔ ایک بار پھر آقاؐ نے کہا اے لقمانؑ ایک بکری ذبح کرو اور اس گوشت کا بدترین ٹکڑا ہمارے پاس لاؤ۔ آپؑ نے بکری ذبح کی اور پھر اس کا دل اور زبان لا کر آقاؐ کے سامنے رکھ دیئے۔ آقاؐ نے وجہ پوچھی تو فرمایا ”مالک یہ دونوں بہتر ہوں تو پورے بدن میں ان سے بہتر کوئی حصہ نہیں اور اگر یہی خراب ہو جائیں تو پورے بدن میں ان سے بڑھ کر برا حصہ کوئی نہیں۔“

25۔ حضرت ربیع بن خثیمؓ جب صبح کو اٹھتے تو کاغذ قلم اپنے پاس رکھتے اور جتنی باتیں دن میں کرتے، اسے لکھ لیتے رات کو دیکھتے کہ ان باتوں میں کوئی ایسی بات ہے جو نہ کرتا تب بھی کام چل جاتا، پھر اپنا محاسبہ کرتے انہوں نے چالیس برس تک یہ محاسبہ کیا۔ مرتے وقت اپنی زبان مبارک نکال کر فرمایا ”یہ مجھے مصائب میں گرفتار کرائے گی۔“

مسواک (ایک اہم سنت)

مسواک کرنا نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔

احادیث مبارکہ:

- 1- حدیث: رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "چار باتیں انبیاء و رسل کی سنت میں سے ہیں:
 - i- حیا کرنا ii- عطر لگانا iii- مسواک کرنا iv- نکاح کرنا" (جامع ترمذی، حدیث نمبر 1080-مسند احمد، حدیث نمبر 685-مشکوٰۃ المصابیح، حدیث نمبر 382)
- 2- حدیث: رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "اگر مجھے اپنی امت یا لوگوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لیے ان کو مسواک کا حکم دے دیتا"۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 887)
- 3- حدیث: سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "اگر مجھے اپنی امت پر مشقت ڈالنے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے لیے وضو کرنے، ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے اور نمازِ عشا کو ایک تہائی رات تک مؤخر کرنے کا حکم دے دیتا"۔ (مسند احمد، حدیث نمبر 720)
- 4- حدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ مسواک کر کے مجھے دھونے کے لیے دیتے تو میں خود اس سے مسواک شروع کر دیتی پھر اسے دھو کر آپ خاتم النبیین ﷺ کو دے دیتی"۔ (سنن ابی داؤد: 52)
- 5- حدیث: "نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ جب بھی رات کو یا دن کو سو کر اٹھتے تو وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے تھے"۔ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 57)
- 6- حدیث: سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "مسواک کرنا منہ کو پاک کرنے والا اور رب تعالیٰ کو راضی کرنے والا عمل ہے"۔ (مسند احمد، حدیث نمبر 550)
- 7- حدیث: رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "مسواک کرو اس لیے کہ مسواک منہ کو پاک کرنے کا ذریعہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا سبب ہے، جبرائیل علیہ السلام جب بھی میرے پاس آئے تو انہوں نے مجھے مسواک کی وصیت کی، یہاں تک کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں میرے اور میری امت کے اوپر اسے فرض نہ کر دیا جائے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ مجھے ڈر ہے کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو امت پر مسواک کو فرض کر دیتا، اور میں خود اس قدر مسواک کرتا ہوں کہ مجھے ڈر ہونے لگتا ہے کہ کہیں میں اپنے مسوڑھوں کو نہ چھیل ڈالوں"۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 289)
- 8- حدیث: رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مسواک کرنا، مونچھ کاٹنا، ناخن کاٹنا، بغل کے بال اکھڑنا، ناف کے نیچے کا بال صاف کرنا، انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، اور وضو کے بعد شراب گاہ پر پانی کا چھینٹا مارنا، اور ختنہ کرنا فطرت میں سے ہیں"۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 294)
- 9- حدیث: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"دور کعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں افضل ہیں مسواک کے بغیر ستر کعتوں سے"۔ (ابو نعیم)
- 10- حدیث: سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا، مسواک کی، خشبو لگائی، عمدہ کپڑے پہنے، نماز پڑھی اور امام کے بعد خاموش رہا تو اللہ عز و جل اس کے تمام گناہوں کو جو اس سے پورے ہفتے میں ہوئے تھے معاف فرما دیتے ہیں"۔ (شرح معانی الآثار)

صحابہ کرامؓ اور مسواک:

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی پیاری پیاری سنتوں پر صحابہ کرامؓ خوب عمل کیا کرتے تھے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ مسواک کو اپنے پاس رکھا کرتے تھے تا کہ جب بھی مسواک کی ضرورت ہو مسواک کی جاسکے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے اس عمل مبارک کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرامؓ بھی مسواک کو اپنے پاس رکھتے تھے۔

1- ترمذی نے حضرت ابوسلمہؓ سے حضرت زیدؓ کا یہ معمول نقل کیا ہے "وہ کانوں پر مسواک رکھا کرتے تھے جبکہ صحابہ کرامؓ عمامہ مبارک کے بیچ میں بھی مسواک رکھا کرتے تھے" - (شامی)

2- حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ: "مسواک کو لازم کرلو۔ اس میں غفلت نہ کرو چونکہ مسواک میں 24 خوبیاں ہیں اور سب سے بڑی اور اہم خوبی یہ ہے کہ اس سے اللہ راضی ہوتا ہے، مالدار اور کشادگی پیدا ہوتی ہے، مسوڑے مضبوط ہوتے ہیں، منہ میں خوشبو پیدا ہوتی ہے، درد میں سکون ہوتا ہے، داڑھ کا درڈھیک ہو جاتا ہے اور چہرے کے نور اور دانتوں کی چمک کی وجہ سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں" - (قشیری)

3- حضرت حسان بن عطیہؓ فرماتے ہیں کہ: "مسواک کرنا نصف ایمان ہے اور وضو بھی نصف ایمان ہے" - (شرح احیاء)

4- حضرت عائشہؓ کا فرمان ہے: "مسواک موت کے علاوہ ہر چیز (ہر مرض) سے شفا ہے" - (دیلمی)

5- حضرت علیؓ کا قول ہے: "تمہارے منہ قرآن پاک کے راستے ہیں اس لئے ان کو مسواک کے ذریعے خوب صاف کیا کرو" - (ابونعیم، ابن ماجہ)

6- حضرت علیؓ کا قول ہے: "مسواک حافظہ کو تیز کرتی ہے اور بگم ختم کرتی ہے" - (مراقی الفلاح)

تحقیق کے مطابق دانتوں کے ایک ڈاکٹر نے بتایا کہ مسواک اور دانت لازم و ملزوم ہیں۔ مسواک میں کیلشیم اور فاسفورس وافر مقدار میں ہوتی ہے۔ اس لئے پیلو کا درخت جس کی مسواک سب سے اچھی ہوتی ہے۔ وہ قبرستان میں اگتا ہے۔ کیلشیم اور فاسفورس کی موجودگی میں دانتوں میں جراثیم نہیں رہتے۔

دو چیزوں میں جراثیم بھی نہیں رہتے: 1- مٹی کا برتن 2- مسواک

مسواک کرنے کا طریقہ:

☆ مسواک کو اس طرح پکڑیں کہ چھوٹی انگلی مسواک کے نیچے آئے اور درمیان کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر ہو۔

☆ ناقابل استعمال مسواک کو کوڑے میں نہ پھینکیں بلکہ پانی میں بہادیں یا کسی کیاری، گملے یا مٹی میں دفن کر دیں۔

مسواک کرنے کے فائدے:

مسواک کے وہ فضائل جن کو آنحضرت کرامؐ نے حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عطاءؓ سے نقل کیے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

1- مسواک کو لازم کرلو اس میں پروردگار کی خوشنودی ہے۔

2- مسواک کیا کرو اس سے نماز میں ننانوے سے لے کر چار سو گناہ تک اضافہ کیا جاتا ہے۔

3- مسواک دانتوں کو مضبوط کرتی ہے، بینائی کو تیز کرتی ہے، بگم ختم کرتی ہے اور معدہ کو ٹھیک رکھتی ہے۔ اس طرح تمام جسم کو قوت عطا کرتی ہے۔

4- مسواک دانتوں کو سفید کرتی ہے، حلق اور زبان کو صاف کرتی ہے، منہ کو خوشبودار بناتی ہے، رطوبت کو دور کرتی ہے، سمجھ کو تیز کرتی ہے اور بینائی کے لئے فائدہ مند ہے۔

5- مسواک ذہن کو صاف کرتی ہے۔ فرشتوں اور انبیاء کرام علیہ السلام کو خوش کرتی ہے۔

6- مسواک کرنے والے سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں اور انبیاء کرام علیہ السلام اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

7- مسواک کرنے سے سر کا درد، بلڈ پریشر اور پیٹ کا درد ختم ہو جاتا ہے اور مسواک بڑھاپے کو دیر سے لاتی ہے۔

8- مسواک نزاع کے وقت کلمہ شہادت یاد دلاتی ہے اور حالت نزاع کو جلد ختم کرنے والی ہے۔

9- ہر روز فرشتے اس کو انبیاء کرام علیہ السلام کے طریقے پر چلنے والا کہتے ہیں۔

10- مسواک پر ہیئگی اختیار کرنے سے کشادگی اور مالداری پیدا ہوتی ہے اور روزی آسان ہو جاتی ہے۔

عرب لوگ ہر عمل اور ہر نماز سے پہلے مسواک کرتے ہیں اس لئے کہ ان کی ہڈیوں اور خون میں مسواک رچ بس گئی ہے۔

اللہ عزوجل ہم سب کو بھی اس اہم سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

موسیقی کی حرمت

تمام مسلمانوں کے لیے آخری اتھارٹی قرآن وحدیث ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ہے: ”خبردار رہو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اسکے ساتھ ویسی ہی ایک اور چیز ہے۔ خبردار ایسا نہ ہو کہ کوئی پیٹ بھرا شخص اپنی مسند پر بیٹھا ہو ایہ کہنے لگے کہ بس تم قرآن کی پیروی کرو جو کچھ اس میں حلال ہے اسے حلال سمجھو اور جو کچھ اس میں حرام ہے اسے حرام سمجھو حالانکہ دراصل جو کچھ اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ حرام قرار دیں وہ ویسا ہی حرام ہے جیسا اللہ کا حرام کیا ہوا۔“ (ابوداؤد۔ کتاب سنہ) (مشکوٰۃ، جلد اول، حدیث نمبر 163)

قرآن پاک، سورۃ الاحزاب آیت نمبر 36 میں فرمان الہی ہے:

ترجمہ: ”کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر اسے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔“

موسیقی اور گانا بجانے کے متعلق قرآن پاک کا فیصلہ۔

1- قرآن پاک سے پہلی دلیل: سورۃ لقمان آیت نمبر 6 میں فرمان خداوندی ہے ترجمہ: ”بعض لوگ ایسے ہیں جو کلام دلفریب (لھوالحدیث) خریدتے ہیں۔ تاکہ بغیر کسی دلیل کے اللہ کی راہ سے بھٹکائیں۔ اور اسے مذاق بنائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ لھوالحدیث کی تشریح کرتے ہیں کہ اس سے مراد گانا بجانا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ کلمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے تین بار دہرایا۔

علامہ ابن جریر طبریؒ اپنی تفسیر ”جامع البیان“ میں لکھتے ہیں کہ مفسرین کے مطابق ”لھوالحدیث“ کی اصلاح تین معنوں میں استعمال کی جاسکتی ہے۔ 1- گانا سننے اور گانا گانے کے معنی میں۔ 2- گانا گانے والے مرد اور عورت کی خدمات حاصل کرنے کا کاروبار کرنا۔ 3- آلات موسیقی کی خریداری۔ (تفسیر طبری)

2- قرآن پاک سے دوسری دلیل: سورۃ نجم آیت نمبر 59-62 میں فرمان خداوندی ہے:

ترجمہ: ”اب کیا یہ وہی باتیں ہیں جن پر تم اظہار تعجب کرتے ہو؟ اور ہنستے ہو اور رو تے نہیں ہو اور گانا بجا کر اسے ٹالتے ہو۔ جھک جاؤ اللہ کے آگے اور اس کی بندگی بجالاؤ۔“

3- قرآن پاک سے تیسری دلیل: سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 64 میں فرمان خداوندی ہے:

ترجمہ: ”تُو (شیطان) جس جس کو اپنی آواز سے مہسلا سکتا ہے۔ مہسلا لے ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالا۔ مال اور دولت میں ان کے ساتھ سانچا لگا اور ان کو وعدوں کے جال میں پھانس۔ اور شیطان کے وعدے ایک دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔“

حضرت ابن عباسؓ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت ضحاکؒ اور حضرت مجاہدؒ کے مطابق اس سے ہوا والے آلات مراد ہیں۔ یعنی دف، ڈھول اور بانسری وغیرہ۔ ابن عباسؓ کے مطابق اس سے مراد ہر وہ آواز ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف دعوت دے۔

موسیقی اور گانا بجانے سے متعلق حدیث کا فیصلہ۔

حدیث نمبر 1: حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔“ (مشکوٰۃ)

حدیث نمبر 2: حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”عنقریب میری امت کے لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل دیں گے۔ ان کے سروں پر ناچ گانے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو زمین میں دھنسا دے گا۔ اور ان میں سے بعض کو خنزیر اور بندر بنا دے گا۔“ (سنن ابن ماجہ: 4020-جامع ترمذی: 2212)

حدیث نمبر 3: نبی خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے شراب۔ جوئے اور طبلہ کو حرام فرمایا ہے نیز ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔“ (مسند احمد۔ جلد 7، حدیث نمبر 7514)

حدیث نمبر 4: حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر شراب جوئے اور بانسری کو حرام کیا۔ اور مجھے ان چیزوں کے بدلے میں وتر

کی نماز سے نوازا گیا۔“ (جامع صغیر شیخ ناصر الدین بانی)

حدیث نمبر 5: حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”دو قسم کی آوازیں ایسی ہیں جن پر دنیا اور آخرت دونوں پر لعنت کی گئی ہے۔“ (1) ایک تو خوشی کے موقع پر گانے بجانے کی آواز (2) مصیبت کے وقت نوحہ کی آواز۔ (اس حدیث کو حضرت انسؓ سے علامہ سیوطیؒ نے جامع صغیر میں صحیح قرار دیا۔)

حدیث نمبر 6: حضرت علیؓ سے روایت ہے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ ”میں آلات موسیقی توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔“ (مشکوٰۃ المصابیح: 3654)

حدیث نمبر 7: حضرت نافعؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک مرتبہ ایک چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنی سواری کو راستے سے موڑ لیا پھر کہنے لگے ”نافع آواز آرہی ہے؟“ میں نے عرض کی ”جی“ آپؓ چلتے رہے حتیٰ کہ میں نے عرض کیا کہ ”اب آواز نہیں آرہی ہے۔“ تو آپؓ نے اپنے کانوں سے انگلیاں ہٹالیں اور پھر اس راستے پر آگئے۔ پھر فرمایا ”میں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو دیکھا تھا آپ خاتم النبیین ﷺ نے چرواہے کی بانسری کی آواز سن کر ایسا کیا تھا۔“ (اس حدیث کو ابن حجر عسقلانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔ (سنن ابی داؤد، جلد 4، حدیث نمبر 4924، ابن ماجہ جلد سوئم۔ حدیث نمبر 1901)

حدیث نمبر 8: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”اس امت میں زمین میں دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش ہونے کے واقعات ہوں گے۔“ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے پوچھا ”یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) ایسا کب ہوگا؟“ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”جب باجوں کا رواج اور گانے والی عورتوں کا رواج عام ہو جائے گا اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی۔“ (السلسلۃ الصحیحہ: 2695)

قرآن پاک میں اسلام کا ایک طریقہ بتایا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ”برائی کو مٹا دینے سے پہلے ہی دبا دیا جائے۔“

علامہ ابن قیمؒ ”اسلام کی اس پیش بندی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ اسلام کے بعض علماء کے نزدیک ”دفع کا استعمال مکروہ ہے۔“

اس لئے کہ احتیاطاً بعض مباحت (جائز چیزیں) بھی منع ہیں کہ یہ معاشرے میں ناجائز اعمال کا دروازہ کھل جانے کا باعث بن سکتے ہیں۔ قرآن پاک سورۃ شعرا آیت نمبر 227-224 ترجمہ: ”اور شاعروں کی اتباع گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ شاعر تمام وادیوں میں گھومتے ہیں (ہر کسی کا قصیدہ کہتے ہیں) اور وہ لوگ وہ کہتے ہیں جو وہ خود نہیں کرتے سوائے ان کے جو ایک اللہ (واحد) پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اعمال صالح کرتے ہیں۔ اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔“

مندرجہ بالا آیات میں شاعروں میں سے وہ شاعر شامل نہیں جو کثرت سے ذکر اللہ میں مصروف رہتے ہیں اسلام میں ایسے شاعر کم ہیں بہر حال ان پر اسلامی قانون کے تحت کوئی بندش نہیں ایک عظیم صوفی شاعر (برصغیر کے) سلطان باہو نے اپنے ایک شعر میں فرمایا۔

جو دم غافل سو دم کافر

مرشد ایبہ پڑھایا ہو

ترجمہ: ”جو لحاظ اللہ کے ذکر سے غافل کریں وہ دراصل نافرمانی میں گزرے یہ سبق میرے مرشد نے پڑھایا ہے۔“

قرآن کلام رحمان اور موسیقی کلام شیطان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دو طرح کی قوتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ 1- روح ملائکہ اور 2- روح بہیمہ (جانوروں والی روح) اگر موسیقی ملکوئی روح پر اثر انداز ہوتی تو جانور موسیقی کا اثر قبول نہ کرتے مگر یہ مشاہدے کی بات ہے کہ موسیقی جانوروں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ موسیقی کے زیر اثر اونٹ تیز بھاگتے ہیں۔ گائے دودھ زیادہ دیتی ہے۔ سور چارہ زیادہ کھاتے ہیں۔ سانپ بانسری کی دھن پر مسحور ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ کہتے ہیں ”موسیقی سننے سے جو چیز سرور پاتی ہے وہ انسان کی حیوانی روح ہے۔ روح ملکئہ نہیں ہے۔ موسیقی سننے سے حیوانی روح سکون پاتی ہے۔ اور روح ملکئہ عارضی طور پر مصروف ہو جاتی ہے۔ روح ملکئہ یہ سکون قرآن سن کر پاتی ہے۔ قرآن ایک آسمانی الہام ہے۔ اسی طرح ہماری روح بھی آسمانی ہے۔ لہذا ذکر اللہ ہماری ملکئہ روح کو غدا فراہم کرتا ہے اس لیے سماع اگر عشق حقیقی پر مبنی ہے تو وہ جائز ہے۔ (صوفی شاعر عارفانہ کلام پڑھنے والے)

موسیقی سے متعلق صحابہ کرامؓ، اور اسلامی سکالرز کا نقطہ نظر: تمام صحابہ کرامؓ اس بات پر متفق ہیں کہ موسیقی، موسیقی کے آلات، گانا بجانا اور ناچ اسلام میں ممنوع ہیں۔

1- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ: آپ خاتم النبیین ﷺ کے نامور صحابیؓ موسیقی اور موسیقی کے آلات کے متعلق کہتے ہیں۔ ”گانا بجانا دل کے اندر نفاق پیدا کرتا ہے۔“

(دارالبیان جلد 1)

2- حضرت عبداللہ بن عباسؓ: ”دف بجانا منع ہے اور آلات موسیقی کا استعمال بھی منع ہے۔“ (علامہ ابن القیمؒ دارالبیان)

3- قاسمؓ ابن محمد: حضرت عائشہؓ کے بھتیجے قاسمؓ ابن محمد تھے۔ ان کا شمار مدینہ کے سات بڑے فقہاء میں ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے ان سے موسیقی اور گانے کے بارے میں سوال کیا۔ تو قاسمؓ نے جواب دیا کہ ”میں اس کو ناپسند کرتا ہوں اور لوگوں کو گانے بجانے سے منع کرتا ہوں۔“ اس آدمی نے مزید پوچھا: حضور کیا یہ مطلق حرام ہے؟

امام قاسمؓ نے جواب دیا: ”بھتیجے میری بات غور سے سن۔ کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حق کو باطل سے الگ کر کے دکھائیں گے تو تم خود سوچو کہ اس وقت اللہ تعالیٰ موسیقی اور اس کے آلات اور گانا بجانے والے کو کس پلڑے میں رکھیں گے؟“

4- حضرت حسن بصریؒ: ”دف بجانے کا مسلمانوں کے معمولات سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور عبداللہ ابن مسعودؓ کے شاگرد اسے توڑ دیا کرتے تھے۔“
آئمہ اربعہ کی رائے (چاروں اماموں کی رائے)

1- حضرت امام ابوحنیفہؒ: امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے مطابق ہر قسم کے موسیقی کے آلات ہاتھ سے بجانے والے ڈھول، طبلے، حتیٰ کہ چھڑیوں کے ٹکرانے سے آواز یا ساز پیدا کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

2- امام شافعیؒ: امام شافعیؒ کے مطابق موسیقی حرام ہے اور گانا ایک مکروہ عمل ہے۔

3- امام مالکؒ: آلات موسیقی اور موسیقی حرام ہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک موسیقی حرام ہے۔

4- امام احمد بن حنبلؒ: امام ابن جوزی اپنی کتاب ”تلبیس ابلیس“ میں لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک موسیقی اور گانا بجانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے اور ان کے بیٹے عبداللہؒ کا کہنا ہے کہ وہ موسیقی کو ناپسند کرتے تھے۔ (امام احمد بن حنبلؒ)

5- حضرت ضحاکؒ: ”موسیقی اور گانا بجانا دولت کی تباہی اللہ کی ناراضگی اور دل کی بربادی کا ذریعہ بنتے ہیں۔“ (علامہ عبدالرحمان، تلبیس ابلیس)۔

6- حارث ابن اسد المحاسبیؒ: ”ہمارے لیے آلات موسیقی اور موسیقی اور گانا بجانا ایسا حرام ہے۔ جیسے کہ مردہ جانور کا گوشت کھانا۔“

تاہم اسلامی سکالرز کی ایک بہت ہی قلیل تعداد اس بات پر متفق ہے کہ عید کے مواقع پر اور ایسے شادی بیاہ کے مواقع پر جن میں مرد اور عورتیں اکٹھی نہ ہوں۔ عورتوں کی آواز مرد نہ سنیں اس صورت میں دف کی اجازت ہے۔ لیکن صرف دف کی، ڈھول یا کسی اور میوزک کی نہیں۔ اور یہ جواز ان اسلامی سکالرز نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی مدینہ میں آمد پر لڑکیوں کی خوشی اور گانا گانے سے لیا ہے۔

لیکن اسلام جانتا ہے کہ اگر انسان کو معاشرے میں شیطانیات کے حوالے کر دیا جائے تو وہ بے حس ہو کر رہ جائے گا۔ اس لیے اگر بچوں کو شہوانی مناظر، شہوت ابھارنے والے میوزک اور نامناسب ناچ گانے والے ماحول میں رہنے دیا جائے تو جنسی اقدار کے سلسلے میں ان کا تمام نظریہ گہنا کر رہ جائے گا اور ان کی اخلاقی قدروں کی صحیح پہچان بچپن ہی سے ختم ہو جائے گی۔ اور یہ بات ان کی فطرت کے منہ سے ہونے کا سبب ہوگی۔

عربی زبان میں آلات موسیقی کو ”ملاہی“ کہا جاتا ہے۔ ”ملاہی“: یعنی ایسے آلات جو اللہ کی یاد سے غافل کرتے ہیں۔

مجدد اور اسلامی سکالر امام ابن تیمیہؒ اپنے مجموعے ”الفتاویٰ“ میں لکھتے ہیں: ”چاروں مکتب فکر کے اماموں کے مطابق موسیقی کے تمام آلات جو دل کو خوش کریں اسلام میں حرام ہیں۔“

نبی خاتم النبیین ﷺ کی امت ہونے کے ناطے اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی دعا کی وجہ سے امت مسلمہ کے چہرے بظاہر اگر نہ بگڑیں تو اور بات ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ نافرمانوں کے قلوب مسخ ہو جاتے ہیں اور جن کے قلوب مسخ ہو جاتے ہیں۔ ان کو توبہ کی توفیق نہیں رہتی۔ کوئی بات ان کو شریعت کے خلاف نہیں لگتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سمجھ، عقل اور فہم عطا فرمائے۔ (آمین)

سود کی حرمت

سود ایک برائی ہے۔ کیونکہ یہ حرام ہے اور یہ ایک حرام خوری ہے۔ قرآن مجید میں (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 275) میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا يَقْضِيهِمُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسْ

ترجمہ: ”وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن ایسے اپنی قبروں سے اٹھیں گے جیسے کسی شیطان نے چھو کر اسے مَجْبُوطِ الْحَواس بنا دیا ہو۔“ (یعنی جیسے کسی پر جن آگیا ہو۔) قیامت کے دن سود خور اس فاج زدہ شخص کی طرح کھڑے کیے جائیں گے جس طرح کہ اس کے حواس ہی کام نہ کر رہیں ہوں یعنی اس کے اوسان خطا ہو چکے ہوں۔

قرآن پاک میں سورۃ البقرہ، آیت نمبر 275 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ذَلِكْ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا

ترجمہ: ”یہ حالت ان کی اس لیے ہوگی کہ انہوں نے کہا ہے کہ بے شک تجارت بھی سود کی مانند ہے۔“

یعنی ان کی یہ حالت حلال اور حرام کو ایک کرنے کی وجہ سے ہوگی۔ یعنی انہوں نے کہا ہے کہ جیسے سودا ہے ویسے ہی سود ہے۔

روزِ محشر سود خوروں کا حواس باختہ ہونا اس وجہ سے ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ سود لینا ایک نفع ہی تو ہے چونکہ انہوں نے کہا ہے کہ سودا اور تجارت سود کی مانند ہے یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کے باعث سود خوروں کو قیامت کے دن شیطان زدوں کی طرح کھڑا کیا جائے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 275)

وَاحْلِلَ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ط

ترجمہ: ”سود کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور تجارت کو حلال قرار دیا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ اگر قرض دے کر سود کے ذریعہ نفع کماتو یہ حرام ہے۔ سورۃ البقرہ میں ہی فرمایا:

فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ ط وَأَمْرِ إِلَى اللَّهِ ط (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 275)

ترجمہ: ”تو جسے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اس کا کام اللہ کے سپرد ہے۔“

وہ لوگ جن تک قرآن کا حکم نہیں پہنچا تھا وہ سود لیتے اور دیتے رہے جب قرآن کا حکم آگیا تو انہوں نے سود کو ختم کر دیا تو ان کے لیے فرمایا جنہوں نے سود چھوڑ دیا ان کا پہلا لیاد یا اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اور فرمایا۔

وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ط (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 275)

ترجمہ: ”اور جو کوئی پھر سود لینے لگے تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔“ یعنی جنہوں نے نصیحت الہی اور فرمانِ مصطفیٰ خاتم

النَّبیین ﷺ سن کر بھی سود اور سودی نظام نہ چھوڑا وہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں جلتے رہیں گے۔

سود خوروں کے خلاف اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سود ترک کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذُرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود۔ اگر تم سچے مومن ہو۔“ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 278)

یہاں اہل ایمان کو آواز دی گئی ہے کہ اگر تم سچے مسلمان ہو۔ قرآن اور اسلام پر ایمان لانے والے اللہ کو اپنا معبود اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو اپنا نبی

ماننے والے ہو تو سود کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ چونکہ سود ختم کرنے کا اعلان آچکا ہے۔ اس لیے پہلے جو سود تم لے چکے ہو وہ گزر چکا ہے اب سود کا لین دین بند کرو۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے سود خوروں سے اعلانِ جنگ کرتے ہوئے فرمایا:

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ج

(سورۃ البقرہ، آیت نمبر 279)

ترجمہ: ”اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔“

اے مسلم قوم تمہیں دو راستوں میں سے ایک راستہ قبول کرنا ہوگا۔ اگر اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کے راستے پر چلنا چاہتے ہو تو سودی نظام کو

لات مارنی ہوگی۔ اور اگر سود کی راہ پر چلنا چاہتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے خود کو تیار کرنا ہوگا۔

اللہ پاک اس کے بعد فرماتے ہیں۔ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 279)

وَإِنْ تَبَيَّنَ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ

ترجمہ:- ”اگر تم یہ کر لیتے ہو اور سود کو چھوڑ دیتے ہو تو تمہارے لیے وہ تمہارا اصل مال ہے۔ اس طرح کہ تم کسی پر ظلم نہ کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔“

اللہ پاک سورۃ البقرہ، آیت نمبر 276 میں فرماتے ہیں۔ يَمْحُكُمُ اللَّهُ الْبَرْقَ وَالزَّلَازِلَ يُزَيِّبُ الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ

ترجمہ:- ”اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ کسی ناشکرے گناہگار کو پسند نہیں کرتا۔“

سودی نظام ظلم کا نظام ہے:- قرآن پاک نے یہودیوں کے ان بڑے بڑے جرائم اور مظالم کی نشاندہی کی ہے۔ جسکی وجہ سے ان پر عذاب آیا اور ان کی

سلطنت چھین لی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال رزق ختم کر دیا۔ ان کا اقتصادی نظام ختم ہو گیا۔ قرآن پاک نے یہودیوں کے ہولناک مظالم سے ان کے

سودی نظام کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ سورہ النساء، آیت نمبر 160 میں ارشاد خداوندی ہے:

فَظَلَمُوا مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَزَنًا عَلَيْهِمْ طَبِيبَاتٌ أُحِلَّ لَهُمْ وَبَصَدَّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا

ترجمہ:- ”ان (یہودیوں کے) بڑے مظالم کے سبب ہم نے بعض ستھری چیزیں جو ان کے لیے حلال تھیں ان پر حرام کر دیں اور اس لیے کہ انہوں نے بہت سے لوگوں

کو اللہ کی راہ سے روکا،“ یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ النساء، آیت نمبر 160 میں فرمایا:

ترجمہ:- ”اور اس لیے کہ وہ سود لیتے تھے۔ سودی نظام پر کاروبار چلاتے تھے۔ حالانکہ انہیں سود کا نظام چھوڑنے کا حکم تھا۔ اس وجہ سے بھی یہودیوں کو تباہ کر دیا گیا۔“

حدیث نبوی خاتم النبیین ﷺ میں سود خوری پر وعید (دھمکی، تنبیہ):-

1- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ ”سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو:

1:- اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔ 2:- کسی کو ناحق قتل کرنا۔ 3:- سود کھانا۔ 4:- یتیم کا مال کھانا۔ 5:- جنگ کے روز پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔ 6:- جادو کرنا۔

7:- تہمت لگانا۔“ (صحیح بخاری حدیث نمبر 6857-صحیح مسلم حدیث نمبر 262)

2- حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ”نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے سود کھانے، سود کھلانے، سود تحریر کرنے یا سود کا حساب لگانے یا سود پر شہادت دینے والوں پر لعنت

فرمائی ہے“ اور فرمایا ”سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں“۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 4093-جامع ترمذی حدیث نمبر 1206)

3- حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے اپنی زبان سے جن لوگوں کو ملعون (لعنت) فرمایا۔ ان میں سود خور بھی شامل ہیں۔ (مسلم)

4- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”سود کے 70 درجے ہیں اور ادنیٰ درجہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے“۔ (مشکوٰۃ

المصابیح حدیث نمبر 2826-سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 2274) یعنی اس درجے کا گناہ سود لینے والے کو ہوگا۔

5- حضرت حنظلہؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

”سود کا ایک درہم کھانا 36 مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ شدید ہے بشرطیکہ کھانے والے کو معلوم ہو کہ یہ سود کی رقم ہے“۔ (مسند احمد، حدیث نمبر 5959)

6- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”معراج کی شب میرا گزر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جن کے پیٹ ایسے تھے جیسے ان کے اندر

اژدھے بھرے ہوئے ہوں۔ آنے جانے والے ان کو روندتے تھے مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتے تھے“۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا: ”یہ کون لوگ ہیں؟“۔ جواب ملا: ”یہ سود

خور ہیں“۔ (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 2273)

7- واقعہ معراج میں آپ خاتم النبیین ﷺ نے دیکھا کہ ایک خون کی ندی ہے۔ ایک شخص اس ندی سے ٹکنے کی کوشش کر رہا ہے جب وہ شخص کنارے پر پہنچ جاتا ہے تو

ایک دوسرا شخص جو کنارے پر کھڑا ہے اسے زور سے پتھر مارتا ہے کہ یہ شخص پھر خون کی ندی میں پہلی والی جگہ پہنچ جاتا ہے۔ نبی خاتم النبیین ﷺ نے جبرائیلؑ سے

پوچھا: ”یہ کون شخص ہے؟“ فرمایا: ”لوگوں کا خون چوسنے والا سود خور۔ جو دنیا میں لوگوں کا خون چوس کر پیسہ کماتا تھا“۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 2085)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس لعنت سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

شراب کی حرمت

حرمت کا مطلب حرام ہونا ہے، حُر کے لغوی معنی ہیں ڈھانپنا اور پردہ ڈالنا، اور ہنی کو خمار اس لیے کہتے ہیں کہ وہ جسم کو ڈھانپتی ہے، نشہ آور اشیاء کو اس بنا پر خمر کا نام دیا گیا ہے کہ اس کے استعمال سے عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ عرب عام طور پر انگور اور کھجور کے شیرہ سے تیار کردہ اشیاء کے مشروب کو خمر کا نام دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے کھجور کے درخت اور انگور کی بیلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "خمر ان دو درختوں سے بنائی جاتی ہے۔" ان کے علاوہ گندم، جو، کشمش اور شہد سے بھی شراب تیار کی جاتی ہے، ان سب پر حُر کا اطلاق ہوتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ایک مرتبہ خطبہ میں ارشاد فرمایا: "شراب کی حرمت نازل ہو چکی ہے اور یہ پانچ چیزوں سے تیار ہوتی ہے۔ انگور، کھجور، گندم، جو اور شہد، اور خرہ ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث نمبر 5581)

تمام نشہ آور اشیاء خمر ہیں: اصطلاحی طور پر صرف مذکورہ بالا پانچ اشیاء سے کشید کردہ مشروب کو ہی خمر نہیں کہا جاسکتا ہے بلکہ ہر وہ چیز جو نشہ پیدا کرے خواہ کسی بھی چیز سے حاصل کی گئی ہو مشروب کی شکل میں ہو یا ٹھوس حالت میں مثلاً افیون اور ہیروئن وغیرہ خمر میں داخل ہیں۔ جیسا کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ہر نشہ آور چیز خمر ہے، اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔" (صحیح مسلم، جلد 5، حدیث نمبر 5219)

"ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا کرے حرام ہے۔" (سنن نسائی، جلد 3، حدیث نمبر 5594)

نشہ کیا ہے؟ نشہ انسان کی ایسی حالت ہے جس میں وہ صحیح طریقے سے کلام نہ کر سکے اور اس کی گفتگو کا اکثر حصہ نہ سمجھی جانے والی باتوں پر مشتمل ہو۔

شراب کی حرمت کے تدریجی احکام:- اسلامی احکام میں تدریج (آہستہ آہستہ) ایک کے بعد ایک کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ کسی بُرائی کو آہستہ آہستہ معاشرے سے دُور کر کے معاشرے کو پاک کیا جائے خصوصاً وہ بُرائیاں جو اسلام سے قبل صدیوں سے معاشرے میں رائج ہو چکی تھیں۔ شراب نوشی کی بُرائی بھی اُن میں سے ایک تھی۔ چنانچہ شراب نوشی کو ختم کرنے کے لیے یہی اصول اپنایا گیا۔

پہلا حکم، ناپسندیدگی کا اظہار:- شراب نوشی کے حرام ہونے کے سلسلے میں پہلا حکم 2 ہجری میں نازل ہوا، جس میں شراب اور جوئے کی صرف ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 219)

ترجمہ: "(اے محمد خاتم النبیین ﷺ) لوگ آپ خاتم النبیین ﷺ سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، کہہ دیجیے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور ان کے دنیاوی فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے فائدوں سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔"

فائدہ یہ ہے کہ اس سے غذا ہضم ہو جاتی ہے (اگر مناسب مقدار میں پی جائے) ورنہ بدہضمی ہو جاتی ہے۔ قبض نہیں ہوتی، وقتی طور پر طاقت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وقتی طور پر ذہن کو تیز کر دیتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یا پھر اس کی خرید و فروخت اور کشید میں تجارتی منافع ممکن ہے۔ لیکن ان کے مقابلے میں نقصانات اس کے بکثرت ہیں کیونکہ اس میں عقل کا مارا جانا، ہوش و ہواس کا بے کار ہو جانا اور اس کے ساتھ ہی دین کا برباد ہو جانا بھی شامل ہے۔ گویا اس میں دنیاوی فائدے اور اخروی نقصانات ہیں۔ مندرجہ بالا آیت مبارکہ گویا شراب کی حرمت (حرام ہونے کا) پیش خیمہ تھی مگر اس میں صاف صاف حرام ہونا بیان نہیں کیا گیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب یہ وحی آئی اور عام چرچہ ہوا کہ شراب حرام ہو گئی ہے تو لوگوں نے کہا "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس میں نفع بھی ہے تو ہمیں اس سے نفع اٹھاتے رہنا چاہیے"، اس پر آپ خاتم النبیین ﷺ خاموش ہو گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائی "اے اللہ تو اس حکم کو واضح فرما دے۔"

لوگ شراب پیتے رہے۔ بعض مسلمانوں نے شراب چھوڑ دی۔ پھر ایک دن ایسا آیا کہ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے دعوت کی، سب نے کھانا کھایا اور پھر شراب پی، اور مست ہو گئے، اتنے میں نماز کا وقت آ گیا، ایک شخص کو امام بنایا گیا، اس نے نماز میں غلط سلط الفاظ پڑھے، اس کے بعد سورۃ النساء، آیت نمبر 43 اُتری اور نشے کی حالت میں نماز کا پڑھنا منع کیا گیا۔

دوسرا حکم، نمازوں کے اوقات میں ممانعت:- 4 ہجری میں درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی (سورۃ النساء، آیت نمبر 43)

ترجمہ "اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ جو کچھ تم منہ سے کہتے ہو اسے سمجھنے لگو"

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو لوگوں نے کہا "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہم نماز کے اوقات میں نہیں پیئیں گے۔" آپ خاتم النبیین ﷺ خاموش ہو گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے دُعا کی "یا اللہ ہمارے لیے اس حکم کو واضح فرما دے۔"

اس حکم کے نازل ہونے کے بعد لوگوں نے شراب پینے کے اوقات بدل دیئے اور ایسے اوقات میں شراب پینا چھوڑ دی جس میں یہ خدشہ ہوتا کہ کہیں نشہ کی حالت میں نماز کا وقت نہ آجائے۔ اس وقت یہ دستور ہو گیا کہ جب نماز کھڑی ہوتی تو ایک شخص با آواز بلند پکارتا "کوئی نشہ والا نماز کے قریب نہ آئے۔"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ شراب کی حرمت سے پہلے لوگ نشہ کی حالت میں نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔

پس مندرجہ بالا آیت میں انہیں ایسا کرنے سے روک دیا گیا، پھر کچھ مندرجہ ذیل واقعات یکے بعد دیگرے رونما ہوئے:

1- حضرت سعدؓ بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میرے بارے میں چار آیات نازل ہوئیں، فرماتے ہیں کہ "ایک انصاری نے بہت سے لوگوں کی دعوت کی اور ہم نے خوب کھایا اور پیا، پھر شراب پی اور سب مست ہو گئے۔ پھر آپس میں فخر جتانے لگے، ایک شخص نے اونٹ کے جڑے کی ہڈی اٹھا کر حضرت سعدؓ کو ماری۔ جس سے ناک پر زخم آیا اور نشان باقی رہ گیا۔ اس وقت تک شراب کو اسلام نے حرام نہ کیا تھا۔" (در المنثور (سیوطی)، ناخ (نحاس))

2- حالت نشہ میں نماز کے قریب نہ جانے کے حکم کے بعد بعض لوگوں نے شراب چھوڑ دی اور بعض نے اوقات تبدیل کر دیئے۔ بحر حال مکمل طور پر شراب نہ چھوڑی گئی پھر ایک دن ایک آدمی نے شراب پی اور اونٹ کے جڑے کو پکڑ لیا اور اس سے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو زخمی کر دیا۔ پھر بیٹھ کر بدر کے مقتولوں پر نوحہ کرنے لگا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ خاتم النبیین ﷺ غصہ کی حالت میں چادر گھسیٹنے ہوئے باہر تشریف لائے اور ہاتھ میں جو کچھ تھا اس کے ساتھ اُس کو مارا، انہوں نے کہا "میں اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کے غضب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔" حضرت عمر فاروقؓ نے دُعا کی "یا اللہ تو ہمارے لیے شراب کی حرمت کو واضح کر دے۔"

ان واقعات کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ، آیت نمبر 91، 90 اُتاری۔

تیسرا حکم، شراب سے اجتناب کا واضح حکم (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 91، 90)

ترجمہ "اے ایمان والو، یہ شراب، جُؤا، اور بت اور پانے کے تیر تو بس ناپاک شیطانی کام ہیں، پس تم ان سے باز آ جاؤ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ، شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان کینہ ڈال دے، اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے، سو کیا اب تم باز آ جاؤ گے؟"

اس حکم کو سننے ہی حضرت عمر فاروقؓ اور تمام صحابہ کرامؓ کہہ اُٹھے "اے ہمارے رب، ہم باز آ گئے، اے ہمارے رب ہم باز آ گئے۔"

اس حکم کی تعمیل میں شراب کے مسئلے بہا دیئے گئے، اس روز مدینہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہہ رہی تھی۔ اس طرح شراب بالکل حرام ہو گئی۔

شراب کی تجارت کی ممانعت:- 8 ہجری میں شراب کی خرید و فروخت کو بھی ممنوع قرار دے دیا گیا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مسجد نبوی میں جمع کر کے اعلان فرمایا "بے شک اللہ اور اُس کے رسول خاتم النبیین ﷺ نے شراب، سود اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام ٹھہرا دیا ہے۔" (بخاری و مسلم)

شراب کی حرمت کے بارے میں احادیث:- نبی پاک خاتم النبیین ﷺ نے شراب کو "أُمُ الْبَشَاةِ" (یعنی تمام بُرائیوں کی جڑ) فرمایا ہے۔ (السلسلۃ الصحیحۃ، حدیث نمبر 1854)

آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

(1) "حالت ایمان میں آدمی شراب نہیں پیتا۔" (بخاری، حدیث نمبر 1676)

(2) "تو شراب نہ پی، بے شک یہ ہر بُرائی کا دروازہ کھولنے والی ہے۔" (ابن ماجہ، حدیث نمبر 3371)

(3) رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے شراب پر اور اس کے بنانے والے پر اس کے اُٹھانے والے پر، اس کے بیچنے والے پر، اس کے خریدنے والے پر،

سب پر لعنت فرمائی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ترمذی، ابن ماجہ)

(4) "جس نے شراب پی اور توبہ نہ کی تو 40 روز تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔" (ابن ماجہ، حدیث نمبر 2722، 3377) (نسائی، حدیث نمبر 5570)

(5) آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ وہ ایسے دسترخوان پر بیٹھے جس پر شراب پی جاتی ہے۔" (صحیح الترغیب، حدیث نمبر 2360)

(6) آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "شراب کا عادی جنت میں نہ جائے گا۔" (ابن ماجہ، حدیث نمبر 3376، 2721)

(7) حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "تین لوگ جنت کی خوشبو نہ پاسکیں گے حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت سے سونگھی جاسکتی ہے :-

(i) عادی شراب خور۔ (ii) والدین کا نافرمان۔ (iii) زنا کار، اگر یہ توبہ نہ کریں۔" (نسائی، حدیث نمبر 5672)

شراب کے متعلق صحابہ کرامؓ کے ارشادات :- صحابہ کرامؓ شراب کی حرمت کے بعد اس سے سخت متنفر ہو گئے۔

(1) حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا "جب کوئی شرابی مرے تو اسے دفن کر دو، پھر اس کی قبر کھود کر دیکھو اور اگر تم اس کا منہ قبلہ سے پھرا ہوا نہ پاؤ تو مجھے قتل کر دینا۔"

(2) حضرت علیؓ شراب کی مذمت میں ارشاد فرماتے ہیں "اگر کسی کنویں میں شراب کا ایک قطرہ بھی گر جائے اور پھر اس جگہ پر منارہ بنا دیا جائے تو میں اس پر اذان

تک نہ دوں، اور اگر شراب کا ایک قطرہ دریا میں گر جائے تو پھر وہ دریا خشک ہو جائے اور وہاں فصل اُگائی جائے تو میں اس فصل سے ایک دانہ تک نہ کھاؤں گا۔"

اضطراری یعنی مجبوری کی حالت میں دوا کے طور پر نشہ آور چیز کے استعمال کی اجازت ہے، لیکن اس کے لیے تین شرائط کا ہونا ضروری ہے (اضطراری حالت میں جب اس کے پاس زندگی بچانے کے لیے نشہ آور اشیاء کے علاوہ کچھ نہیں)

1- کہ نہ تو وہ شریعت کے حدود کا باغی ہو۔

2- نہ مزہ لینے کے لیے پینے والا ہو۔

3- نہ گناہ کی طرف جھکنے اور میلان پیدا کرنے والا ہو۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن نے شراب کے لیے حرام کا لفظ استعمال نہیں کیا، اس لیے شراب حرام نہیں ہے، اس سلسلے میں مندرجہ ذیل نکات اس کے حرام ہونے کی وضاحت کرتے ہیں۔

1- صرف وہی چیزیں حرام نہیں جن کے لیے قرآن حرام کا لفظ استعمال کرے بلکہ بہت ساری چیزوں کا پتہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے دیا ہے۔

2- قرآن نے شراب کے لیے "رجس" گندگی و غلاظت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور کہا کہ یہ عمل شیطانی ہے۔

سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۹۰ میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: "اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔"

ان حقائق کی روشنی میں کیا شراب کے حرام ہونے کے لیے صرف قرآن میں "حرام" کے لفظ کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ کا یہ

انداز تو حرام سے کہیں زیادہ شدید ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کائنات کی سب سے بڑی سچائی (دین اسلام)

- 1- اسلامی عقیدے کی بنیاد یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ کوئی اور دین حق نہیں ہے۔ اور یہ آخری دین ہے جو تمام سابقہ مذاہب اور شریعتوں کو منسوخ کر چکا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (سورہ آل عمران، آیت نمبر 19): "بیشک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔"
- 2- قرآن مجید اللہ کی آخری کتاب ہے اور اس نے تورات، زبور، انجیل اور دیگر کتب کو منسوخ کر دیا ہے۔
- 3- تورات اور انجیل کے منسوخ ہونے کے ساتھ ساتھ ان میں تحریف بھی کی گئی ہے، جیسا کہ قرآن کی آیات میں ذکر ہے۔
- 4- حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔
- 5- جو کوئی اسلام قبول نہ کرے، خواہ وہ یہودی، عیسائی یا کوئی اور ہو، وہ کافر ہے اور اللہ کا دشمن ہے، اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو وہ جہنم کا مستحق ہے۔ (مستقل فتویٰ کمیٹی برائے علمی تحقیق و افتاء، فتویٰ نمبر 19402)

آج سے 1400 سال پہلے ایوان تہذیب میں کس طرح روشنی آئی۔ دلوں کی مردہ زمین زندہ ہوئی۔۔۔ صحیح عقائد کی فصلیں اُگیں۔۔۔ اخلاق حسنہ کے پھل پکے۔۔۔ روحانیت کے رنگارنگ خوشبودار پھولوں کی بہاروں سے ساری دنیا مہک اُٹھی۔ آفتاب تہذیب مشرق کا چمکتا تھا یہاں تک کہ صحرائے حجاز سے علم و عرفان کے بادل اٹھے اور علم و عرفان کے ان بادلوں سے مشرق و مغرب دونوں سیراب ہو گئے۔ پھر ہمیں مغرب کی تہذیب میں مزہ محسوس ہونے لگا۔ ہم نے مغرب کی تہذیب کی تقلید شروع کر دی۔ اور اس اندھی تقلید میں ہم اپنا سب کچھ بھلا بیٹھے۔ اس طرح علم و آگہی کا سورج مشرق سے مغرب کی طرف لوٹ گیا اور۔۔۔ ہم نے اپنا تشخص کھو دیا۔ آج کے اس دور میں مذہبی قدریں، اخوت، مروت، مساوات، ہمدردی، رواداری، تحمل، بردباری، اخلاق و اخلاص اور توکل و تقویٰ قصہ یارینہ بن گئیں ہیں۔ ہم یہ بھلا بیٹھے کہ ہمارے اسلاف نے بڑی بڑی تہذیبوں اور عالی شان تمدنوں کی بنیاد رکھی۔ احترام آدمیت کے وہ قابل رشک نمونے چھوڑے کہ رہتی دنیا تک روشنی کی مینار رہیں گے۔ زمانے بدل گئے۔۔۔ لوگوں کے انداز و اطوار بدل گئے۔۔۔ مزاج و شعار بدل گئے۔۔۔ مگر ان کا کوئی بدل نہ پیدا ہو سکا۔ ان کی عظمت و شہرت کے چراغ ہزار آندھیوں کے باوجود گل نہ ہو سکے۔ بے شمار طوفان اور جھکڑ آئے مگر ان کے کمال کے خیمے اسی طرح کڑھ رہے۔

انسانیت کا بلند ترین مقام انسانیت کا احترام ہے اور احترام ایک وسیع المعانی خصلت ہے۔ صرف رمی "آؤ جی"، "آئیے جی"، "بیٹھو جی" سے کام نہیں چلتا۔ انسانیت کا احترام صرف اسی کا نام نہیں ہے۔ اللہ ہی اپنی بارگاہ رب ذوالجلال سے جسے چاہتا ہے انسانیت کے احترام کی خصلت عنایت فرماتا ہے یعنی انسانیت کے احترام کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کا بندے پر انعام ہوتا ہے جس کے لیے شکر واجب ہے۔

تمثیل:- حضرت عمر فاروقؓ کا دربار لگا ہوا ہے۔ دو آدمیوں نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کرتے کہا "امیر المومنین یہ وہ شخص ہے جس نے ہمارے باپ کو قتل کیا ہے؟" یہ سن کر اس آدمی نے کہا "ہاں امیر المومنین یہ خطا مجھ سے ہی سرزد ہوئی۔" امیر المومنین نے غور سے اس آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "جانتے ہو اس کی سزا قصاص ہے؟" وہ شخص بولا "مجھے معلوم ہے لیکن میری بیوی اور میرے بچے صحرائیں رہتے ہیں۔ مجھے تین دن کی مہلت دیں تاکہ میں ان سے ملکر اور انہیں بتا کر آ جاؤں۔ لیکن تمہاری ضمانت کون دے گا؟" حضرت عمرؓ نے پوچھا "تم واپس آؤ گے؟" خاموشی چھا گئی وہ شخص پریشان سا ہو گیا کہ اچانک حضرت ابوذر غفاریؓ اٹھے اور فرمایا "میں اس شخص کی ضمانت دیتا ہوں۔" حضرت عمرؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے کہا "جانتے ہو اگر یہ شخص نہ آیا تو اس کی جگہ تمہیں جان دینی ہوگی" حضرت ابوذر غفاریؓ نے جواب دیا "مجھے معلوم ہے" وہ شخص چلا گیا۔ تیسرا دن ختم ہونے کو آیا اس شخص کا کوئی نام و نشان نہ تھا لوگ پریشان تھے کہ معلوم نہیں وہ شخص آئے گا یا نہیں۔ اچانک دور سے غبار اڑتا ہوا دکھائی دیا لوگوں کی نظریں اس طرف لگیں ہوئیں تھیں۔ اور یہ وہی شخص تھا جو تین دن کا وعدہ کر کے گیا تھا۔ جب وہ حاضر ہوا تو حضرت عمرؓ نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا "اے شخص اگر تم نہ آتے تو ہم تمہارا کچھ نہ لگاڑ سکتے تھے۔ ہمارے پاس تمہارا پتہ وغیرہ بھی نہ تھا اور نہ ہی ہم میں سے کوئی تمہیں جانتا تھا۔ کس چیز نے تمہیں یہاں آنے پر مجبور کیا؟" اس شخص نے جواب دیا "امیر المومنین میرے دل میں یہ بات تھی کہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ اب مسلمانوں میں سے ایفائے عہد اٹھالیا گیا ہے۔" حضرت عمرؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "اے ابوذرؓ تم نے کس وجہ سے اس اجنبی کی ضمانت دی؟" حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا "امیر المومنین میرے دل میں یہ بات آئی کہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ اب مسلمانوں میں سے خیر ہی اٹھالی گئی ہے۔" یہ سن کر مقتول کے وارثوں نے کہا "امیر المومنین ہم نے اس شخص کو معاف

V-10.2

جس قوم میں بدکاری اور فحاشی عام ہو جائے اللہ اس کی مصیبتوں میں اضافہ کر دیتا ہے۔ جس قوم نے جہاد (ہر وہ کوشش جو حکمت اللہ کو بلند کرنے کے لیے کی جائے) چھوڑ دیا اللہ اسے ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ وہ اللہ کی نظر میں گر جاتا ہے۔

اسلام کا بل پسندی، فحاشی اور عیش کوئی کو پسند نہیں کرتا بلکہ اسلام ہمیں سرفروشی سکھاتا ہے۔ سرفروش اپنے مالک کی رضا کے لیے اپنے اوپر آرام حرام کر دیتے ہیں۔ تساہل (کاہل) اور عیش پرست حکمران جو اللہ کو بھول جاتے ہیں اللہ بھی انہیں نظر انداز کر دیتا ہے۔

بہادر شاہ ظفر کے سارے شہزادوں کے سر قلم کر کے اس کے سامنے کیوں پیش کیے گئے؟ قبر کیلئے زمین کی جگہ کیوں نہ ملی؟ آج بھی ان کی نسل کے بچے کچے لوگ بھیک کیوں مانگتے پھرتے ہیں؟

یاد رکھیں! تباہی ایک دن میں نہیں آیا کرتی۔ اللہ تعالیٰ بہت مہلت دیتا ہے۔۔۔ اس سے زیادہ مہلت کوئی دے ہی نہیں سکتا۔ نمازوں کی پرواہ نہ کر کے اور اسوہ حسنہ پر عمل نہ کر کے دوپہر تک بے پرواہی سے سونے والوں کا انجام یہی ہوتا ہے۔

تمثیل:- زمانہ 1850ء کے لگ بھگ کا ہے۔ مقام دلی ہے۔ وقت صبح کے ساڑھے تین بجے کا ہے سول لائن میں بگل بج رہا ہے۔ پچاس سالہ کپتان رابرٹ اور اٹھارہ سالہ لیفٹیننٹ ہینری دونوں ڈرل کیلئے جاگ گئے ہیں۔ دو گھنٹے بعد طلوع آفتاب کے وقت انگریز سولیلین بھی بیدار ہو کر ورزش کر رہے ہیں۔ انگریز عورتیں گھوڑ سواری کو نکل گئی ہیں۔ سات بجے انگریز مجسٹریٹ دفتروں میں اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ چکے ہیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے سفیر سر تھامس منکاف دوپہر تک کام کا اکثر حصہ ختم کر چکا ہے۔ کوتوالی اور شاہی دربار کے خطوں کا جواب دیا جا چکا ہے۔ بہادر شاہ ظفر کے تازہ ترین حالات کا تجزیہ آگرہ اور کلکتہ بھیج دیا گیا ہے۔ دن کے ایک بجے سر منکاف بھی پر سوار ہو کر وقفہ کرنے کیلئے گھر کی طرف چل پڑا ہے۔

یہ ہے وہ وقت جب لال قلعہ کے شاہی محل میں "صبح" کی چہل پہل شروع ہو رہی ہے۔ ظل الہی (بہادر شاہ ظفر) کے محل میں صبح صادق کے وقت مشاعرہ ختم ہوا تھا جس کے بعد ظل الہی اور عمائدین خواب گاہوں کو گئے تھے اب کنیزیں نفرتی برتن میں ظل الہی کا منہ ہاتھ دھلا رہی ہیں اور تولیہ بردار ماہ جینینس چہرہ، پاؤں اور شاہی ناک صاف کر رہی ہیں اور حکیم چن لال شاہی پائے مبارک کے تلووں پر روغن زیتون مل رہا ہے۔ اس حقیقت کا دستاویزی ثبوت موجود ہے کہ لال قلعہ میں ناشتے کا وقت اور دہلی کے برطانوی حصے میں دوپہر کے لُچ کا وقت ایک ہی تھا۔ دو ہزار سے زائد شہزادوں کا بٹیر بازی، مرغ بازی، کبوتر بازی اور مینڈھوں کی لڑائی کا وقت بھی وہی تھا۔

شاہی محل کے ان شہزادوں کا اور کوئی شغل نہ تھا۔ بس ہر وقت کھیل تماشہ، عیش پرستی اور کھانا پینا۔ ظاہر ہے ان انگوٹھا چھاپ شہزادوں کا اور کیا انجام ہو سکتا تھا؟ قرآن پاک سورہ آل عمران، آیت نمبر 117:-

ترجمہ: "اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ انسان خود اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔"

اللہ کی ایک سنت ہے۔ اللہ کی سنت کسی کیلئے نہیں بدلتی۔ اس کا کوئی رشتہ دار نہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنا، نہ کسی نے اس کو جنا۔

عیسائی و کر تھامسن میڈکاف سات بجے دفتر پہنچ جایگا تو ضرور کامیاب ہوگا اور دن کے ایک بجے تولیہ بردار کنیزوں سے چہرہ صاف کروانے والا۔۔۔۔۔ بہادر شاہ ظفر چاہے مسلمان بادشاہ ہی کیوں نہ ہو ناکام رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر محنت کرنے والے کو نوازتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ محنت میں عظمت ہے۔ محنت میں برکت ہے۔ جو محنت کرے گا اور رب چاہی زندگی گزارے گا وہ ضرور کامیاب رہے گا اس دنیا میں بھی اور اگلی دنیا میں بھی۔

جس قوم میں کاہلی، سستی فحاشی اور چور بازاری آجائے اس کی عبادات کیا کام آئیں گی؟ بس ہمیں کچھ چیزیں چھوڑیں ہیں۔ کاہلی، سستی، فحاشی، جھوٹ، غیبت، چغلی اور حسد۔۔۔ رحمت الہی برسنے لگے گی۔

اللہ رب العالمین جو کہ انسان جسم الوجود کا خالق و مالک ہے۔ اس نے ہماری رہنمائی کے لیے نہ صرف کتاب ہدایت (القرآن) نازل فرمایا بلکہ ہادیان حق بھی نمونہ دینے کے لیے معبود فرمائے۔ اس کے بعد یہ فریضہ صالحین کے سپرد ہوا جو اس کام کو تاقیامت جاری رکھیں گے۔ (ان شاء اللہ)

سورہ المائدہ، آیت نمبر 35 میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا: وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ ترجمہ: "اور اللہ کی طرف وسیلہ پکڑو۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: (سورہ الفرقان، آیت نمبر 59) ترجمہ: "وہ (ذات اقدس) تو رحمن ہے، پس اس کی شان صاحب خبر لوگوں سے پوچھ۔"

ہم سب سے زیادہ ممنون ان کے ہیں جنہوں نے انسان کی اندرونی زندگی کی چالیں درست کیں، روحانی بیماریوں کے نسخے تحریر کیے، ہمارے جذبات و احساسات کے نقش درست کیے، ہمارے نفوس و قلوب کے عروج و زوال کا فن ترتیب دیا۔

ہر انسان دوسرے انسان کی خواہش کے ڈھانچے میں نہیں ڈھل سکتا لیکن نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے ایک دوسرے کا ادب، محبت و احترام، اور ایک دوسرے کو حق بات کرنے کی تلقین کرنا ہمارے اختیار میں ہے۔ اس لئے اپنے ہاتھ سے کی ہوئی نیکی اور دوسروں سے سرزد ہونے والے گناہوں کا تذکرہ کسی سے نہ کریں کیونکہ اپنی نیکیوں کو چھپانا ہمارا امتحان ہے اور دوسروں کے گناہوں کو چھپانا ہمارے کردار کا نام ہے۔

بہت ہی عظیم ہوتے ہیں وہ لوگ جو زندگی کے تلخ لمحات کی کڑواہٹ کا مزہ چھکنے کے باوجود بھی خود کڑوے نہیں ہوتے بلکہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اخلاق، اپنے رویے اور اپنی محبت کی مٹھاس کو قائم رکھتے ہوئے۔۔۔ ہمیشہ ہر مشکل کا مقابلہ کرتے ہوئے نرم لہجے میں بات کرتے ہیں اور مسکراتے رہتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ حسن اخلاق تمام اعمال سے بھاری عمل ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ کی نبوت و رسالت قیامت تک ہر عالم کے لئے ہے۔ ان کی کتاب (قرآن مجید) ہمارے پاس من و عن موجود ہے، انبیاء کرام علیہ السلام کی تعلیمات کو قیامت تک قائم و دائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے نقش قدم پر چلا جائے اور قرآن پاک کو ترجمہ سے پڑھا جائے۔

زندگی بہت ہی مختصر ہے۔۔۔۔۔ صرف گھر سے قبرستان تک کا فاصلہ ہے۔ کتنی رفتار درکار ہے۔ ہمارے پاس تقریباً "پچاس ساٹھ سال کی مسافت ہے۔ ہم کتنا تیز چل سکتے ہیں؟ آج بھی دن 24 گھنٹوں کا ہے، سال 12 مہینوں کا۔۔۔ موسم آج بھی اپنی رفتار سے بدلتے ہیں۔ بچپن اپنی رفتار سے کٹتا ہے۔ جوانی کے ایام اپنی رفتار سے گزرتے ہیں۔ پھر بڑھاپا۔ انسان کو کوئی رفتار بھی پناہ نہیں دے سکتی۔۔۔ وہ سمندروں میں چلا جائے، سیاروں میں چھپ جائے تو بھی اسے زندگی کا قرض واپس کرنا ہی ہے۔ اس لئے عقل مند وہ ہے جو اس مختصر سی 50 یا 60 سال کی زندگی میں کل کے لئے کچھ توشہ تیار کر لے۔

زندگی مسلسل صبر اور شکر کی آزمائش ہے۔ تمام، صلاحیتیں، خوبیاں اور نعمتیں اللہ رب العزت کی عطا کردہ ہیں۔ اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں۔ وہ جب چاہے ہمارے مال اور رزق میں کمی کر دے اور چاہے تو اپنے فضل سے بڑھا دے۔ ہمیں ہر حال میں شکر ادا کرنا چاہئے۔ اپنی کسی بھی خوبی یا صلاحیت پر اترانا نہیں چاہئے۔

اللہ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عالم ارواح، عالم دنیا اور عالم حشر

میثاق سے مراد وہ عہد، حلف اور پختہ وعدہ ہے، جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کبھی تمام افراد کی ارواح سے اور کبھی صرف انبیائے کرام اور رسل عظام کی ارواح سے لیا۔

میثاق عالم ارواح میں تین ہوئے تھے:

1- پہلا میثاق (میثاق الست):

پہلا میثاق اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام انسانوں کی روحوں سے اپنی الوہیت اور اپنی توحید کا لیا، کہ وہ اللہ کو ایک مانیں گے، اللہ کی توحید پر ایمان لائیں گے، اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ یعنی اللہ رب العزت نے اپنی توحید کے اقرار اور شرک کی نفی کا عہد اور وعدہ ہر انسانی روح سے لیا۔ اسی کو ”میثاق الست“ بھی کہتے ہیں۔

یعنی یہ میثاق اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ذات، اپنی وحدانیت، اپنی توحید اور اپنی الوہیت کی نسبت کے بارے میں لیا کہ توحید پر ایمان لاؤ گے اور شرک نہیں کرو گے۔ اسے میثاق توحید بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے لیے سورہ الاعراف، آیت نمبر 172 میں ارشاد فرمایا: ”اور (یاد کیجئے!) جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی نسل نکالی اور ان کو انہی کی جانوں پر گواہ بنایا (اور فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ (سب) بول اٹھے: کیوں نہیں؟ (تو ہی ہمارا رب ہے،) ہم گواہی دیتے ہیں، تاکہ قیامت کے دن یہ (نہ) کہو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھے۔“ (ترجمہ عرفان القرآن)

یہ عہد صرف انبیاء اور رسولوں سے نہیں تھا بلکہ پوری نسل بنی آدم اور تمام کائنات انسانی کے جملہ افراد سے تھا۔ جب انہوں نے اقرار کر لیا تو حدیث میں آتا ہے کہ ملائکہ نے اس کے اوپر گواہی دی اور تمام فرشتوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے گواہ بنایا۔ (طبرانی، جامع البیان فی تفسیر القرآن، 9: 113)

شَهِدْنَا کے کلمہ میں ملائکہ کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت کا اقرار کیا اور گواہ ہو گئے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پوری زمین و آسمان کو گواہ بنا دیا۔ (قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 7: 318)

2- دوسرا میثاق (میثاق نبوت):

دوسرا میثاق اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام انبیاء اور رسولوں کی روحوں سے لیا۔ یہ میثاق نبوت تھا اور اس امر کا اعلان تھا کہ تمہیں نبوت یا رسالت عطا کی جائے گی اور اپنی رسالت یا نبوت کا فریضہ ادا کرنے کے لیے تم اپنے وقت پر مبعوث کیے جاؤ گے۔ اور تمہارے یہ فرائض نبوت اور فرائض رسالت ہوں گے اور ہر ایک سے اس چیز کا عہد اور oath لیا کہ وہ اپنے فرائض نبوت و رسالت کا حصہ بجالائیں گے۔

اس میثاق کا ذکر سورۃ احزاب کی آیت نمبر 7 اور 8 میں آتا ہے۔ ارشاد فرمایا گیا: ”اور (اے حبیب! یاد کیجئے) جب ہم نے انبیاء سے اُن (کی تبلیغ رسالت) کا عہد لیا اور (خصوصاً) آپ (خاتم النبیین ﷺ) سے اور نوح (علیہ السلام) سے اور ابراہیم (علیہ السلام) سے اور موسیٰ (علیہ السلام) سے اور عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) سے اور ہم نے اُن سے نہایت پختہ عہد لیا۔ تاکہ (اللہ) سچوں سے اُن کے سچ کے بارے میں دریافت فرمائے (یہاں گواہی ہوگی صادقین اور علماء کی) اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ (ترجمہ عرفان القرآن)

3- تیسرا میثاق (نبوت و رسالت محمدی خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانا):

تیسرا میثاق بھی صرف انبیاء اور رسل عظام سے لیا گیا۔ یہ میثاق ان سے نبوت و رسالت محمدی خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانے کا تھا۔ ہر نبی اور ہر رسول سے عہد اور وعدہ لیا گیا کہ تم پیغمبر آخر الزماں سیدنا محمد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لاؤ گے، اور ان کے پیغمبرانہ مشن کی مدد کرو گے۔

سورہ آل عمران، آیت نمبر 81 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں، پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (خاتم النبیین ﷺ) تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے، فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس (شرط) پر میرا بھاری عہد مضبوطی سے تھام لیا؟ سب نے

عرض کیا: ہم نے اقرار کر لیا، فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔" (یہاں پر اللہ تعالیٰ نے خود کو گواہ بنایا) پھر اگلی آیت میں پوری نسلِ آدم کے لیے تنبیہ فرمائی: (سورہ آل عمران، آیت نمبر 82) **فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَٰسِقُونَ**۔ ”پھر جس نے اس (اقرار) کے بعد روگردانی کی پس وہی لوگ نافرمان ہوں گے۔“

یہ تینوں عہد تمام ارواح کی حالت میں لئے گئے۔

اب دیکھتے ہیں روح کیا ہے؟

روح اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ روح کے بارے میں جب لوگوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے بھی سوال کیا تھا کہ روح کی حقیقت و ماہیت کیا ہے، تو سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 85 نازل ہوئی:

ترجمہ: ”اور یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ: روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔“

روح کی حقیقت و ماہیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، اس سے آگے سمجھنے کے لئے اللہ نے ہمیں حکم نہیں دیا ہے۔ ”عام روح“ جانور، پرندے، کیڑے مکوڑے، جنات اور انسان سب میں ہوتی ہے۔ عام طور پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ روح جان کو کہتے ہیں۔۔۔ جان نکل جاتی ہے تو ہم کہتے ہیں روح نکل گئی۔ لیکن جان نکلنا ایک الگ چیز ہے اور روح کا نکلنا ایک الگ چیز۔۔۔ یہ بات یاد رکھئے کہ ”روح ربانی“ صرف انسان میں ہے اور ”عام روح“ ہر جاندار میں، ہر حیوان میں، ہر ذی جان میں ہوتی ہے لیکن ہر ذی جان میں ”روح ربانی“ نہیں ہوتی۔ ”روح ربانی“ صرف انسان میں ہوتی ہے اور چونکہ صرف انسان میں ”روح ربانی“ ہے اس لئے انسان ”اشرف المخلوقات“ میں شمار کیا گیا ہے۔ انسان میں یہ روح کب ڈالی جاتی ہے؟

آدم علیہ السلام کو بنا کر ہم نے یہ سمجھا کہ شاید گارے سے بنا کر کھڑا کر کے پھونک ماری تو جان اور روح ربانی آگئی۔ نہیں بلکہ آدم علیہ السلام کو پوری طرح بنا کر جب وہ چلتے پھرتے تھے عام روح میں تو اب ان میں ”روح ربانی“ اللہ تعالیٰ نے ڈالی۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ سجدہ آدم کے ڈھانچے کو نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس روح ربانی کو کیا گیا تھا جو ان کے اندر پھونکی گئی تھی۔ اس کے لئے سورہ الحجر، آیت نمبر 29 میں فرمان الہی ہے:

فَإِذَا سَوَّيْنَاهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَٰجِدِينَ

ترجمہ: ”تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور پھر میں اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔“

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ”روح ربانی“ زندہ جاوید آدم میں ڈالی گئی۔ اس کو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرح سمجھایا ہے:

سورہ المؤمنون، آیت نمبر 12 **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِنْ سَلْسَلَةٍ مِّنْ طِينٍ**۔۔۔۔ ”ہم نے انسان کو کھٹکھٹائی ہوئی مٹی سے بنایا۔“

سورہ المؤمنون، آیت نمبر 13 **ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نَطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ**۔۔۔۔ ”پھر ہم نے اسے نطفہ بنا کر ایک خاص جگہ پر (رحم مادر میں) رکھ دیا۔“

سورہ المؤمنون، آیت نمبر 14

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً۔۔۔۔ ”پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹکی بنایا۔“

فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً۔۔۔۔ ”پھر خون کی پھٹکی کو گوشت کی بوٹی بنایا۔“

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا۔۔۔۔ ”پھر گوشت کی بوٹی میں ہڈیاں بنائیں۔“

فَكَسَوْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا۔۔۔۔ ”پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا۔“

ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ۔۔۔۔ ”پھر اسے آخری صورت میں اُٹھان دی۔“

فَتَبَرَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔۔۔۔ ”تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔“

سورہ المؤمنون، آیت نمبر 15 **ثُمَّ أَنكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَمَيِّتُونَ**۔۔۔۔ ”پھر بیشک تم اس (زندگی) کے بعد ضرور مرنے والے ہو۔“

سورہ المؤمنون، آیت نمبر 16 **ثُمَّ أَنكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تُبْعَثُونَ**۔۔۔۔ ”پھر بیشک تم قیامت کے دن (زندہ کر کے) اٹھائے جاؤ گے۔“

اب انسان 40 دن تک رحم مادر میں نطفہ (پانی کی بوند) کی صورت میں رہتا ہے۔ پھر ”نطفہ“ (پانی کی یہ بوند) کو ”علقہ“ (خون کی پھٹکی) میں تبدیل کر دیا۔ پھر وہ ”علقہ“ سے ”مضغہ“ (بوٹی میں ہڈیاں) میں تبدیل کیا۔ پھر وہ ”مضغہ“ بن جاتا ہے۔ ان تمام حالتوں میں جان موجود ہے لیکن روح نہیں ہے۔ ”مضغہ“ بننے کے بعد

بڑیاں بننے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتہ آکر اس میں روح ڈالتا ہے۔

جن لوگوں کو تھوڑا سا بھی بیا لوجی کا علم ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ جو نطفہ بنا ہوا جاندار ہے۔ جاندار اگر نہیں ہوگا تو اس کی حالت کیسے تبدیل ہوگی؟ وہ بڑھے گا کیسے؟ ایک نقطہ سے آگے کیسے جائے گا؟ اس سے آگے "عَلَقَةٌ" (خون) کیسے بنا؟ اس کا مطلب ہے کہ جاندار ہے۔ پھر اگلی حالت "مُضْغَةٌ" (بوٹی) بناس کی نشوونما ہو رہی ہے۔ وہ آگے کی طرف اگلی حالت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس لیے کہ اس کے اندر جان ہے۔ تو سائنٹفک طریقے پر وہ جاندار ہے۔ جان اس میں موجود ہے روح اس کے بعد آکر فرشتے نے ڈالی ہے (اللہ کے حکم سے)۔

اس لئے اسقاط حمل میں چاہے نطفہ کو مارا جائے، عَلَقَةٌ کو یا مُضْغَةً کو۔۔۔۔۔ سب قتل ہے۔ اور اس شخص کو جو ایسا کرے یا کروائے پوری جان کے قتل کر دینے کے برابر عذاب ہوگا۔

اب مندرجہ بالا میثاق کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا میثاق:۔۔۔ سورہ الاعراف، آیت نمبر 172

ترجمہ: "اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں! ہم سب گواہ بنے۔"

تو اللہ کی پہچان جو ہمارے دل میں ہے۔ جو ہمیں اس دن کروادی گئی تھی (یوم الست میں) کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اور اللہ تعالیٰ کو مان لیا۔ اور یہ بات ہمارے اندر software میں موجود ہے کہ صرف اور صرف اللہ ہی ہمارا رب ہے۔ یہ ہمارے شعور کی سطح پر نہیں ہے لیکن یہ پہچان ہمارے اندر ہے۔ اس لیے بچہ بھی اللہ کو پہچان لیتا ہے اور اس وجہ سے چھوٹے بچے مرنے کے بعد (چونکہ وہ اقرار کر چکے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے) جنت میں جائیں گے۔ چاہے وہ منافقین، مشرکین کی اولاد میں پیدا ہو کر مر گئے۔

اب آتے ہیں اگلے مرحلے میں:۔

"سورہ الانعام" اور "سورہ ق" میں ایک مضمون آیا ہے۔ مضمون آخرت کے بارے میں ہے کہ جب ہم آخرت میں اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ سورہ الانعام، آیت نمبر 94 میں فرمائیں گے: "وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فَاذْهَبْ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔۔۔۔۔" ہم تمہیں دوبارہ لے آئے نا۔۔۔۔۔ جیسے ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔

یہاں ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ پہلی مرتبہ پیدا کرنے کا مطلب کیا ہے؟ دیکھیں جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا تھا "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" تو سب انسان موجود تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جتنے انسانوں نے آنا ہے سب انسان موجود تھے (لیکن ارواح کی صورت میں)۔ تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا تھا "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تب سب ارواح نے جواباً کہا تھا "بلی"۔۔۔۔۔ "بے شک تو ہی ہمارا رب ہے"۔

اب حشر کے میدان میں پھر سب موجود ہیں وہ سارے کے سارے۔ جو اول دن موجود تھے (ارواح کی صورت میں) دوبارہ وہی حاضری ہوگی۔ وہی اجتماع ہوگا۔۔۔ وہی اسمبلی ہوگی۔۔۔ جو اس دن تھی۔ ویسے ہی تمام لوگ موجود ہوں گے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے (سورہ الانعام، آیت نمبر 94) "ہم واپس لے آئے نا تم سب کو جیسے ہم نے تم سب کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا"۔

اب اس سے آگے سورہ الانعام، آیت نمبر 94 میں ہی الفاظ بڑے زبردست ہیں۔

وَتَرَكْنَكُمْ مَّا خَوَّلَكُمْ وَرَآءَ ظُهُورِكُمْ ۖ

یعنی جو کچھ ہم نے تمہیں دیا تھا تم وہ سب کچھ اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے ہو نا۔

وَتَرَكْنَكُمْ مَّا خَوَّلَكُمْ "اور تم چھوڑ آئے نا وہ خول"۔ اب اس خول کو سمجھنا ہے کہ یہ خول کیا ہے؟

ایک وہ روح ہے جس نے وہاں اللہ کو دیکھا اور پہچانا تھا۔ اس روح کے دل میں اللہ تعالیٰ کی پہچان آگئی۔ ایک ہماری یہ باڈی ہے جو یہاں بنی ہے یہ وہاں نہیں تھی یہ جسم وہاں نہیں تھا۔ اور یہ جسم بھی آخرت میں نہیں ہوگا۔ آخرت میں نیا جسم ملے گا، یہ جسم نہیں ہوگا۔ یہ جسم مٹی میں مل کر مٹی ہو جائے گا۔ آخرت میں ایک نیا جسم ملے گا

اس لیے کہ یہ جسم دھوپ ایک خاص حد تک برداشت کر سکتا ہے اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ جسم جو سوانیزے پر سورج کو برداشت کرے گا تو یہ وہ والی فزیک تو نہیں ہوگی۔۔۔ یہ والا جسم نہیں ہوگا۔۔۔ وہ کوئی اور ہی جسم ہوگا۔ یہ جسم قبر میں گیا، کیڑوں نے کھا یا مٹی ہو گیا بس ختم۔۔۔ اللہ تعالیٰ جب دوبارہ اٹھائے گا تو نیا جسم دے گا۔ وہ آخرت کا جسم ہوگا جس میں ہر طرح کی قوت برداشت ہوگی ایک کھال اترے گی دوسری کھال چڑھ جائے گی۔

مثلاً یہ ہمارے موجودہ جسم کا نظام انہضام ہے۔ جو بھی بہترین سے بہترین چیز کھائیں لیکن اس کا فضلہ تو برداشت سے باہر ہو جائے گا۔ ہم اپنے اندر اس کو فضلہ کو رکھ ہی نہیں سکتے۔ جنت میں تو ایسی کوئی شے نہیں ہوگی یعنی پورا نظام انہضام ہی بدل جائے گا۔ تو وہاں پر ہمیں یہ جسم نہیں ملے گا، جسم دوسرا ملے گا۔ تو سب سے پہلے جسم کا خول جو ہمارے اوپر چڑھا ہوا تھا یعنی ہمارا جسم پہلا خول ہوا جو ہمیں دنیا میں ملا۔ میرا جسم میری مرضی والا جسم۔۔۔ پھر۔۔۔ جسم کے اوپر کپڑے۔ اس جسم کے ساتھ کچھ تعلقات وابستہ ضرور ہوں گے لیکن روح کے ساتھ کسی کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ روح کا کوئی پٹیا یا بیٹی نہیں ہے۔ جسم کے تعلقات میں بھائی آگئے، ایک خول۔۔۔ برادری آگئی، یہ ایک اور خول۔۔۔ رشتہ داری ہے، ایک اور خول۔۔۔ دوستی، خول۔۔۔ اب خواہشات۔۔۔ میرا مکان ہو، میرا کاروبار ہو، میرا بینک بیننس ہو۔ یہ ایک اور خول۔۔۔ تو بے شمار خول ہیں جن خولوں کے اندر ہمارا موجودہ جسم تو دبا ہوا ہی ہے اس کے ساتھ ہی ہم نے اس کے اندر اپنی اس روح کو بھی دبا دیا۔ جو اصل حقیقت ہے وہ کہیں دب گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ وہ خول جو ہم نے تم پر چڑھائے تھے وہ دنیا کے خول تھے، وہ دنیا کے جسم کے خول تھے۔ تو وہ جو خول اللہ نے ہم پر چڑھائے تھے وہ دنیا کے جسم کے اوپر خول تھے۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ آخرت میں فرما رہے ہیں کہ "تم چھوڑ آئے نا۔ جو خول ہم نے تم پر چڑھائے ہوئے تھے"۔ (سورہ الانعام، آیت نمبر 94) دیکھیے نہ آج برادری ہے۔۔۔ نہ رشتہ داری۔۔۔ نہ کوئی رشتہ ہے۔۔۔ نہ باپ بیٹے کو پہچانتا ہے۔۔۔ نہ ماں اپنی اولاد کو۔ آج بس سب ویسے ہی اکیلے اکیلے کٹھے ہو گئے ہو جیسے کہ اول دن تم کو اکٹھا کر کے جمع کیا تھا۔ آج تمام اسباب منقطع ہو گئے ہیں۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سورہ مریم، آیت نمبر 95 وَكُلُّهُمْ اِتَيْنَاهُمْ فَقَرْدًا "سب کے سب اس دن ایک ایک کر کے آئیں گے"۔

کسی کے ساتھ کوئی جھٹہ نہیں آئے گا۔ کوئی خول نہیں ہوگا۔ کسی سے کسی کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ فردا" حاضری ہوگی، ایک اللہ ہوگا اور ایک بندہ ہوگا۔

اب دیکھیں اقرار یوم اول روحوں نے کیا تھا اور یہ جو روح ہے اس کی کوئی موت نہیں ہے اس کی نیند ہے لیکن اس کی موت نہیں ہے۔ موت صرف اس جسم کو آتی ہے۔ یہ جسم فنا کی گھاٹ اتر سکتا ہے۔ روح کو موت نہیں ہے۔ روح کی کوئی فنا نہیں ہے۔ اُدھ بنی اور جب بنی تو اس کے بعد سو گئی۔ پھر جب بچہ رحم مادر میں اس سٹیج کو پہنچ گیا یعنی "مُضْغَةً" (بوٹی) کی سٹیج پر تو اس کے بعد فرشتے نے وہ روح وہاں سے اٹھا کر رحم مادر میں ڈال دی۔ فرشتہ وہاں سے اس کو لایا (اللہ کے حکم سے) اور رحم مادر میں اس کی گانٹھ جوڑ دی۔

سورہ الدھر، آیت نمبر 28 نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ "اور ہم نے اس کے بندھن مضبوط کیے"۔

یعنی ہم نے مضبوطی سے اس کی گانٹھ وہاں گانٹھ دی۔ اللہ تعالیٰ نے گانٹھ جوڑ دی۔

ایک حیوانی وجود کے ساتھ ایک روحانی وجود کو جوڑ دیا گیا۔۔۔ اس کو کہتے ہیں "سرشت"۔

روح کی جو عادتیں ہیں ان کو کہتے ہیں "فطرت"۔

اور جسم کی جو عادتیں ہیں کھانا مانگتا ہے، گھر چاہتا ہے، جنس کا جذبہ ہے اس کو کہتے ہیں "جبلت"۔

ان دونوں کے ملاپ سے جو چیز بنی (یعنی جسم اور روح کے ملاپ سے) وہ "سرشت" ہے۔ قرآن مجید میں "سرشت" کے لئے "شَاكِلَتِه" کا لفظ آیا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر 84 قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِه "کہہ دیجئے کہ ہر ایک اپنے طریقے پر عامل ہے"۔۔۔ یعنی اپنی سرشت کے مطابق کام کرتا ہے۔ ہر کوئی اپنی شاکلہ کے مطابق عمل کرتا ہے۔۔۔

انسان اس زندگی میں اپنے طرز یا اپنے طریقہ پر عمل کر کے آخرت کی طرف بڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھائی اور برائی سمجھنے اور سمجھانے کے لیے نبی، رسول اور ہادی بھیجے اور ہر ایک کو اچھی طرح اچھے اور برے راستے کی پہچان کروادی گئی تاکہ روز محشر کوئی حجت کسی کے پاس نہ رہے کہ مجھے سیدھی راہ دکھانے والا اور اچھائی

اور برائی میں تمیز کروانے والا کوئی نہ ملا۔

اب اگلا مرحلہ شروع ہوتا ہے:-

انسان زندگی اپنی مرضی کے مطابق گزار چکا۔ اب انسان کا آخری وقت آتا ہے۔ اب موت کے وقت فرشتہ ایک نیک انسان کی روح قبض کرنے آتا ہے، جان نکالنے کے لیے نہیں۔۔۔ روح قبض کرنے کے لئے)

تو اس کے لیے قرآن پاک میں آتا ہے: (سورہ النازعات، آیت نمبر 2) وَالنَّفْثَاتِ الْغَاطَّةِ ترجمہ: "اور نرمی سے بند کھولنے والوں کو"۔

وہ جو گانٹھ فرشتے نے رحم مادر میں مضبوط گانٹھ دی تھی۔ اس کا بند کھولنے کی بات ہو رہی ہے۔ اب جو بندہ اللہ تعالیٰ والا ہے۔۔۔ جو اللہ والی روح ہے وہ تو پرواز کرنے کے لئے تیار ہوتی ہے۔ اب ایک گرہ ہی نرمی سے کھولی وہ دوسری گرہ خود بخود کھل گئی اور وہ روح اڑتی ہوئی کہاں چلی گئی۔ اوپر بہت اوپر مقام "علین" میں۔ اپنے رب کے پاس۔

اور وہ ہستی جو دنیا میں دھنسی ہوئی تھی۔ دنیا کی خواہشات کا وزن اس پر بہت تھا۔ وہ مختلف قسم کے خوابوں میں دھنسی ہوئی تھی۔ ڈری سہی ہوئی ہے کیونکہ وہ گانٹھ کھولتے وقت بچنے کی کوشش کرے گی، دیکھے گی۔ ادھر ادھر چھپے گی، کوشش کرے گی اور چھپتی ہے:

(سورہ النازعات، آیت نمبر 1) وَالنَّازِعَاتِ غَوًّا ترجمہ: "سختی سے جان کھینچنے والوں کی قسم"۔

تو اندر غرق ہو کر فرشتہ اس کو کھینچ کر نکالے گا۔ اب اس روح کا معاملہ ہو رہا ہے یہ جان کا معاملہ نہیں ہے۔

جان کیسے نکلتی ہے یہ ہم دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ کوئی تڑپ کر مارتا ہے کوئی بغیر تڑپے مارتا ہے۔ ظاہر ہے جو بیمار ہو ہو کر سوکھ کا ڈھانچہ بن گیا اس کی جان تو بڑے سکون سے نکلے گی۔ اس میں رکھا ہی کیا ہے؟ اس میں دم ہے کہاں جو وہ ہلے گا اور ایک ہٹا کٹا جوان ہے وہ میدان جنگ میں داؤ شجاعت دیتا ہوا تلوار کے دار سے گردن الگ ہو گئی۔ وہ تو شہید ہوا ہے۔ لیکن جان تو بڑے عذاب سے نکلتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ وہ تڑپ رہا ہے۔ وہ مرغ بسک کی طرح خون میں لپٹ رہا ہے۔ ہمیں لگے گا کہ بڑی تکلیف سے اس کی جان نکلی ہے۔ یہ اصل میں جان نکلنے کا عمل ہوتا ہے۔ جب انسان کی روح نکل جاتی ہے تو انسان کا اس کے شعور کے ساتھ تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ انسان کو کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے؟ کیونکہ روح کے نکلنے ہی شعوری تعلق ختم ہو جاتا ہے۔

ہم دراصل روح نکلنے کے عمل کا مشاہدہ نہیں کر رہے ہوتے۔ وہ تو قرآن پاک نے بتایا ہے کہ وہ معاملہ کیسے ہوگا۔ ہم روح نکلنے کے عمل کو نہیں دیکھ سکتے لیکن جان نکلنے کے عمل کو تو ہم خود دیکھتے ہیں کہ ہر انسان کی جان کیسے نکلتی ہے۔

تو روح امر ربی ہے۔ اس کی ماہیت کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہی جانتا ہے کہ کس انسان کی روح کیسے نکلی؟ جان نکلتا ہر کوئی دیکھ لیتا ہے۔

اسی لئے سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 85 میں فرمان الہی ہے: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا

ترجمہ: "اور یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ: روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے"۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خلفائے راشدین

حضرت ابوبکر صدیقؓ (دور خلافت ۱۱ھ تا ۱۳ھ)

صدیق اس کو کہتے ہیں جو سچائی کی تصدیق کرے، چونکہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے واقعہ معراج کی سب سے پہلی تصدیق کی۔ اس لیے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے انہیں صدیق کا لقب عطا فرمایا جو بعد میں ان کے نام کا حصہ بن گیا۔ علماء کے قول کے مطابق صدیق اس کو بھی کہتے ہیں جو اسلام کے بارے میں سنتے ہی فوراً بلا تعمیل پورے اخلاص سے اسلام قبول کر لے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایسا ہی کیا تھا۔ صدیق کا مقام شہید سے بلند ہے۔ صدیق ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔

خلافت:- حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فوراً ہی امور سلطنت کی انجام دہی کے لیے مصروف ہو گئے۔ اپنی حیات مبارکہ میں آپؓ نے انصاف اور عدالت کے کام حضرت عمر فاروقؓ کے سپرد کر دیئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں بے شمار فتنے اٹھے مثلاً

- 1- منکرین زکوٰۃ
- 2- مرتدین
- 3- جھوٹے مدعیان نبوت

آپؓ نے اور آپؓ کے رفقاء کے کار نے ان تمام بغاوتوں کا خاتمہ کر دیا۔ پھر باب فتوحات کھلا، عراق کی فتح، شام، فلسطین کی فتح، جمع القرآن، حج اور پھر اپنے جانشین کے طور پر حضرت عمرؓ کی نامزدگی۔

وفات: 7 جمادی الآخر، 13 ہجری پیر کے دن جب ہوا بہت ٹھنڈی تھی، آپؓ نے غسل کیا۔ اس سے آپؓ کو ٹھنڈ لگ گئی اور تیز بخار ہو گیا۔ بیماری کے خلاف دفاع کی خواہش تو تھی ہی نہیں۔ عیادت کے لیے آنے والے صحابہ کرامؓ نے طبیب سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا تو فرمایا ”طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں جو چاہتا ہوں وہ کرتا ہوں“ صحابہ کرامؓ سمجھ گئے کہ قضاء الہی کی طرف اشارہ ہے۔ اس لیے خاموش ہو گئے۔ بخار نے شدت پکڑ لی، نقاہت بہت بڑھ گئی، اس دوران حضرت عمرؓ نماز کی امامت کرتے رہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ چند روز بیمار رہے۔

23 جمادی الآخر 13 ہجری، 23 اگست 634ء کو پیر کا دن گزرنے کے بعد رات کی ابتدائی گھڑیوں میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ وفات کے وقت آپؓ کی عمر مبارک 63 سال تھی۔ چنانچہ پیر اور منگل کی درمیانی رات کو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے پہلو میں اس طرح دفن کئے گئے کہ ان کا سر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے شانہ مبارک کے برابر رکھا گیا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ خلفاء راشدین میں سے حضرت عثمانؓ کے علاوہ تینوں کا انتقال 63 برس کی عمر میں ہوا اور چاروں میں سے صرف حضرت صدیق اکبرؓ نے طبعی موت پائی۔ باقی تینوں خلفاء راشدین شہید ہوئے۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؓ بھی بنو امیہ کی سازش سے شہید ہوئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

حضرت عمر فاروقؓ (دور خلافت 13ھ تا 23ھ)

الجوزی نے اپنی کتاب ”تاریخ عمر بن خطاب“ میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ خانہ کعبہ کے خلاف کے پیچھے چھپ گئے۔ اس وقت رسول پاک خاتم النبیین ﷺ خانہ کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ آپؓ نے سورہ ”الحاقہ“ کی تلاوت کی۔ حضرت عمرؓ قرآن پاک کی فصاحت اور بلاغت سے بہت متاثر ہوئے اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ یقیناً یہ بہت بڑے شاعر کا کلام ہے۔ اس وقت رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے سورہ الحاقہ کی آیت نمبر 41 کی تلاوت کی۔ ترجمہ: ”اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں لیکن تم لوگ بہت ہی کم ایمان لائے ہو۔“

اس پر حضرت عمرؓ نے دل میں کہا پھر یہ ضرور کسی کا ہن کا کلام ہے۔ اس کے بعد حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سورہ الحاقہ کی آیت نمبر 52-42 تلاوت فرمائیں۔ ترجمہ: ”اور یہ نہ ہی کسی کا ہن کا کلام ہے لیکن تم لوگ بہت کم فکر کرتے ہو۔ یہ تو پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی جھوٹی بات بنالاتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی اسے روکنے والا نہ ہوتا اور یہ (کتاب) تو پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اس کو جھٹلاتے ہیں۔ نیز یہ کافروں کے لیے (موجب) حسرت ہے اور بے شک کہ یہ قابل یقین ہے سو تم اپنے پروردگار کے نام کی تسبیح کرتے رہو۔“ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ”اس تلاوت قرآن سے میں اتنا متاثر ہوا کہ اس دن مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ لیکن میں آباؤ اجداد کے مذہب کو

چھوڑنے کو تیار نہ تھا اس لیے اسلام کی مخالفت کرتا رہا۔

حضرت عمرؓ کا سلام لانا:- ایک دن حضرت عمرؓ کے ایک دوست نے انہیں بتایا کہ ”تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ غصہ سے بھڑک اٹھے اور ننگی تلوار کے ساتھ مکان میں داخل ہوئے اندر سے تلاوت کی آواز آرہی تھی۔ آپ نے اندہ آکر کہا کہ اچھا مجھے بھی بتاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے؟ بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو پہلے غسل کرو تو پھر اس کلام کو پڑھو۔ حضرت عمرؓ نے غسل کیا اس کے بعد حضرت عمرؓ نے سورہ طہ کی آیات 1 تا 14 پڑھیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے بے ساختہ کہا ”یہ کتنا عمدہ کلام ہے۔ پس حضرت عمرؓ یہاں سے نکلے اور سیدھے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر صدق دل سے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عمرؓ سے آپ خاتم النبیین ﷺ کی رشتہ داری:- رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عمرؓ کی بیٹی حفصہؓ سے شادی کی۔ اس طرح حضرت حفصہؓ امہات المؤمنین میں سے ہیں اور حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی بیٹی ام کلثومؓ سے شادی کی اس شادی کے بعد حضرت عمرؓ فخر سے کہتے تھے کہ اب میں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے کنبے کا خوشی رشتہ دار بن گیا ہوں۔“

حضرت عمرؓ کا دور حکومت:- حضرت عمرؓ کا دور حکومت اصطلاحی طرز حکومت کا بہترین نمونہ تھا۔ آپ نے ایران، شام، روم، فلسطین اور ترکی کے بعض حصے فتح کئے۔ آپ نہایت ذہین اور مدبر تھے۔ آپ کا نظام حکومت اصلاحات اور خدمت خلق کا جذبہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ آپ ہی نے اسلامی کیلنڈر بھی رائج کیا۔

حضرت عمرؓ کی شہادت:- 26 ذی الحجہ 23ھ کو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے نصرانی غلام ابولولویہ فیروز نے فجر کی نماز کے دوران حضرت عمرؓ پر اپنے خنجر سے حملہ کر دیا۔ آپؓ شدید زخمی ہوئے اور فرش پر گر پڑے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے نماز مکمل کرائی۔ آپؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ ماتی الفاظ کہتی ہوئی اپنے والد کے پاس پہنچی تو حضرت عمرؓ نے کہا ”میں تمہاری آنکھوں پر قابو نہیں پاسکتا لیکن یاد رکھو جس میت پر بین کیا جاتا ہے فرشتے اس میت سے نفرت کرتے ہیں۔“ آپؓ 3 دن تک شدید زخمی حالت میں رہے اور 1 محرم الحرام 24ھ (مطابق 3 نومبر 644 عیسوی) کو وفات پائی۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

حضرت عثمانؓ (دور خلافت 24ھ تا 35ھ)

حضرت عثمانؓ نے طلوع اسلام کے فوراً بعد حضرت ابوبکرؓ کی تعلیم و تبلیغ سے اسلام قبول کیا۔ آپؓ نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہؓ سے شادی کی۔ قریش کے مظالم سے تنگ آکر دونوں نے حبشہ ہجرت کی۔ امت محمدیہ میں یہ پہلا جوڑا تھا جس نے اسلام کی راہ میں ہجرت کی۔ کچھ عرصہ بعد حالات کے ٹھیک ہونے کی اطلاع پر یہ دونوں مکہ واپس آ گئے۔ بعد ازاں دونوں نے مدینہ منورہ ہجرت کی۔ مدینہ منورہ میں حضرت رقیہؓ بیمار ہو گئیں۔ حضرت عثمانؓ ان کی بیماری کی وجہ سے جنگ بدر میں نہ جاسکے اور ابھی رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ جنگ بدر سے واپس نہ آئے تھے کہ حضرت رقیہؓ انتقال فرما گئیں۔ حضرت عثمانؓ نے بعد میں حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی دوسری بیٹی حضرت ام کلثومؓ سے شادی کی اور اس طرح آپؓ نے ذوالنورین کا لقب حاصل کیا (یعنی دونوں والے)

حضرت عثمانؓ کی فیاضی:- مدینہ منورہ کے بعض مسلمانوں کو روزمرہ کے لیے استعمال کا پانی دستیاب نہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے بیرروما (کنواں) ایک یہودی سے خریدا اور مسلمانوں کو مفت پانی مہیا کیا۔ یہ اسلامی تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا ٹرسٹ تھا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس پر حضرت عثمانؓ کو جنت کی بشارت دی تھی۔ سات ہجری کے دوران نبی کریم خاتم النبیین ﷺ مسجد نبوی کو توسیع کرنا چاہتے تھے تو حضرت عثمانؓ نے ہی مسجد کے برابر والی زمین خرید کر مسجد کی توسیع کے لیے دی تھی۔ جنگ تبوک میں آپؓ نے نو سو اونٹ ایک 100 گھوڑے اور ایک ہزار دینار دیئے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی کی مزید توسیع کی تھی۔ آج مسجد نبوی کی جنوبی دیوار ویسی ہے جو حضرت عثمانؓ نے بنوائی تھی اور آج کل یہاں امام صاحب اسی جگہ کھڑے ہوتے ہیں جہاں سے حضرت عثمانؓ نے نماز کی امامت فرمائی تھی۔ اس لیے اسے محراب عثمانی کہا جاتا ہے۔

حضرت عثمانؓ کا دور خلافت اور شہادت:- آپؓ کا ابتدائی دور خلافت انتہائی پرسکون تھا۔ آپؓ نے ہر حکومتی شعبہ کو ترقی دی۔ تاہم وسیع و عریض اسلامی سلطنت کو سنبھالنا قدرے مشکل ہو گیا۔ ابن سباجو ایک یہودی منافق تھا اس نے سازشوں کا جال بچھا دیا۔ بالآخر آپؓ کو آپ کے گھر میں محاصرہ کر کے قرآن پاک کی تلاوت کے دوران شہید کر دیا۔ آپؓ کی شہادت کی داستان بہت طویل اور المناک ہے۔ آپؓ نے دشمنوں کے خلاف جنگ اس لیے نہیں کی کیونکہ آپؓ مسلمانوں کے درمیان خون ریزی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ شہادت کے وقت آپؓ کی عمر 82 سال تھی۔ مندرجہ بالا مشکل وقت میں حضرت علیؓ برابر حضرت عثمانؓ کا ساتھ دیتے رہے۔ بلکہ حضرت علیؓ

نے اپنے دونوں بیٹوں کو حضرت عثمانؓ کے گھر کے باہر پہرہ دینے کے لیے مقرر کیا۔ تاہم مجرمین حضرت عثمانؓ کے مکان کے عقب سے دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کی پیش گوئی کر دی تھی۔ ایک بار رسول پاک خاتم النبیین ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ اُحد پہاڑ پر موجود تھے کہ اچانک پہاڑ کا نپنے لگا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اپنا قدم مبارک پہاڑ پر آہستہ آہستہ مارا اور ساتھ ہی فرمایا۔ اے پہاڑ رک جا کیونکہ تجھ پر ایک رسولؐ ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔ اُحد کا تھرا نا ایک دم بند ہو گیا۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے اپنے جانشین کے لیے ایک مجلس شوریٰ مقرر فرمائی اس میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے۔ اس مجلس شوریٰ کی میٹنگ کے دوران حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے کے لیے ووٹ دیا اور حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنانے کے لیے ووٹ دیا۔ بالآخر حضرت عثمانؓ اتفاق رائے سے خلیفہ منتخب ہوئے اس سے صاف واضح ہو گیا کہ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کا احترام تھا۔ اگر ان تمام امور کو مد نظر رکھا جائے تو یہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ میں کسی قسم کی ان بن کا شائبہ تک نہیں تھا۔

حضرت علیؓ (دور خلافت 35ھ تا 40ھ)

حضرت علیؓ کی پرورش رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے زیر سایہ ہوئی۔ پس حضرت علیؓ نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے براہ راست تعلیم و تربیت حاصل کی اور رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے سب اوصاف حمیدہ کو دیکھا۔ سمجھا اور ان پر عمل پیرا ہوئے۔ حضرت علیؓ نے بچپن ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور بچپن ہی سے پختہ ایمان آپ کے دل میں پیوست ہو گیا تھا۔ آپ نے کبھی اپنا سر بتوں کے سامنے نہیں جھکا یا۔ اس لیے ہم آپؓ کے نام کے ساتھ تعظیم کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ پر تعلیم و تبلیغ کے سلسلے میں جب اشعراء کی آیت نمبر 214 نازل ہوئی۔

ترجمہ: ”آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سنا دو“۔ تو رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے ایک روز اپنے تمام قریبی رشتہ داروں کو کھانے پر مدعو کیا اور کھانے کے دوران اسلام سے متعارف کرایا۔ لیکن حضرت علیؓ کے علاوہ کسی نے بھی آپ خاتم النبیین ﷺ کی باتوں پر توجہ نہ دی۔ اس وقت حضرت علیؓ نے نہایت جرات سے کھڑے ہو کر کہا ”گو میری آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ میری ٹانگیں بھی لاغر ہیں اور میں سب سے چھوٹا بھی ہوں لیکن میں پھر بھی رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کا ساتھی اور معاون رہوں گا“۔ قریش کے سرداروں نے جب حضرت علیؓ کو یہ کہتے سنا تو بہت زور سے ایک قہقہہ لگایا۔

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ حضرت علیؓ کو بہت چاہتے تھے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی چیمٹی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو تین بیٹے حسنؓ، حسینؓ اور محسنؓ دیئے۔ محسن بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ ان تینوں بیٹوں کے علاوہ زینبؓ اور کلثومؓ آپ کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت پر جاتے ہوئے حضرت علیؓ کو لوگوں کی امانتیں سونپ کر گئے۔ حضرت علیؓ نے اس ذمہ داری کو بخیر و خوبی پورا کیا۔

اللہ کا شیر: حضرت علیؓ نے سب لڑائیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بے مثال جو انمردی کا مظاہرہ کیا۔ خیبر کا قلعہ حضرت علیؓ نے فتح کیا اس لئے آپ کو فاتح خیبر سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت علیؓ کا دور خلافت اور شہادت: حضرت علیؓ 21 ذوالحجہ 35ھ میں خلیفہ بنے اکثر مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہاں تک کے منافق ابن سبا اور اس کے گروپ نے بھی حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت علیؓ ہی کے زمانے میں ایک خطرناک گروپ کی تشکیل بھی ہوئی اس گروپ کا نام خوارج تھا۔ انہوں نے حضرت علیؓ کا مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ اب یہ گروپ خفیہ طریقوں سے مسلمان اکابرین کو فتنے کرنا چاہتا تھا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت علیؓ، حضرت عمر بن عاصؓ اور حضرت معاویہؓ صبح کی نماز کو آئیں تو تینوں کو ایک ہی دن قتل کر دیا جائے۔ خوارج گروپ نے تین افراد کو الگ الگ ان تینوں کو قتل کرنے کے لیے نامزد کیا۔ تینوں اپنی اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے کے لیے متعلقہ مقام پر پہنچا یا گیا۔ اتفاقاً حضرت عمر بن عاصؓ اسی روز نماز فجر میں حاضر نہ ہوئے۔ امیر معاویہ معمولی زخموں کے بعد دشمنوں کے زرعے سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ جبکہ عبد اللہ بن الحکم نے حضرت علیؓ کو شدید زخمی کر دیا اور آپؓ ان زخموں کی تاب نہ لا کر 20 رمضان المبارک کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ حضرت علیؓ کا یہ اعزاز ہے کہ ان کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی اور شہادت کا مرتبہ بھی ایک مسجد ہی میں ملا۔ اس وقت آپؓ کی عمر 63 سال تھی۔ آپؓ کا دور خلافت چار سال اور نو ماہ کا تھا۔ (ان اللہ وانا الیہ راجعون)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ راشدہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ 99ھ میں سند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ یہ مروان کے پوتے اور خلیفہ عبد الملک بن مروان کے داماد تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے پہلے ہی خطبے میں اپنے عزائم کا اس طرح اظہار کیا۔

”اگر اللہ تعالیٰ ہر بدعت کو میرے ہاتھوں سے مردہ کرے اور رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ کی ہر سنت کو میرے ہاتھوں زندہ کرے، اور اسی راہ میں میرے جسم کا ایک ایک ٹکڑا کام آجائے۔ یہاں تک کہ آخر میں میری جان بھی لے لی جائے تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں بہت ہی معمولی قربانی ہوگی۔“

اور پھر آپؓ کے خطبے کا سب سے اہم فقرہ یہ تھا ”اللہ کی نافرمانیوں میں ہم سے کوئی تعاون نہ کرے۔“

جیسے ہی حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے خلیفہ بننے کی خبر حجاز مقدس میں پہنچی تو مدینہ منورہ کے مشہور امام حضرت قاسم بن محمدؓ نے بے اختیار ہو کر فرمایا ”اب وہ بولیں گے جو نہیں بول سکتے تھے۔“ اس جملے سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سے پہلے کیسا خوفناک دستور زبان بندی تھا۔ مسلسل خاموش رہتے رہتے انسانوں کی صلاحیت گفتار ختم ہو گئی تھی۔ یہ زبان بندی سال دو سال سے نہیں تھی، زبان بندی کا یہ سلسلہ حضرت امام حسنؓ کی شہادت کے بعد سے ہی شروع ہو گیا تھا۔

یزید کے بعد مروان بن حکم اور پھر عبد الملک بن مروان، ولید بن عبد الملک کے زمانے میں لوگ ایک حرف بھی حق بات کا زبان سے نہیں نکال سکتے تھے۔ گو کہ سلیمان بن عبد الملک کا زمانہ امن کا زمانہ تھا۔ لیکن لوگ اس قدر ڈرے ہوئے تھے کہ خاموشی ہی کو عافیت سمجھنے لگے تھے۔ انسانوں کی صلاحیت گفتار ختم ہو گئی تھی، اور ان کی آوازیں سینوں ہی میں گھٹ کر دم توڑ چکیں تھیں۔ جابر اور ظالم حکمرانوں کے خوف اور دہشت سے جو نسلیں گوئی ہو گئیں تھیں انہیں بولنے کی طاقت، ہمت اور آزادی گفتار حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس وقت بخشی جب وہ اپنی قوت گویائی کی دوبارہ بحالی سے ہمیشہ کے لئے مایوس ہو چکی تھیں۔ یہ ایک ایسی کرم کی بارش تھی جس نے مردہ زمینوں میں جان ڈال دی تھی۔ اس سے ایک مرتبہ پھر وہی شادابی لوٹ آئی جسے دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس گئیں تھیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس عدل و انصاف کو زندہ کیا جو آپؓ سے پہلے والے خلفاء کے دور میں مر چکا تھا۔ اور اگر کہیں کسی شکل میں زندہ بھی تھا تو اس کی معاشرتی حیثیت ایک لاوارث اور یتیم بچے کی مانند تھی۔

ایک زمانہ دراز سے حضرت علیؓ بن ابی طالب کی شان میں خطبات کے ذریعے گستاخیاں کی جاتی تھیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس کا فرانہ رسم کو سختی کے ساتھ روک دیا، اور پہلی بار حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کا لفظ استعمال کیا جس کا مطلب ہے۔ ”اللہ تعالیٰ آپؓ کے چہرے کو روشن کرے۔“

اس کے علاوہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے تمام اموی شہزادوں سے جاگیریں واپس لیں۔ جہاں جہاں ظالم اموی شہزادے، اور ظالم عمال موجود تھے ان تمام کو معزول کر دیا گیا۔ لوگوں نے آپؓ کو عمر ثانی کہا شروع کر دیا۔ اور پھر عمر ثانی نے جو سب سے بڑا کارنامہ سرانجام دیا وہ مذہبی علوم کا احیاء تھا۔ آپؓ نے حضرت امام زہریؒ کو حکم دیا کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی تمام احادیث مبارکہ کو جمع کیا جائے۔ جب یہ مجموعہ تیار ہوا تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے تمام ممالک اسلامیہ میں اس کی نقلیں بھجوائیں۔ امام قاسمؒ کے بقول ”اب وہ لوگ بول سکیں گے جو اس سے پہلے نہیں بول سکتے تھے“ جن کے سینوں میں احادیث مبارکہ کے ذخیرے موجود تھے۔ اور وہ اسی علم کے خزانے کو اپنے سینوں میں دبائے خاموش رہے تاکہ علم کا یہ خزانہ ختم نہ کر دیا جائے۔

علماء کا گم شدہ وقار لوٹ آیا۔ عشرت کدے بھجادیئے گئے اور درس گاہیں روشن ہو گئیں۔ اگرچہ مملکت اسلامیہ کے دیگر عمال (گورنر) علم کے سلسلے میں اتنے زیادہ حساس نہیں تھے، مگر حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے غیر معمولی رجحان کے باعث وہ لوگ بھی محدثین عظام اور فقہائے کرام کا ادب کرنے پر مجبور ہو گئے۔ خلیفہ وقت کی اس گرم جوشی نے عوام الناس کو ایک مرتبہ پھر علم کی طرف متوجہ کر دیا، اور گھر گھر علم و تدریس کے چرچے ہونے لگے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے دین اسلام کی جو خدمات سرانجام دیں، ان کو دیکھ کر لوگ خلافت راشدہ کے دور کو یاد کرنے لگے۔ لوگوں نے آپؓ کو عمر ثانی کہا اور آپؓ خلافت راشدہ کے پانچویں خلیفہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپؓ انتہائی نرم دل اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے زمانے میں عقلیت پرستوں پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ عمر ثانیؓ کے دور میں صرف کردار ہی نہیں علم بھی دوبارہ زندہ ہوا تھا۔

101ھ میں عمر بن عبد العزیزؓ کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔

اسے اہل زمین کی تیرہ بختی ہی کہا جائے گا کہ سوادو سال بعد ہی وہ سورج بجھ گیا۔ جو حضرت علی بن ابی طالبؓ کی شہادت کے بعد نصف صدی تک گہرے سیاہ بادلوں میں روپوش رہا تھا مگر اس مختصر ترین وقت میں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اتنی روشنی تقسیم کر گئے کہ اہل طلب اب قیامت تک اندھیروں کا شکار نہیں ہوں گے۔

فدیہ اور کفارے

عبادات کی دو قسمیں ہیں:

(الف) پہلی قسم ان عبادات کی ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ اس وقت کے اندر اندر ان کو ادا کرنا ہے۔ اگر وقت پر ادا نہ کیا جائے تو انسان کے ذمہ قضاء رہے گی، جب تک کہ ان کی ادائیگی نہ کی جائے۔ جیسے

(1) نماز (2) روزہ (3) قربانی

فدیہ اور کفارے میں فرق:

فدیہ کیا ہے؟ فدیہ اصل میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کے بدلے میں دیا جائے۔ ایسا مسلمان مرد یا عورت جو بڑھاپے یا کسی بیماری جس کی وجہ سے، فرض یا واجبات نہ ادا کر سکتا ہو تو اسے فدیہ ادا کرنا ہوتا ہے۔

کفارہ کیا ہے؟ کفارہ شریعت کی رو سے ایک قسم کی سزا یا جرمانہ ہے جو بعض حرام کاموں کے ارتکاب، فرض یا واجبات کے ترک کرنے (یعنی چھوڑنے) پر متعلقہ شخص پر لاگو ہوتا ہے۔

(1) نماز:-

نماز کا فدیہ زندگی میں ادا نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں مرنے کے بعد اگر میت نے وصیت کر دی تھی تو ایک وقت کی نماز کی قضا کا فدیہ پونے دو کلو آٹا دے دیں۔ تو میت کے ذمہ سے ایک وقت کی نماز ادا سمجھی جائیگی۔ ایک وقت کا پونے دو کلو آٹا، پانچ وقت کا پورے نو کلو۔ ایک ماہ اور پھر ایک سال کا کتنا فدیہ بنا؟؟ اتنا فدیہ ورثا میں سے کبھی کسی کو دیتے نہیں دیکھا گیا۔ میت کی نمازوں کا فدیہ اس صورت میں ورثا پر فرض ہے جبکہ وصیت کے ساتھ ساتھ میت نے بہت سا مال چھوڑا ہے تو ورثا کو میت کی کل نمازوں کا حساب لگا کر ایک تہائی مال میں سے میت کے ذمہ کا یہ قرضہ اُتار دینا چاہیے ورنہ گناہگار ہوں گے۔ اگر وصیت نہیں کی تو مال ورثا کا ہوا اور میت کے ذمہ قرض ہے اور گناہ رہے گا۔

(2) روزہ:-

روزے کا فدیہ:-

روزے کا فدیہ یہ ہے کہ جو شخص بڑھاپے یا دائم المریض ہونے کی وجہ سے روزے رکھنے پر قادر نہ ہو اور نہ ہی مستقبل میں اس کی صحت کی کوئی امید ہو تو ایسے شخص کو ہر روزے کے بدلے میں پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت بطور فدیہ دینی ہوگی، یا دو مساکین کو ایک وقت کا کھانا کھلانا ہوگا یا ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہوگا۔ لیکن اس کے بعد اگر صحت یاب ہو گیا تو دوبارہ روزے ادا کرنا ضروری ہوگا، اور جو رقم فدیے میں دی وہ صدقہ شمار ہوگی۔ عام بیماری جس میں صحت یابی کی امید ہو اس میں روزے کا فدیہ ادا کرنا درست نہیں ہے۔ صحت یابی پر روزے ادا کرنے ہوں گے۔

روزے کا کفارہ:-

اگر عاقل بالغ شخص رمضان المبارک کا وہ روزہ جس کی نیت صبح صادق سے پہلے کر چکا ہو قصداً (جان بوجھ کر) کھاپی کر یا جماع (ہم بستری) کر کے توڑ دے تو اس روزے کی قضا کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی لازم ہوتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ (ایک روزے کا کفارہ) اگر ممکن ہو تو ایک غلام آزاد کرے، لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو تو ساٹھ روزے مسلسل رکھنا واجب ہوں گے، اور اگر بڑھاپے یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے مسلسل ساٹھ روزے رکھنے پر قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھلانا واجب ہوگا۔ جو ان صحت مند آدمی کے لیے روزے کی قدرت ہوتے ہوئے ساٹھ روزے رکھنے کے بجائے بطور کفارہ کھانا کھانا جائز نہیں، اس سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔

صدقہ فطر کا کفارہ:- اگر کوئی شخص عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر یا فطرانہ ادا نہ کر سکا تو یہ معاف نہ ہوگا۔ اگلے سال پھر عید کی نماز سے پہلے اس کو ادا کرے۔

(3) قربانی:-

قربانی ہر سال ہر صاحب استطاعت پر واجب ہے لیکن اگر 10 سال تک بھی قربانی نہیں دی ہے تو اکٹھی قربانی کے دنوں میں دے کر قرضہ چکا یا جاسکتا ہے اگر

ادانہ کی گئی تو گناہ لازم ہوگا۔

(ب) دوسری قسم ان عبادات کی ہے جن کے لیے وقت مقرر نہیں ہے زندگی میں جب بھی انسان ان کو ادا کرے وہ ادا ہو جائیں گی۔ جیسے

(1) زکوٰۃ (2) سجدہ تلاوت قرآن پاک (3) انسانی قرض (4) حج (5) قسم کا کفارہ

(1) زکوٰۃ :-

زکوٰۃ ہر صاحبِ نصاب پر ہر سال ساڑھے سات تولے سونے یا ساڑھے باون تولے چاندی (حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت چاندی 5 تولے اوقیہ 200 درہم موجودہ 52.1/2 تولہ) یا (اتنا مال سال بھر رکھا رہا اور اس کو استعمال نہیں کیا) پر فرض ہے۔ اور یہ ایک سو پراڑھائی روپے کے حساب سے ادا کرنا ہوتی ہے۔ اگر ادا نہیں کیا تو عمر کے کسی بھی حصے میں جب پیسے ہوں ادا کر دی جائے تو ادا ہو جائے گی۔

(2) سجدہ تلاوت قرآن پاک :-

سجدہ قرآن پاک کی آیت جہاں آئے تو وہاں سجدہ کرنا ہوتا ہے یعنی اُسی وقت ادا کرنا ہوتا ہے۔ یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ 14 سجدے اکٹھے کر لیے جائیں یعنی اکٹھے ادا کر دیئے جائیں۔ لیکن اگر یہ اب تک ادا نہیں کیئے ہیں تو اکٹھے ادا کر دینے سے ادا ہو جائیں گے اور تاخیر کرنے پر گناہ ہوگا۔ اس کے لیے معافی مانگی جائے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی جائے۔ اگر یہ سجدے زندگی میں ادا نہیں کیے اور وصیت کر دی کہ وراثت میں سے میرے سجدوں کا فدیہ دے دیا جائے۔ تو ایک سجدہ تلاوت کا فدیہ مرنے کے بعد پونے دو کلو آٹا ہے۔ اگر ورثہ ادا کریں تو ٹھیک ورنہ گناہگار ہوں گے اور میت کے ذمہ سے قرض اُتر جائے گا اور اگر میت نے وصیت نہیں کی تو مرتے ہی مال ورثہ کا ہو جائے گا اور میت کے ذمہ یہ قرضہ باقی رہے گا اور گناہگار ہوگا۔

(3) انسانی قرض :-

ضروری ہے کہ اس کو وقت پر ادا کر دے اور اگر ادا نہیں کر سکا، تو مرتے وقت اپنے حصہ میں سے قرض اتارنے کی وصیت کر دے۔ تو ورثہ ادا کریں گے اور اگر وصیت نہیں کی تو میت پر قرض باقی رہے گا۔ یاد رہے کہ انسان اپنی ملکیت میں سے ایک تہائی اپنی مرضی سے وصیت کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔ باقی تین حصے شریعت نے ورثہ کے لیے لازمی قرار دیئے ہیں۔

(4) حج :-

حج زندگی میں ادا کریں، یہ ہر صاحب استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے۔ ادا کرنے سے فرض ساقط ہو جائیگا، اور ادا نہیں کیا زندگی میں اور وصیت کر دی ہے تو ورثہ میں سے کوئی میت کی چھوڑی ہوئی رقم میں سے حج ادا کر دے۔ یا رقم خرچ کر کے حج کروادے، میت کے سر سے حج کا قرض اُتر جائے گا۔ اور اگر ورثہ وصیت کے باوجود ایسا نہ کریں تو گناہگار ہوں گے اور میت کے ذمہ سے قرض اُتر جائے گا۔

(5) قسم کا کفارہ :-

اگر کسی نے اللہ کی قسم کھائی تھی کہ ایسا کروں گا، پھر نہیں کیا، تو قسم کا کفارہ فرض ہے۔ قسم کا کفارہ تین روزے رکھنا ہے یا دس غریبوں کو صبح و شام کھانا کھلانا ہے۔ اگر کسی نے قسم کھائی کہ

”تو مجھ پر (شوہر نے قسم کھائی ہے) میری ماں کی طرح ہے۔ تو اس کے لیے اُس وقت تک بیوی حلال نہ ہوگی، جب تک وہ ساٹھ غریبوں کو پیٹ بھر کر کھانا نہ کھلائے یا دو ماہ کے روزے متواتر رکھے۔ اگر بیچ میں کوئی روزہ نہ رکھا تو دوبارہ سے روزے رکھے جائیں گے۔“

مندرجہ بالا عبادات اگر وقت پر ادا نہیں کیں تو عمر کے جس حصے میں بھی ادا کریں گے ادا ہو جائیں گی۔ مثلاً دس سال سے صاحبِ نصاب ہے اور زکوٰۃ ادا نہیں کی تو اب اکٹھی دس سال کی ادا کر دیں تو ادا ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر پچاس سجدہ تلاوت واجب ہیں اب ادا کر دیں، ادا ہو جائیں گے، 20 سال سے کسی کی رقم بطور قرض لی ہوئی تھی، اب ادا کریں تو ادا ہو جائیگی، اسی طرح حج جب بھی ادا کریں گے ادا ہو جائے گا۔ دس سال سے قربانی نہیں کی اب اکٹھی ادا کر دیں، ادا ہو جائے گی۔ لیکن ایام قربانی ہی میں قربانی کرنی ہوگی۔

غیبت

غیبت کی تعریف:- ”اپنے (زندہ یا مردہ) مسلمان بھائی کے بارے میں اس کی پیٹھ پیچھے ایسی بات کہنا جو اسکو معلوم ہو جائے تو اُسے بری لگے اور یہ غیبت اس وقت ہے کہ وہ بات اس نے کہی ہو اگر وہ بات اس نے نہیں کہی تو پھر یہ ایک اور گناہ ہے جس کا نام ہے ”بہتان“۔

پارہ نمبر 26 سورۃ الحجرات آیت نمبر 12 میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ:- ”اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا“۔

سرکارِ دو عالم خاتم النبیین ﷺ نے پوچھا غیبت کیا ہے؟ عرض کیا گیا ”اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ بہتر جانتے ہیں“۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرو جسکو وہ ناپسند کرتا ہو“۔ عرض کیا گیا ”اگر وہ بات اس میں موجود ہو تو؟“ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”جو بات تم کہہ رہے ہو اگر وہ اس میں موجود ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں (وہ بات) نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان باندھا“۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 6593)

ذیل میں دیئے ہوئے ان الفاظ پر ذرا غور کریں کہ مسلمانوں کے بارے میں روزانہ کیا کیا کہہ کر کتنی بار غیبت یا بہتان کا ارتکاب کرتے ہوئے ہم معاذ اللہ خوفناک عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

غیبت کی مثالیں:-

- 1- لمبی باتیں کرتی ہے/کرتا ہے۔ 2- چکنی/چپڑی باتیں کرتی ہے/کرتا ہے۔ 3- سیانی بنتی ہے/بنتا ہے۔ 4- بیوقوف بنارہی تھی/بنارہا تھا۔
 - 5- باتونی ہے۔ 6- بور کرتی ہے/کرتا ہے۔ 7- چال باز ہے۔ 8- ڈھونگ کرتی ہے/کرتا ہے۔ 9- خود کو بڑا سمجھتی ہے/سمجھتا ہے۔
 - 10- بداخلاق/بدتمیز/بد زبان ہے۔ 11- فضول گو ہے۔ 12- ایویں ہی ہے (یعنی بس ایسے ہی ہے)۔ 13- دنیا دار ہے۔ 14- ظالم ہے۔
 - 15- خود کو ہوشیار سمجھتی ہے/سمجھتا ہے۔ 16- بزدل ہے۔ 17- چور ہے۔ 18- خائن ہے۔ 19- راشی ہے۔ 20- جھگڑالو/فتنے باز
 - 21- اہل، بیوقوف، ان پڑھ ہے۔ 22- مفت خور۔ 23- ناشکری/ناشکرا، احسان فراموش ہے۔ 24- غنڈہ ہے۔ 25- زانی ہے۔
 - 26- خشک مزاج ہے۔ 27- امیروں سے دوستی کرتی ہے/کرتا ہے۔ 28- منہ سے بو آتی ہے۔ 29- کان کی کچی ہے/کچا ہے۔ 30- چکر باز
 - 31- نخرے باز ہے۔ 32- کام چور ہے۔ 33- ندمزاج ہے۔ 34- بے صبری/بے صبرا۔ 35- گند ذہن ہے۔
 - 36- سست مار۔ 37- پڑھائی میں کمزور/بدھو ہے۔ 38- موٹی عقل ہے۔ 39- ڈینگیاں مارتی ہے/مارتا ہے۔ 40- دھمیری کرتے ہیں۔
 - 41- شینی مارتی ہے/مارتا ہے۔ 42- چغل خور ہے۔ 42- مغرور ہے۔ 43- چڑچڑی/چڑچڑا۔ 44- پیسوں کی بھوکی ہے/بھوکا ہے۔
 - 45- مالداروں کے پیچھے گھومتی ہے/گھومتا ہے۔ 46- غریبوں کو گھاس نہیں ڈالتی/ڈالتا۔ 47- لالچی ہے۔ 48- خوشامدی ہے۔
 - 49- اکڑتی ہے، اتراتی ہے، اتراتا ہے۔ 50- اپنی واہ واہ چاہتی ہے/چاہتا ہے۔ 51- بخیل ہے۔ 52- ریا کار ہے۔ 53- ٹھگ ہے
 - 54- دکھاوے کے لئے روتی ہے/روتا ہے۔ 55- چھوڑتی ہے یعنی جھوٹ بولتی ہے/بولتا ہے۔ 56- نیت خراب ہے۔ 57- دل میں دغا ہے۔
 - 58- دھوکے باز ہے۔ 59- ددیانت ہے۔ 60- خار کھاتی ہے/کھاتا ہے۔ 61- جھوٹی ہے/جھوٹا ہے۔ 62- جان ہی نہیں چھوڑے۔
 - 63- ”گند“ کرتی ہے/کرتا ہے۔ 64- ”فتنے“ ہے۔ 65- پھڈے باز ہے۔ 66- جواری ہے۔ 67- صفائی نہیں رکھتے۔ 68- ڈرامہ باز ہے۔
 - 69- اس میں دم کہاں؟ 70- چودراہٹ جمارکھی ہے۔ 71- گلے ہی پڑھ جاتے ہیں۔ 72- آوارہ ہے۔ 73- چلتا پرزہ
 - 74- پیٹ کے ہلکے۔ 75- لا پرواہ ہے۔ 76- اسکے بیان میں دم کہاں؟ 77- پیسوں کے لئے نعت پڑھتے ہیں۔ 78- فضول خرچ ہے۔
- ان کے علاوہ: لباس میں عیب نکالنا، سواری میں عیب نکالنا، گھر میں عیب نکالنا، عبادت میں عیب نکالنا وغیرہ یہ سب بھی غیبت میں شامل ہوتا ہے۔
- یعنی بلا اجازت شرعی اگر کوئی ایسی ویسی بات کسی کے بارے میں پیٹھ پیچھے کہی جبکہ وہ بات اس میں موجود ہو تو وہ غیبت ورنہ بہتان ہے۔
- غیبت کے مختلف انداز:-** زبان سے، اشارے سے، لکھ کر، مسکرا کر مثلاً آپ کے سامنے کسی کی خوبی بیان ہوئی اور آپ نے طنزیہ انداز میں مسکرا دیا جس سے ظاہر ہوتا ہے

کہ ”میں اسکو خوب جانتی ہوں۔۔۔ ہاتھ، پاؤں، سر، ناک، ہونٹ، زبان، آنکھ، اُبرو پیشانی پر بل ڈال کر۔ الغرض کسی بھی انداز سے دوسرے کو کسی کی برائی سمجھائی جائے تو یہ غیبت میں داخل ہے۔

غیبت سننا بھی گناہ کبیرہ ہے:- غیبت کرنے اور سننے کی عادت نے ہمارے معاشرے میں تباہی مچا رکھی ہے۔ منقول ہے کہ ”آگ خشک لکڑیوں کو اتنی جلدی نہیں جلاتی جتنی جلدی غیبت انسان کی نیکیوں کو جلا کر رکھ دیتی ہے۔“

عذاب قبر کے تین حصے:- حضرت سیدنا قتادہؓ فرماتے ہیں ”عذاب قبر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ایک تہائی عذاب غیبت سے، ایک تہائی عذاب چغلی سے اور ایک تہائی پیشاب کی چھینٹوں سے خود کو نہ بچانے سے ہوتا ہے۔“

غیبت سے توبہ کا طریقہ:-

1- اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ندامت کے ساتھ توبہ کریں غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس جس کی غیبت کی ہے اسکے لیے دعائے مغفرت کریں اگر نام یاد نہ رہے ہوں تو یوں کہے ”اے اللہ میں نے آج تک جتنی بھی غیبتیں کی ہیں ان سے توبہ کرتی ہوں/کرتا ہوں اور میں نے آج تک جن جن مسلمانوں کی غیبت کی ہے ان سب کی اپنے محبوب خاتم النبیین ﷺ کے صدقے میں مغفرت فرمادے“ (یاد رہے کہ قبولیت توبہ کے لیے شرط یہ ہے کہ اس گناہ سے دل میں بیزاری اور آئندہ نہ کرنے کا عزم ہو)۔

2- اس بندے سے معافی مانگے جسکی غیبت کی ہو اسکے پاس جا کر اسکی تعریف اور اس سے محبت کا اظہار کریں تاکہ اسکا دل خوش ہو جائے اور عاجزی کے ساتھ عرض کریں کہ میں نے جو آپکی غیبت کی ہے اس پر نادم ہوں مجھے معاف کر دیجیے۔ اب بالغرض وہ معاف نہ بھی کرے تب بھی انشاء اللہ آخرت میں مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ ہاں اگر رسمی طور پر بلا اخلاص کے ہی معافی مانگی اور اس نے معاف کر بھی دیا تب بھی آخرت میں مواخذہ کا خوف باقی ہے۔

چغلی کیا ہے؟

لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے کے لئے ادھر کی بات ادھر کرنا چغلی کہلاتا ہے۔

منافقت:

منافق وہ ہے جس کے ظاہر اور باطن میں فرق ہو، منافقت انسان کو اللہ کے قرب سے محروم کر دیتی ہے۔

1- منافق وہ ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کا ساتھ دے۔ 2- منافق وہ ہے جو اسلام سے پیار کرے اور مسلمان سے نفرت۔

3- منافق وہ ہے جس کی خلوت اور جلوت میں فرق ہو۔ 4- جس کی باتیں اور وعدے جھوٹے ہوں۔

5- جو دشمنوں کے ساتھ ہنس کربات کرے اور دوستوں کی ہنسی اڑائے۔ 6- جو محسنوں کے ساتھ دفا نہ کرے۔ جو انسان کا شکر ادا نہ کرے۔

7- جس کو اپنے سے بہتر کوئی نظر ہی نہ آئے۔ جو امانت کی حفاظت نہ کر سکے۔

8- جو اپنے دماغ کو سب سے بڑا دماغ سمجھے جو یہ نہ سمجھ سکے کہ اگر اللہ چاہے تو مکڑی کے کمزور جالے سے بھی ایک طاقتور دلیل پیدا کر سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"4 باتیں منافقت کی علامت ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا پایا جانا بھی منافقت کی دلیل ہے۔ جب تک اس عادت کو چھوڑ نہ دے۔

1- جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ 2- جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔

3- جب امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔ 4- جب جھگڑے تو گالی گلوچ پر اترا آئے۔" (بخاری و مسلم)

اللہ پاک ہم سب کو غیبت، چغل خوری، بہتان اور منافقت جیسے تمام گناہوں سے محفوظ فرمائے۔ یا اللہ ہماری اور اپنے محبوب خاتم النبیین ﷺ کی ساری امت کی مغفرت فرما نا۔ (آمین)

کلمات کفر

تنگدستی، بیماری، پریشانی اور فوگنگی کے مواقع پر بعض لوگ صدمے یا اشتعال کے سبب کچھ کفریہ کلمات منہ سے نکال دیتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا اس کو ظالم سمجھنا، ضرورت مند، عاجز یا محتاج سمجھنا وغیرہ۔ یاد رکھیں بلا شرعی عذر (ہوش و حواس میں نہ ہونا) صریح کفر کہنے والا اور معنی سمجھنے کے باوجود ہاں میں ہاں ملانے والا بلکہ تائید میں سر ہلانے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔ نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ بیعت ختم ہو جاتی ہے۔ زندگی بھر کے نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ اگر حج کیا تو وہ بھی گیا۔ اب تجدید ایمان کے بعد نئے سرے سے تمام کام کئے جائیں۔ اس لیے انتہائی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

چند مشہور جملے (کفریہ کلمات) جو عوام الناس میں غلط العام ہو گئے ہیں، جن سے اجتناب ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے:

i- "نمازیں بخشتوانے گئے تھے"، "روزے گلے پڑ گئے"۔

جس نے رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) پر نازل شدہ دین کی کسی چیز کا یا اس کی جزا اور سزا کا مذاق اڑایا اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (سورہ توبہ، آیت نمبر 65-66)

ترجمہ:- "کہو کیا تمہاری ہنسی دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول، ہی کے ساتھ تھی؟ اب عذرات نہ تراشو، تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔"

ii- "نوسو چوہے کھا کر بلی جج کو چلی"۔ (یعنی ساری زندگی گناہوں میں گزری اب نیک ہونے کا کیا فائدہ)

بحیثیت مسلمان لاکھوں، کروڑوں گناہ سرزد ہونے کے بعد بھی جج کو جائے گا تو ان شاء اللہ رب کی رحمت کو اپنے قریب پائے گا۔ گویا کوئی شخص کتنا ہی گناہ سے آلودہ کیوں نہ رہا ہو اگر وہ سچی توبہ کر کے پلٹ آنا چاہے تو مغفرت کا دروازہ کھلا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے (سورہ طہ، آیت نمبر 82)

ترجمہ:- "جو شخص توبہ کرے، ایمان لائے، اچھے عمل کرے اور راہ راست پر گامزن رہے تو اسے میں یقیناً بہت زیادہ معاف کرنے والا ہوں۔"

iii- "آج کے دور کے مطابق دین میں تبدیلی وقت کی ضرورت ہے۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (سورہ المائدہ، آیت نمبر 3)

ترجمہ:- "آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔"

iv- "آخر اللہ کو ہماری یاد آ ہی گئی۔"

اللہ فرماتا ہے (سورہ مریم، آیت نمبر 64)

ترجمہ:- "تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں۔"

v- "زمانہ بہت خراب ہو گیا ہے، زمانہ بڑا غدار ہے۔"

حدیث قدسی:- "ابن آدم مجھے اذیت دیتا ہے۔ وہ زمانے (وقت) کو گالی دیتا ہے جب کے زمانہ "میں" ہوں۔ ہر حکم میرے ہاتھ میں ہے اور میں ہی دن رات کو پلٹا ہوں۔" (متفق علیہ)

vi- "فلاں بہت منحوس ہے" وغیرہ وغیرہ

یہ وہی لوگوں کی باتیں ہیں۔ اسلام میں نحوست اور بدشگونی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہ محض توہم پرستی ہے۔ حدیث شریف میں بدشگونی کے عقیدے کی تردید فرمائی گئی ہے۔ سب سے بڑی نحوست انسان کی اپنی بد اعمالیاں اور فسق و فجور ہو۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: (سورہ النساء، آیت نمبر 79)

ترجمہ:- "تجھے جو بھلائی ملتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے۔"

مشکلات کے وقت بکے جانے والے کفریہ کلمات۔

1- "فلاں شخص لوگوں کے ساتھ کچھ بھی کرے اللہ کی طرف سے اسے قتل آزادی ہے"۔ (کھلی چھٹی ہے)

- 2- ”ہمیں تو اللہ فوراً ہی پکڑ لیتا ہے۔“
 - 3- ”اللہ نے ہمیشہ ہمارے دشمنوں کا ساتھ دیا ہے۔“
 - 4- ”ہم نے سب کچھ اللہ پر چھوڑ کر بھی دیکھ لیا کچھ نہیں ہوتا۔“
 - 5- ”ہماری تو قسمت ہی خراب ہے۔“
 - 6- ”ہمارے مقدر میں کامیا بیاں کہاں؟“
 - 7- ”شاید اس کے خزانے میں ہمارے لیے کچھ نہیں۔“
 - 8- ”ہمارا تو کوئی خواب کوئی آرزو کبھی پوری ہی نہیں ہوئی۔“
 - 9- ”کیا دعا کروں اللہ سے؟ مجھے معلوم ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوگی۔“
 - 10- ”فلاں شخص نے سب کو تنگ کر رکھا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اللہ بھی ایسوں کو نہیں پکڑتا۔“
 - 11- ”اے اللہ تو نے مال لے لیا، عزت لے لی، فلاں چیز لے لی، اب کیا رہ گیا ہے ہمارے پاس؟ اب کیا چاہتا ہے؟“
 - 12- ”اللہ بھی ہم جیسے مجبوروں کو ہی پکڑتا ہے۔“
 - 13- ”نا کامی تو ہمارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے، وغیرہ وغیرہ“
- تنگدستی کے باعث کہے جانے والے کفریہ کلمات**
- 14- ”اے اللہ بس کراب ہمیں مزید مصیبت میں مت ڈالنا۔“
 - 15- سیاسی پناہ لینے، یا تنگدستی کی وجہ سے کفار کے ہاں نوکری کی خاطر ویزا فارم پر یا کسی قسم کی رقم وغیرہ بچت کے لیے درخواست پر اگر خود کو جھوٹ موٹ عیسائی، یہودی، قادیانی، شیعہ، کافر، لکھا یا لکھوایا۔ تب بھی کافر ہو گیا۔
 - 16- کسی سے مدد کی درخواست کرتے ہوئے یہ کہنا کہ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو میں عیسائی ہو جاؤں گا۔ یا قادیانی ہو جاؤں گا یا شیعہ ہو جاؤں گا۔ ایسا کہنے والا فوراً کافر ہو جائے گا۔
 - 17- کسی کو مشورہ دیا کہ کافر ہو جاؤ، وہ شخص کافر ہو یا نہ ہو مشورہ دینے والا فوراً کافر ہو جائے گا۔
 - 18- کسی نے کفر کیا کسی پر حکم کفر لگایا اس پر راضی ہونے والا حکم کفر میں داخل ہے۔ کیونکہ اس نے کسی کے کفر میں مبتلا ہونے کو پسند کیا اور کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے۔
 - 19- یہ کہنا کہ اگر اللہ ہوتا تو ہم جیسے مقرر وضوں کو سہارا دیتا، غریبوں کا سہارا بنتا۔
- اعتراضات کی صورت میں کہے جانے والے کفریہ کلمات**
- 20- ”معلوم نہیں اللہ نے مجھے کیوں پیدا کیا؟“
 - 21- ”فلاں کو تو تو نے یہ کچھ دے رکھا ہے۔ ہمارے مقدر میں غم ہی لکھ دیئے ہیں۔“
 - 22- ”اے اللہ یہ زیادتیاں میرے ساتھ ہی ہوتی ہیں تو بھی تو دیکھتا ہے یہ کیسا انصاف ہے؟“
 - 23- ”کہتے ہیں اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے میں کہتا ہوں یہ سب بکواس ہے؟“
 - 24- ”پریشانیاں بس نیکیوں کے لیے ہیں۔ برے لوگ عیش اڑاتے ہیں۔“
 - 25- ”اے رب آخر میں نے ایسا کونسا قصور کر دیا کہ پریشانیاں اور تکلیفیں سب میرے ہی مقدر میں لکھ دی ہیں۔“
- فونگی کے مواقع پر بولے جانے والے کفریہ کلمات**
- 26- ”کسی کے فوت ہونے پر یہ کہنا کہ یہ کتنا بڑا ظلم ہوا ہے۔“
 - 27- ”یا کسی کا جوان بیٹا مر جائے تو یہ کہنا کہ اگر اللہ کا کوئی بیٹا ہوتا اور مرتا تو میں دیکھتا کہ اسے کیا ہوتا ہے۔“ یہ کہنا کفر ہے کیونکہ کہنے والے نے اللہ کا بیٹا ہونا کہا

اور اس کی طرف ظلم کو منسوب کیا۔

28۔ ”یہ کہنا کہ نیکوں کو اللہ بھی جلدی بلا لیتا ہے۔“

29۔ ”کسی کی موت پر یہ کہنا کہ یا اللہ اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں پر بھی تجھے ترس نہ آیا۔“

30۔ ”یا اللہ اس کی بھری جوانی پر ترس کھالیا ہوتا“

31۔ ”یا والدین میں سے کسی کا کہنا کہ یا اللہ اگر تو نے لینا ہی تھا تو مجھے لے لیتا۔ اس کو کیوں لے لیا (یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پر اعتراض ہے)“

32۔ ”یا اللہ تیرا نظام انصاف بھی بڑا ہی عجیب ہے“ وغیرہ وغیرہ۔

تجدید ایمان (یعنی از سر نو ایمان لانے کا) کا طریقہ۔

دل کی تصدیق کے بغیر صرف زبانی توبہ کافی نہیں ہوتی۔ یعنی کسی نے کفر بک دیا، کسی دوسرے نے بھلا پھسلا کر توبہ کروادی۔ اس طرح کے کفر کرنے والے کو احساس بھی نہ ہوا کہ اس نے کفر کیا تھا تو اس طرح توبہ نہ ہوگی۔ اس کا کفر بدستور باقی رہے گا۔ توبہ اس وقت قبول ہوتی ہے جب گناہ کرنے والا اپنے گناہ کو تسلیم کرے۔ یعنی جب کفر بکنے والا اپنے کفر بکنے کو تسلیم کرے اور دل سے اس کفر سے نفرت اور بیزاری بھی محسوس کرے اور توبہ میں اس کفر سے بیزاری کا تذکرہ بھی کرے۔ مثلاً یا اللہ میں نے ویز الگو انے کے لیے اپنے آپ کو عیسائی لکھ دیا تھا لیکن میں بے حد شرمندہ ہوں اور اپنے اس کفر سے معافی مانگتا ہوں اور پڑھتا ہوں ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ یا۔۔ یا اللہ میں نے جو بینک میں اس لیے کہ زکوٰۃ کی کٹوتی پر اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کیا تھا اس پر دل سے شرمندہ ہوں اور معافی مانگتا ہوں اور کہتا ہوں ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“۔ اس کے علاوہ بھی ہر مسلمان کو روزانہ سونے سے پہلے احتیاط توبہ و تجدید ایمان کر لینا چاہیے کہ یا اللہ اگر دن میں یارات میں کسی بھی وقت مجھ سے بے خیالی میں کوئی کفر یہ کلمہ ادا ہو گیا ہے میں معافی مانگتا ہوں اور بیزار ہوں اس سے اور میں پڑھتا ہوں ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“۔

ایمان کی حفاظت کا ورد

بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی دِیْنِیْ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِیْ، وَوَلَدِیْ وَ اَهْلِیْ وَ مَالِیْ

صبح شام تین تین بار پڑھیں۔ دین و ایمان، جان و مال و بچے سب محفوظ رہتے ہیں۔

جب کوئی پریشانی یا مصیبت آئے تو فوراً کہیں ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ اور صبر کرے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ”اے انسان اگر تو طالب ثواب ہو کر اول صدمہ پر (یعنی صدمہ آتے ہی فوراً) صبر کرے تو میں تیرے لیے جنت کے سوا کسی ثواب پر راضی نہیں ہوتا۔“ (صحیح

بخاری، حدیث نمبر 6424)

آسان زندگی

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ "ایک شخص مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے اندھیری رات میں اپنے گھر سے نکلا۔ اندھیرے کی وجہ سے اسے ٹھوکر لگی اور وہ منہ کے بل کیچڑ میں گر گیا۔

کیچڑ سے اٹھ کر وہ گھر واپس آیا۔ کپڑے تبدیل کیے اور دوبارہ مسجد کی طرف چل دیا۔ ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ اسے دوبارہ ٹھوکر لگی اور وہ دوبارہ کیچڑ میں گر گیا۔ کیچڑ سے اٹھ کر وہ ایک بار پھر واپس گھر کی طرف لوٹا۔ دوبارہ کپڑے تبدیل کیے اور مسجد کی طرف چل دیا۔ اپنے گھر کے قریب ہی اسے ایک شخص ملا جو اپنے ہاتھ میں ایک روشن چراغ تھا۔ چراغ والا یہ شخص چپ چاپ نمازی کے آگے آگے چلنے لگا اور چراغ کی روشنی میں نمازی آرام سے مسجد تک پہنچ گیا۔ اور پھر شکریہ ادا کر کے مسجد میں داخل ہو گیا۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ شخص مسجد سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ چراغ اٹھائے ہوئے وہ شخص اب بھی مسجد کے دروازے پر اس کا منتظر کھڑا تھا۔ جیسے ہی نمازی نے مسجد سے باہر قدم نکالا چراغ والا وہ شخص ایک مرتبہ پھر نمازی کے آگے آگے چلنے لگا اور بخیر و عافیت نمازی کو اس کے گھر تک چراغ کی روشنی میں لے جاتا ہوا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد جیسے ہی وہ واپس جانے کے لیے مڑا نمازی نے کہا "شکریہ! لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم ہو کون؟ اور کہاں رہتے ہو؟" اجنبی نے جواب دیا "سچ بتاؤں؟" پھر نمازی کی طرف غور سے دیکھا اور کہا "میں ابلیس ہوں۔" نمازی کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اس نے حیرت سے کہا "ابلیس!!! لیکن تجھے تو میری نماز رہ جانے پر خوش ہونا چاہیے تھا۔ پھر تو چراغ کی روشنی میں مجھے مسجد تک اپنے آپ کیوں لے کر گیا؟"

ابلیس نے جواب دیا "جب تجھے پہلی ٹھوکر لگی تھی اور تو مٹی میں گرا تھا اور کیچڑ کو صاف کرنے کی نیت سے گھر کی طرف چل پڑا تو اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام عمر کے گناہ معاف کر دیے۔ جب دوسری ٹھوکر لگی۔ پھر تو دوبارہ کیچڑ صاف کرنے کے لئے گھر کی طرف چل پڑا تو اللہ تعالیٰ نے تیرے سارے خاندان کے گناہ بخش دیے۔ مجھے فکر ہوئی کہ اب اگر ٹھوکر لگی اور تو ٹھوکر کھا کر گرا تو کہیں اللہ تعالیٰ تیرے تمام گناؤں والوں کے گناہ معاف نہ کر دے اور ان کی مغفرت نہ کر دے۔ اس لیے چراغ لے کر آ گیا کہ تو اس مرتبہ بغیر گرے مسجد تک پہنچ جائے۔" یہ کہا اور غائب ہو گیا۔

زندگی میں کافی ٹھوکر لگتی ہیں لیکن زندگی میں دوبارہ کھڑے ہونے اور دوبارہ سے چلنے کا فیصلہ ہمارا اپنا ہوتا ہے۔ ہمیں کوشش کرنا اور اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنا نہیں چھوڑنا چاہیے۔ ہمت ہار دینے سے جیت نہیں ہوتی بلکہ بار بار گرنا اور ایک نئے عزم کے ساتھ دوبارہ چلنے میں ہی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ زندگی مسلسل کوشش ہی کا نام ہے اور اس زندگی میں جو جتنی کوشش کرتا ہے وہ رب تعالیٰ کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی ہر کوشش کا پھل ضرور دیتا ہے۔ تھوڑے کو تھوڑا اور زیادہ محنت اور زیادہ مجاہدہ اور کوشش کرنے کا پھل بھی زیادہ، اچھا اور بہترین عطا فرماتا ہے۔

ہمیں نماز کبھی نہیں چھوڑنی چاہیے کیونکہ وقت ہمیشہ مہلت نہیں دیتا اور زندگی کا ہر لمحہ ختم ہونے کے قریب ہے۔ آج کا کام کل پر نہ چھوڑیں۔ جو لوگ آج کا کام کل پر چھوڑ دیتے ہیں ان کے لئے وہ کل کبھی نہیں آتا۔ کسی نے کہا تھا کہ "میں کل سے نماز شروع کروں گا۔" اور وہ کل اس کی زندگی میں آیا ہی نہیں۔ اس لیے اپنے رب کے ساتھ تعلق کو آج ہی اتنا مضبوط کریں۔ کیونکہ --- موت نہ تو وقت دیکھتی ہے، نہ عمر، نہ ہی حالات --- نماز صرف فرض نہیں ہے، یہ ایک سہارا ہے۔ ایک ایسا سہارا، جو انسان کو دنیا میں سکون اور آخرت میں نجات دیتا ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے۔ ہمیں سب سے پہلے اپنے اللہ کو راضی کرنے کی فکر ہونی چاہیے۔

برائی برے لوگوں سے نہیں بلکہ اچھے لوگوں کے خاموش رہنے سے پھیلتی ہے۔ انسانیت کوئی مذہب نہیں ہے، یہ صرف ایک درجہ ہے جس تک کچھ لوگ ہی پہنچ پاتے ہیں اور جو پہنچ جاتے ہیں وہ انسانیت کی فلاح اور اس کی بقا کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ جو خود کو سدھار لیتا ہے وہ پوری دنیا بہتر بنا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ رزق کی طرح سکون اور اچھے اخلاق کو بھی تقسیم کرتا ہے۔ رزق سب کو دیتا ہے لیکن سکون اور اچھا اخلاق صرف اپنے پسندیدہ لوگوں کو عطا کرتا ہے۔ اچھا اخلاق وہ ہے جو صفات نبوی خاتم النبیین ﷺ کی جھلک رکھتا ہو۔ یہ صفت انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب لے جاتی ہے۔ ایسا انسان گفتگو کے لئے منہ اپنا کھولتا ہے لیکن لہجے کی نرمی اور انداز نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ہوتا ہے۔ شاید اسی لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "عادتیں تربیت کا پتہ دیتی ہیں۔" اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی

اتباع کرنے والے اپنی نسلوں کو بھی سنوار جاتے ہیں۔ (بشرطیکہ رزق حلال بھی کھلایا جائے۔)

ایک شخص قبرستان سے گزر رہا تھا وہاں کی خاموشی کو دیکھ کر کہا "کتنے آرام سے سو رہے ہو"۔ آواز آئی (کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا)۔۔۔ "سو تو تم رہے ہو، ہم تو سونے کی سزا بھگت رہے ہیں"۔۔۔ قبرستان میں خاموشی ضرور ہے مگر وہاں دفن ہر شخص کی ایک ادھوری کہانی ہے۔ لیکن کچھ خوش نصیب ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کی بہترین کہانی کو اس زندگی ہی میں مکمل کر لیتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے مجاہدہ اور ریاضت کے ساتھ اپنی انا کو بھی ختم کرنا ہوتا ہے۔

ہمارا سفر طویل ہے۔۔۔ وقت محدود ہے۔۔۔ تجربہ ناپید ہے۔۔۔ بس ایک ہی طریقہ ہے۔۔۔ ذکر اور صرف ذکر۔ ہر انسان کی زندگی ایک بہت بڑی جنگ ہے جو نفس اور ضمیر کے گرد چل رہی ہے۔ جیت اس وقت ہے جب کوئی نفس پر بازی لے جائے ورنہ نفس کی جیت انسان کی سب سے بڑی ہار ہے۔

آخرت اور دنیا کی مثال گندم اور بھوسے جیسی ہے۔ جس طرح گندم اگانے والے کو بھوسہ مفت میں مل جاتا ہے اسی طرح آخرت کمانے والے کو یہ دنیا مفت میں مل جاتی ہے۔ یہ زندگی ہمیشہ ایک رنگ نہیں رکھتی۔ کبھی اتنی مہربان ہو جاتی ہے جیسے کائنات میں کوئی غم ہی نہیں ہے اور کبھی یوں رخ بدلتی ہے جیسے مسکراہٹ کبھی اس کا حصہ ہی نہیں تھی۔ لیکن زندگی گزارنے کا ایک آسان نسخہ ہے۔

اپنے ظرف کو وسیع کر لیں۔۔۔ جو ساتھ چلتا رہے اسے چلنے دیں۔۔۔ جو رک جائے اسے ساتھ چلنے کو نہ کہیں۔۔۔ آنے والے کے لیے بستر، اور جانے والے کے لیے راہ گزر۔۔۔ جس نے ہاتھ بڑھایا اسے تھام لیں۔۔۔ جس نے دامن چھڑایا، اسے اللہ حافظ کہہ دیں۔۔۔ وجہ پوچھنا چھوڑ دیں۔۔۔ جھگڑنا چھوڑ دیں۔۔۔ امید لگانا چھوڑ دیں۔۔۔ بس زندگی کو آسان بنائیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی کو آسان بنانے کا ایک انتہائی آسان نسخہ ہمیں دے دیا ہے۔ ہر وقت زبان پر ذکر اللہ جاری رہے اور اس کے ساتھ ساتھ خواہشات مختصر کر دیں۔ زندگی آسان ہوتی چلی جائے گی۔

ایک دیوان سخن ایسا قلم بند کروں
جو پڑھے، تیری اسیری کے بہانے ڈھونڈے

میں تیرے ذکر کے زنداں میں مقید ہو کر
جو سنے، اس میں تیری دید کی خواہش جاگے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مہلت کا اختتام

اللہ تعالیٰ اس زمین پر جو نظام، جو سسٹم نافذ کرتا ہے وہ اس کو اپنے ایک دن یا ہمارے ہزار سال کے بعد اٹھالیتا ہے اور پھر نئی تدبیر فرماتا ہے۔

دیکھیے سورہ سجدہ، آیت نمبر 5 **يَذُوقُوا الْعَذَابَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ**

ترجمہ: "وہ اپنے ہر کام کی تدبیر کرتا ہے آسمان سے زمین تک پھر (وہ کام) اس کی طرف رجوع کرے گا ایک دن میں۔ جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے۔ اُس حساب سے جو تم شمار کرتے ہو۔"

بہت سے مفسرین نے اس آیت میں بتائے ہوئے دن سے مراد قیامت کا دن لیا ہے۔ حالانکہ سورہ معارج، آیت نمبر 4 میں قیامت کے دن کی مقدار پچاس ہزار سال بتائی ہے۔

سورہ معارج، آیت نمبر 4 **تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ** ترجمہ: "وہ ایک دن پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا۔"

جبکہ مندرجہ بالا آیت سورہ سجدہ، آیت نمبر 5 میں اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ کرنے والا ایک دن ہزار سال کے برابر بتایا گیا ہے۔

اب ہم اس ایک دن کی تشریح سورہ الحج کی آیت نمبر 46, 47, 48 میں دیکھتے ہیں:-

سورہ الحج، آیت نمبر 46 **أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَنُوكُنَّ لَهُمْ قُلُوبُ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانُ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ**

ترجمہ: "تو کیا لوگ زمین پر چلتے پھرتے نہیں کہ ان کے دل ایسے ہو جاتے ہیں جن سے یہ سمجھنے لگتے یا کان ایسے ہو جاتے ہیں جن سے یہ سنتے۔ اصل یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔"

آیت نمبر 47 **وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَإِنْ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ**

ترجمہ: "اور یہ لوگ عذاب کے لئے جلدی مچا رہے ہیں (یعنی عذاب کی خبر پر یقین نہیں کر رہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا اور آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے پروردگار کے پاس ایک دن مثل ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے مطابق۔"

آیت نمبر 48 **وَكَانَ مِنْ قَبْرِيَّةٍ أَمْلِيتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ لَهَا وَآخِذَتُهَا إِلَى الْمَصِيرِ**

ترجمہ: "اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہیں ہم نے مہلت دی تھی اور وہ نافرمان تھیں۔ پھر ہم نے انہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف سب کی واپسی ہے۔"

سورہ سبا، آیت نمبر 30-29 **وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ - قُلْ لَكُمْ فِيهَا ذُبُونٌ لَّا تَسْتَأْذِنُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ**

ترجمہ: "وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ کہہ دیجئے کہ تمہارے واسطے ایک دن کا وعدہ ہے۔ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ ایک ساعت آگے بڑھ سکتے ہو۔"

مندرجہ بالا تمام آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام امتوں کو مہلت ایک ہزار سال کی دی گئی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند میں بہز ابن حکیم سے روایت کیا ہے جس کو بہز نے اپنے والد حکیم سے اور ان کے والد نے ان کے دادا سے روایت کیا ہے کہ رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا:

ترجمہ: "تم لوگ 70 امتوں کے خاتمے کے بعد وجود میں آئے ہو۔ تم لوگ اللہ کے نزدیک ان امتوں میں سب سے زیادہ برگزیدہ اور افضل ہو۔"

مندرجہ بالا حدیث کو امام احمد نے (5/5) میں، امام ترمذی نے (3001) میں اور ابن ماجہ نے (4288) میں بیان کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر قوم کو پنپنے کے لئے مہلت اللہ تعالیٰ کے شمار کے مطابق ایک دن کی اور ہمارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کی دی گئی ہے۔ لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ ہمارے تو ایک ہزار سال کب کے گزر چکے ہیں اور اب ہم پندرہویں صدی میں سے گزر رہے ہیں۔

یعنی پندرہویں صدی گزر رہی ہے اور پندرہویں صدی شروع ہوئے بھی تقریباً 442 سال ہو چکے ہیں اور صرف 58 سال باقی ہیں۔

اب ایک اور حدیث دیکھتے ہیں۔

حضرت ابو داؤدؒ سے مروی ہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نبی کریمؐ (خاتم النبیین ﷺ) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا: "میں امید رکھتا ہوں کہ میری امت اپنے پروردگار کی نگاہ میں اتنی عاجز اور بے حقیقت نہیں ہو جائے گی کہ اس کا پروردگار اس کو آدھے دن کی مہلت بھی نہ عطا کرے"۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے پوچھا گیا "آدھا دن کتنا ہوتا ہے؟" تو انہوں نے جواب دیا "500 سال"۔

یہ وہ بات ہے جس کو بنیاد بنا کر علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ "اس امت کی عمر پندرہ سو سال تک رہے گی"۔ (مشکوٰۃ شریف، باب قرب الساعۃ)

حدیث:- حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا: "میری امت میں ایک جماعت اپنے دشمنوں کے مقابلے میں حق پر مسلسل ڈٹی رہے گی یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) قریب آپنچے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں"۔ (مسند احمد)

حدیث:- حضرت نعمان بن بشیرؓ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا: "تم میں نبوت رہے گی جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھالیں گے۔ اس کے بعد خلافت علی منہاج نبوت ہوگی اور وہ رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کو اس کا رہنا منظور ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھالیں گے۔ اس کے بعد دھونس دھاندلی اور سینہ زوری کی حکومت ہوگی اور وہ رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھالیں گے۔ اس کے بعد خلافت علی منہاج نبوت ہوگی"۔ پھر آپ (خاتم النبیین ﷺ) خاموش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدی کو وہ مہلت دی ہے۔ جس سے بڑھ کر آج تک زمین میں کسی قوم کو مہلت نہیں دی گئی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ قوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر 19 میں ہمیں کتنی محبت سے اپنی قدردانی کی یقین دہانی کرواتا ہے۔

وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَ قَوَّ سَعْيَ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا

ترجمہ:- اور جس نے آخرت کا ارادہ اور ہمت کر لی کہ مجھے آخرت کمانا ہے اور یہ عزم کر کے پختہ ارادہ ہو گیا اور پھر اس کے لئے کوشش کی (جیسی کوشش کر سکتا ہے) یعنی جتنی اس کی استطاعت ہے، جیسا کہ اس کا حق ہے، اور ایمان کے ساتھ کی، اور اللہ کے بھروسے پر کی، اللہ کی خاطر کی تو اس کے ان ساری کوششوں کی پوری قدردانی کی جائے گی"۔ یعنی ان تمام کوششوں کو قبول کیا جائے گا اور ان کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

لیکن افسوس کہ مسلمانوں کی اکثریت آج کل دن رات موبائل، انٹرنیٹ، فیس بک (facebook)، واٹسپ (whatsapp)، انسٹاگرام (instagram)، ٹک ٹاک (tik tok)، ایمو (imo)، ڈیلی موشن (dailymotion)، یوٹیوب (youtube) اور لائیو (Likee) وغیرہ میں وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ نہ صبح اٹھنا یاد اور نہ یہ یاد کہ کب سونا ہے؟ نہ نمازوں کی پرواہ، نہ قرآن کی تلاوت اور اس کے علاوہ ایک اور بہت بڑا عذاب کہ فحاشی اور عریانی کی نگہی اور بے ہودہ تصاویر اور مناظر دیکھنے میں بچے، جوان، اوسط عمر اور بوڑھے سب شامل ہیں۔ عورتیں حتیٰ کہ شادی شدہ عورتیں سب ہی ان مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ان کی خدمت میں ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔

حدیث: نبی کریمؐ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "میں اپنی امت میں سے یقینی طور پر ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے، اللہ تعالیٰ ان نیکیوں کو (ہوا میں منتشر ہو جانے والا) غبار بنا کر ہوا میں غارت کر دے گا"، ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ! ان لوگوں کا حال ہم سے بیان فرمائیے اور کھول کر بیان فرمائیے تاکہ لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے ہم ان میں سے نہ ہو جائیں"، آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "وہ لوگ تم لوگوں کے دینی بھائی ہوں گے اور تمہاری طرح دین اسلام پر ہوں گے اور رات کی عبادت میں اسی طرح حصّہ لیں گے جس طرح تم لوگ لیتے ہو (یعنی تم لوگوں کی ہی طرح قیام الیل کریں گے) لیکن ان کا معاملہ یہ ہوگا کہ جب وہ لوگ اللہ کی حرام کردہ چیزوں اور کاموں کو تنہائی میں پائیں گے تو انہیں استعمال کریں گے"۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4386، کتاب الزہد، باب 29) (نبی کریمؐ خاتم النبیین ﷺ کے زمانے میں طائف سے مدینہ تک کا علاقہ تہامہ کہلاتا تھا۔)

تمام مسلمانوں کے لئے یہ بات لمحہ فکریہ ہے کہ مہلت کا وقت ختم ہونے کو ہے۔ اب بھی وقت ہے۔ اب بھی غفلت سے جاگ کر اس دن کو اپنے ہاتھ سے نہ جانیں دیں جو جانے کے بعد واپس نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دی گئی مہلت سے فائدہ اٹھانے اور آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وصیت

وصیت کیا ہے؟ مرنے سے پہلے اپنے مال کا ایک تہائی حصہ کسی کو دینے کی تاکید تحریری طور پر کرنا وصیت کہلاتی ہے۔ یہ زبانی اور ریکارڈ کر کے بھی کی جاسکتی ہے اور ورثا کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

وصیت کے درست ہونے کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں:-

- 1- تحریری ثبوت موجود ہو۔ یاد گوواہ موجود ہوں۔
- 2- تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نہ ہو۔ (بقیہ ترکہ وارثوں میں آیت میراث کے مطابق تقسیم ہوگا)۔
- 3- وارث کے حق میں نہ ہو۔

اس فیصلہ یا تحریری ہدایت کو ”وصیت“ کہتے ہیں قرآن پاک سورۃ المائدہ، آیت نمبر 106 میں اس کی تاکید آئی ہے۔

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تمہارے آپس میں دو شخص (لوگوں) کا وصی (گوواہ) ہونا مناسب ہے جبکہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے اور وصیت کرنے کا وقت ہو۔ وہ دو شخص ایسے ہوں کہ دین دار ہوں اور تم میں سے ہوں اور اگر دو مسلمان نہ ملیں تو وہ غیر مسلم ہی سہی (بشرطیکہ ان کی گواہی شک کے موقعہ پر قابل اعتماد ہو)۔“

حدیث قدسی ہے: ترجمہ:- ”اے ابن آدم: دو چیزیں تیری نہیں تھیں۔ میں نے تیری موت کے وقت تجھے تیرے مال میں سے (وصیت کرنے کے لئے) ایک حصہ دیا تاکہ (1) تجھے پاک اور صاف کروں۔ (میں نے وصیت کو شروع کیا تاکہ تو اچھی اور درست وصیت کر کے ثواب کمائے۔ اور یہ تیرے لئے مغفرت اور بلندی درجات کا سبب بنے) اور (2) موت کے بعد اپنے بندوں کی دعائیں تیرے حق میں تجھے دلائیں۔“ (یعنی ایصال ثواب) (رواہ عبد بن حمید فی المسند)۔

آخرت کی کامیابی ہی دراصل وہ تابناک اور روشن مستقبل ہے جس کے لئے مومن دنیا میں کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہی کوشش فرائض و حقوق کو ادا کرنے کا دوسرا نام ہے۔ جو انجام کار اس کو فائدہ دے جاتی ہے۔ انہی میں سے ایک آخری حق وصیت کا ہے۔

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”جو مسلمان وصیت کرنا چاہتا ہے۔ وہ دو راتیں بھی نہ گزارے۔ مگر یہ کہ اُس کے پاس وصیت لکھی ہوئی ہو۔“ (متفق علیہ)

وصیت کی مقدار:- مسلمان کو اپنے مال میں سے ایک تہائی کی وصیت کا حق ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سخت بیمار ہوئے تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے وصیت کی بابت مشورہ طلب کیا آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”تہائی کی اجازت ہے اور تہائی بھی بہت ہے“ پھر فرمایا: ”اے سعد تم اپنے ورثا کو خوشحال رہنے دو، وہ تمہارے لئے بہتر ہے اس کے بجائے کہ انہیں تنگدست چھوڑ دو اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں اے سعد! اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تم جو بھی خرچ کرو گے تمہیں اس کا اجر ملے گا یہاں تک کہ جو رقم تم اپنی اہلیہ کے منہ میں دو۔“ (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے: ”مجھے پسند ہے کہ لوگ تہائی کی بجائے چوتھائی کی وصیت کیا کریں کیونکہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے تہائی کو زیادہ قرار دیا ہے۔“ (متفق علیہ)

”وصیت“ میراث کے حق دار کے لئے نہیں ہے:- والدین اور قریبی رشتہ دار (جو میراث کے شرعاً حقدار ہیں) کے حق میں مال کے تہائی کی وصیت نہیں کی جاسکتی۔

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع پر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق دے دیا ہے۔ لہذا کسی وارث کے حق میں

وصیت جائز نہیں۔“ (ابوداؤد)

نا قابل قبول وصیت:- (1) ایسی وصیت جو شریعت (شرعی احکامات) سے ٹکراتی ہو اس پر عمل ہی نہیں کیا جائے گا۔

(2) ایسی وصیت جس سے کسی کی حق تلفی ہو۔ خصوصاً جب وہ کسی وارث کے حق میں محرومی یا زیادتی کا سبب بنتی ہو۔ وہ بھی نا قابل قبول اور باطل قرار دی جائے گی۔

(3) ایسی وصیت جس سے مستحق رشتہ داروں کے حقوق تلف ہوں۔ ”ضرر رساں وصیت کہلاتی ہے“۔

(4) حرام اور غیر دینی کاموں پر خرچ کرنے کے لئے وصیت کی جائے تو وہ نافذ ہی نہیں ہوگی۔

وصیت کی اقسام:- وصیت کی تین اقسام ہیں۔

- (1) مال کے لئے وصیت
- (2) حقوق اور واجبات کے لئے وصیت
- (3) نصیحت و تزکیہ کے لئے وصیت

(1) مال کے لئے وصیت:- مال و اسباب خواہ کچھ بھی ہو زیور، کرنسی، بینک اکاؤنٹ سرٹیفکیٹ، جائیداد قریب المرگ چاہے تو اپنے بعد چھوڑے جانے والے مال کا ایک تہائی حصہ غیر وارث قرابت داروں کے لئے وصیت کر سکتا ہے۔ یہ وصیت صدقہ جاریہ کے کاموں کے لئے بھی کی جاسکتی ہے۔

(2) حقوق اور واجبات کے لئے وصیت:-

قریب المرگ ایک تہائی کی وصیت کے لئے یہ بھی فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس کے کچھ واجبات ایک تہائی میں سے ادا کر دیئے جائیں۔ مثلاً

- (1) ادھار، یعنی قرض وغیرہ
- (2) جو روزے نہ رکھ سکے ان کا فدیہ
- (3) زکوٰۃ نہ دے سکے اس کی ادائیگی
- (4) فرض حج نہ کر سکے اس کی ادائیگی کے لئے وصیت
- (5) کوئی جائزہ زمرانی تھی مگر پوری نہ کر سکے اس کو پورا کرنے کی وصیت
- (6) اگر کوئی مرد کسی وجہ سے بیوی کا حق مہر ادا نہیں کر سکا تو اس کی وصیت

(3) وصیت برائے نصیحت و تزکیہ:- وصیت مال کے علاوہ ان ہدایات اور ان انتظامات سے متعلق بھی ہو سکتی ہے جو قریب المرگ اپنے متعلقین کے ذمے لگا جاتا ہے مثلاً

نابالغ اولاد کی دیکھ بھال۔ اس کے چھوڑے ہوئے علمی کتب خانہ، شفا خانہ یا وقف کیے ہوئے کسی ادارے کی دیکھ بھال۔ اور لوگوں کی امانتوں کا لوٹانا اس کے علاوہ یہ وصیت علمی و عملی ہدایات کے بارے میں بھی ہو سکتی ہے مثلاً قرابت داروں سے صلہ رحمی، حقوق اللہ کی پابندی کرنا، تبلیغ کرنے کی تاکید کرنا وغیرہ۔ 1/3 کے معاملے میں حکمت سے کیا گیا فیصلہ قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ بن سکتا ہے۔

نبیوں کی وصیت:- ایسی وصیت جو وارثوں کی دینی اصلاح کے لئے ہو۔ بہترین وصیت ہے۔

نبیوں کی وراثت وہ پیغام حق ہے جو قیامت نسلوں تک منتقل ہوتا چلا جاتا ہے۔

اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ نے ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت وراثت میں چھوڑی اور فرمایا:

”اے لوگوں میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر انہیں مضبوطی سے پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت“۔ (موطا امام مالک)

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے فرزند کو جو وصیتیں فرمائیں ان کے بارے میں قرآن پاک میں ذکر ہے۔

قرآن پاک سورہ لقمان، آیت نمبر 17، 13 میں ہے: ترجمہ:- ”میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ اے بیٹے نماز قائم کرنا۔ اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور تجھے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنا“۔

موت آنے سے قبل جنازہ، تجہیز و تکفین اور تدفین وغیرہ کے بارے میں مرنے والا اہل و عیال کو وصیت کر سکتا ہے۔ مثلاً

(1) میری وفات پر چیخ و پکار نہ کرنا، منہ سے خلاف اسلام کوئی بات نہ کہنا، چہرے پر طمانچہ نہ مارنا یعنی نوحہ اور بین وغیرہ نہ کرنا۔

(2) میرا مال فی سبیل اللہ خرچ کرنا، کنواں کھدوا دینا، غریب طلبا کی فیس وغیرہ ادا کر دینا وغیرہ۔

ہدیہ کرنے کا طریقہ

طریقہ ادائیگی:- نیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے لئے دو رکعت نماز نفل ہدیہ

بجضور تمام پیغمبران اسلامؑ	بجضور حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ
بجضور صحابہ کرامؓ	بجضور اہل بیتؑ
بجضور تبع تابعینؓ	بجصور تابعینؓ
بجضور اولیاء کرامؑ	بجصور آئمہ کرامؑ
بجضور میرے والدین بزرگوار	بجضور میرے پیرو مرشد یا استاذ معظم

بجضور جملہ مومنین و مومنات جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔

منہ میرا خانہ کعبہ شریف کی طرف ”اللہ اکبر“۔

عیادت (بیمار پرسی) بیماری میں دعائیں اور جنازے میں شرکت

1- حدیث:

حضرت براہن عازبؒ سے مروی ہے فرمایا "حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ہمیں بیمار کی مزاج پرسی جنازوں کے ساتھ جانے، چھینکنے والے کے لیے" یرحمک اللہ " کہنے۔ قسم والے کی قسم پوری کرنے، مظلوم کی امداد کرنے، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام کو عام کرنے کا حکم دیا ہے۔" (بخاری و مسلم)

2- حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: i- سلام کا جواب دینا ii- مریض کی مزاج پرسی کرنا iii- جنازوں کے ساتھ جانا iv- دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا v- اور چھینکنے والے کے لیے یرحمک اللہ کہنا۔" (بخاری و مسلم)

3- حدیث:

حضرت ابو موسیٰؓ سے مروی ہے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "مریض کی بیمار پرسی کرو۔ بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ اور قیدی کو رہا کرو۔" (بخاری) مریض کے لیے کس طرح اور کیا دعا کی جائے؟

1- حدیث:

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب کسی انسان کو بیماری کی شکایت ہوتی یا آپ خاتم النبیین ﷺ اپنے اہل خانہ میں سے کسی کی بیمار پرسی فرماتے تو اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور فرماتے "اے اللہ! اے تمام انسانوں کے پروردگار، بیماری کو دور فرما دے، شفا عطا فرما تو ہی شفا عطا فرمانے والا ہے۔ تیری شفاء کے سوا کوئی شفا نہیں ایسی شفاء عطا فرما جو بیماری (کا نشان بھی) نہ چھوڑے۔" (بخاری و مسلم)

وہ دعایہ ہے: **اَللّٰهُمَّ بَا لِنَاسٍ اَذْهَبَ لِبَاسٍ وَّ اَشْفَا نْتَ لَشَفَايَ لَا شِفَاؤَ كَ شِفَايَ لَا يَغَادِرُ سَقَمًا**

2- حدیث:

حضرت ابو عبد اللہ عثمان بن ابی العاصؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں شکایت کی کہ وہ جسم میں درد محسوس کرتے ہیں۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان سے فرمایا "جسم کے جس حصہ میں تمہیں درد ہے وہاں ہاتھ رکھو تین مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو پھر سات مرتبہ یہ دعا پڑھو:

اَعُوْذُ بِعِزِّ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَحَاذِرُ

ترجمہ: "میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت کی پناہ مانگتا ہوں اس تکلیف سے جو میں محسوس کرتا ہوں اور ڈرتا ہوں۔" (مسلم)

3- حدیث:

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا "اے محمد خاتم النبیین ﷺ کیا آپ بیمار ہیں؟" فرمایا "ہاں" حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا "میں اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔ ہر اس شے سے جو آپ خاتم النبیین ﷺ کو تکلیف پہنچائے اور نفس اور حسد کرنے والی آنکھ کے شر سے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے میں اللہ کے نام سے آپ خاتم النبیین ﷺ کو دم کرتا ہوں۔" (مسلم)

وہ دعایہ ہے: **بِسْمِ اللّٰهِ قِيْكَ مَنْ شِئْنِيْ يُؤْذِيْكَ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ شَفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ قِيْكَ -**

میت پر نوحہ

1- حدیث: - حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"میت پر نوحہ کیا جاتا ہے اس کی وجہ سے میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

2- حدیث: حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو (اظہار غم کے لیے) رخسار پیٹے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کے کلمات پکارے"۔ (بخاری و مسلم)

3- حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرمایا حضرت ابو موسیٰؓ بیمار ہوئے اور بے ہوش ہو گئے۔ آپ کا سراہل خانہ میں سے ایک خاتون کی گود میں تھا وہ چیخنے لگی۔

حضرت ابو موسیٰ ہوش میں آ گئے اور اس عورت کو روک دیا جب آفاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا "میں ہر اس شخص سے بڑی ہوں جس سے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنی برات (بیزاری) کا اعلان فرمایا ہے شک حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے مصیبت کے وقت چیخنے چلانے والی، اپنے بال مونڈ دینے والی اور گریبان پھاڑ دینے والی عورت سے اپنی برات (بیزاری) کا اظہار فرمایا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

4- حدیث: حضرت ام عطیہؓ سے مروی ہے فرمایا:

"بیعت کے وقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ہم سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی"۔ (بخاری و مسلم)

5- حدیث: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ پر غشی طاری ہوئی تو ان کی بہن رونے لگی اور کہنے لگی "ہائے اے پہاڑ" یعنی جوان ہائے یہ اور ہائے وہ اور پھر ان کی خوبیاں گنوانے لگی۔ حضرت عبداللہؓ جب ہوش میں آئے تو فرمایا "تم نے جو کچھ بھی کہا مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا تم واقعی ایسے ہو"۔ (بخاری)

6- حدیث: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ سعید بن عبادہؓ بیمار ہو گئے تو حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، اور عبداللہ بن مسعودؓ کی معیت میں ہم ان کی تیماری کے لیے تشریف لائے جب آپ خاتم النبیین ﷺ اندر داخل ہوئے تو انہیں غشی کی حالت میں پایا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے پوچھا "کیا فوت ہو گئے؟" صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "نہیں یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ" تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ رونے لگے جب باقی لوگوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "کیا تم سنتے ہو (یعنی سنو) اللہ تعالیٰ نہ آنکھ کے آنسوؤں کی وجہ سے عذاب دیتا ہے اور نہ دل کے غم کی وجہ سے بلکہ وہ اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے" (اور آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا)۔ (بخاری و مسلم)

7- حدیث: حضرت ابومالک اشعریؓ سے مروی ہے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"نوحہ کرنے والی عورت نے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو قیامت کے دن جب اسے اٹھایا جائے گا تو اس پر تارکول کی قمیض اور زنگ کی زرہ ہوگی"۔ (مسلم)

8- حدیث: حضرت اسید بن ابی اسید تابعی ایک عورت سے جس نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی بیعت کی تھی روایت کرتے ہیں کہ: "اس عورت نے کہا جن نیک کاموں کے متعلق حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ہم سے عہد لیا تھا کہ ہم اس عہد میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گے (ان میں) یہ بھی تھا کہ ہم نہ اپنے چہرے نوچیں گے۔ نہ واویلا کریں گے نہ گریبان چاک کریں گے اور نہ بالوں کو بکھیریں گے"۔ (یانوچیں گے) (ابوداؤد)

9- حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لوگوں کے اندر دو خصلتیں ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ایک تو نسب میں طعن کرنا اور دوسرے میت پر نوحہ کرنا (بین کرنا)"۔ (مسلم)

غسل میت

اسلامی تہذیب میں مسلمان کے جسم کو زندگی کے اختتام پر بھی احترام کے قابل سمجھا جاتا ہے۔ اسی لئے اسے غسل دلا کر، صاف لباس (کفن) پہنا کر، خوشبوؤں میں بسا کر باعزت طریقے سے کندھوں پر اٹھا کر لے جایا جاتا ہے۔ اور اجتماعی نظم و ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے نماز کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے لئے مغفرت طلب کی جاتی ہے اور پھر نہایت پروقار طریقے سے اسے سپرد خاک کر دیا جاتا ہے۔

میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔

غسل کے لئے سامان

- (1) بیری کے پتے، صابن
- (2) کافور/عطر یا صندل کا پاؤڈر
- (3) روئی
- (4) کپڑے کی تھیلیاں یا دستانے
- (5) جسم کو خشک کرنے کے لئے تولیہ
- (6) چادریں جو میت پر پردہ کرنے کے لئے یا میت کو اٹھانے کے لئے استعمال کی جائیں۔

غسل کس کو کرنا چاہیے۔ مردوں کو مرد غسل دیں اور عورتوں کو عورت میت کو نہ کنگی کریں اور نہ ناخن تراشیں۔ نہ بغل اور زیر ناف بال دور کریں۔ غسل کرانے کی ذمہ داری اٹھانے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ:

- (1) قریبی عزیز ہوں یا پھر رشتہ دار ہوں۔
 - (2) خاص طور پر استیجا کرانے کے لئے قریبی عزیز ہو تو بہتر ہے۔
- مرد اپنی بیوی کی میت کو اور بیوی اپنے شوہر کی میت کو غسل دے سکتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا اور حضرت ابو بکرؓ کو ان کی زوجہ حضرت اسماءؓ نے غسل دیا تھا۔ (موطا امام مالک)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ جنت البقیع سے ایک جنازہ پڑھ کر میرے ہاں تشریف لائے۔ میرے سر میں درد تھا اور میں کہہ رہی تھی ”ہائے میرا سر“۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”نہیں بلکہ میرا سراے عائشہؓ اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو میں خود تمہیں غسل دوں، خود تمہیں کفن پہناؤں اور خود تمہاری نماز جنازہ پڑھ کر دفن کروں تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں“۔ (مسند احمد)

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد اس حدیث پاک کو یاد کر کے حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں۔ ”جو بات مجھے اب معلوم ہوئی اگر پہلے میں غور کر لیتی تو رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو ازواج مطہرات ہی غسل دیتیں“۔ (سنن ابی داؤد)

(3) دین کا علم رکھنے کی وجہ سے آداب غسل سے واقف ہو۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”میت کو وہ غسل دے جو اس کا سب سے زیادہ قریبی ہو اور علم (دین) رکھتا ہو۔ اگر قریبی عزیز عالم نہ ہو تو جسے تم عالم اور پرہیزگار سمجھو وہ غسل دے“۔ (خواہ وہ قرابت دار نہ ہو) (مسند احمد)

(4) میت کی کوئی عیب یا ناپسندیدہ بات نظر آئے تو پردہ پوشی اور راز رکھے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”جس نے کسی مسلمان کو غسل دینے میں حق امانت ادا کیا اور اس کا راز نہ کھولا وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہو جیسے آج ہی پیدا ہوا ہو“۔ (مسند احمد)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

”جس نے کسی مسلمان کو غسل دیا اور اس کے عیب کو چھپایا تو اللہ تعالیٰ اسے 40 مرتبہ معاف فرماتا ہے“۔ جس نے قبر کھود کر دفن کیا اسے اتنا اجر ہے جیسے کسی کو

تاقیامت رہائش فراہم کر دی اور جس نے کفن پہنایا اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت جنت کے عمدہ ریشمی کپڑے اور کنباب سے آراستہ فرمائیں گے۔ (متدرک حاکم)

غسل کی جگہ:-

میت کو نہلانے کی جگہ ایسی ہونی چاہیے جہاں پردے کا انتظام ہو۔ گھر میں غسل خانہ اگر اتنا بڑا نہیں تو کوئی الگ کمرہ یا پھر کسی برآمدے وغیرہ میں عارضی طور پر چادریں وغیرہ تان کر یا خیمہ لگا کر پردے کا بندوبست کر لیا جائے۔ لیکن اس میں اوپر سے ڈھانپنا بھی ضروری ہے۔

غسل کا پانی:-

غسل کا پانی پاک اور صاف ہونا ضروری ہے بہتر ہے کہ پانی کو نیم گرم کر لیا جائے۔ بیری کے کچھ پتے منگوا کر انہیں الگ سے پاک کر لیا جائے۔ اس کے بعد تھوڑے سے پانی میں یہ بیری کے پتے جوش دے کر اس پانی کو غسل کے پانی میں شامل کر دیا جائے۔ اگر یہ پتے نہ ملیں تو کوئی بھی خشبودار پتے یا پھول یا پھر (صرف) کوئی صابن بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ (بحوالہ صحیح بخاری)

روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا کر پاس رکھ لئے جائیں۔

غسل میں مدد کرنے والے افراد:-

غسل دینے والے کے پاس صرف وہی افراد موجود ہوں جو اس کی مدد کریں باقی دوسرے افراد کی موجودگی مکروہ ہے۔

میت کے کپڑے اگر آسانی سے نہ اتر سکیں تو قینچی کے ساتھ احتیاط سے کاٹ لیں کپڑے اتارتے وقت میت پر چادر ہونی چاہیے۔

میت کے کپڑے اتارنے سے پہلے میت کے اوپر کوئی رنگ دار اور گہرے پرنٹ کا کپڑا ڈال لیا جائے۔ تاکہ گیلیا ہونے پر پردہ رہے۔ سفید کپڑے میں سے نیچے کا بدن نظر آتا ہے۔

میت کو اس کپڑے کے نیچے سے غسل دیا جائے گا۔

میت کو نہلانے والا تختہ سر کی جانب سے ذرا اونچا رکھا جاتا ہے تاکہ استعمال شدہ پانی بہتا چلا جائے۔

طریقہ غسل:-

میت خاتون کی ہو تو غسل سے پہلے سر کے بال کھول دیئے جائیں۔

(1) کپڑے اتارنے کے بعد نہلانے والے سب سے پہلے میت کا سر اٹھا کر آہستگی سے اسے بیٹھا ہونے کے قریب کر دیں۔ پھر اطراف سے پیٹ پر نرمی سے ہاتھ پھیرا جائے تاکہ جو کچھ نکلنے کے قریب ہو وہ نکل جائے۔ اور ساتھ ساتھ کپڑے کے اوپر سے خوب پانی بہایا جائے تاکہ جو کچھ نکلے پانی اسے بہا کر لے جائے۔

(2) غسل دینے والا اب اپنے ہاتھ پر کپڑے کی تھیلی یا ربڑ کے دستانے چڑھا کر میت کو طہارت کرائے اور نجاست وغیرہ کو اچھی طرح صاف کر دیا جائے طہارت کروانے کے بعد یہ تھیلی یا یہ دستانہ اتار دیا جائے۔

(3) اب دوسری تھیلی یا دستانہ چڑھایا جائے اور میت کی طرف سے غسل کی نیت کر کے ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ پڑھ لے۔

(4) اب دائیں طرف سے شروع کرتے ہوئے نماز کے وضو کی طرح وضو کروایا جائے۔

(5) کلی کے بجائے روٹی کو گلیا کر کے میت کے دانتوں اور منہ کو صاف کیا جائے اور ناک کے ننھنوں کو بھی روٹی سے صاف کیا جائے۔ (بحوالہ صحیح بخاری)

(6) اب دونوں کانوں اور ناک میں صاف روٹی لگا دی جائے تاکہ غسل کے دوران پانی اندر داخل نہ ہو۔ بعد میں اس روٹی کو نکال دیا جائے۔

(7) صابن یا شامپو سے سر کے بال اور داڑھی کو آہستہ آہستہ دھویا جائے۔

(8) تمام غسل کپڑے کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر دیا جائے۔ مستحب یہ ہے کہ ہاتھ پر کپڑے کی تھیلی یا دستانہ ہو۔ خاص طور پر حدود ستر پر نہ کسی کی نظر پڑنی چاہیے اور نہ ہی ہاتھ سے مس ہونا چاہیے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

”اے علی اپنی ران نگلی نہ کرو، نہ ہی کسی زندہ یا مردہ انسان کی ران دیکھو“۔ (ابوداؤد)

(9) پہلے میت کے جسم کے دائیں طرف والے سامنے والے حصہ کو دھویا جائے گردن کی دائیں طرف سے لے کر دائیں پاؤں تک اور پھر بائیں پہلو کے بل ہلکی سی کروٹ موڑ کر دائیں طرف کا نچلا حصہ دھویا جائے۔ پھر یہی عمل بائیں طرف سامنے سے اور پھر کروٹ دلا کر پچھلا بایاں حصہ دھویا جائے۔

(10) غسل طاق مرتبہ دیا جائے۔ آخری بار غسل دینے کے لئے پانی میں کافور ڈالنا مسنون (سنت) ہے کافور نہ ملے تو کوئی بھی خوشبو پانی میں ملا سکتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(11) خاتون کی میت ہو تو غسل کے بعد بالوں کی چوٹیاں (لٹیں) بنا کر آگے دونوں طرف یا پیچھے ڈال دی جائیں۔

حضرت ام عطیہؓ بیان کرتی ہیں کہ ”رسول پاک خاتم النبیین ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے ہم آپ خاتم النبیین ﷺ کی بیٹی حضرت زینبؓ کو غسل دے رہے تھے“ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”تین بار، پانچ بار، سات بار اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ بار غسل دو“۔ حضرت ام عطیہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا ”طاق عدد میں“۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”ہاں اور آخری بار کچھ کافور بھی ملا دینا اور پھر جب تم غسل دے کر فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرنا“۔ جب ہم فارغ ہو گئیں تو آپ خاتم النبیین ﷺ کو اطلاع کی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ہماری طرف اپنا تہہ بند پھینک کر فرمایا۔ ”یہ اندر (اس کے بدن پر) لپیٹ دو“ وہ بیان کرتی ہیں کہ ”ہم نے ان کے بالوں کو تین حصے اور پیچھے ڈال دیئے“۔ (صحیح بخاری)

وہ حالات جن میں میت کو غسل دینے کے بجائے پانی بہایا جائے یا تیمم کروایا جائے:-

- (1) اگر میت کا زیادہ جسم جل گیا ہو۔ پانی بہا دینا واجب ہے۔ ممکن نہیں تو تیمم کروایا جائے۔
- (2) پانی میں ڈوبنے کی وجہ سے زیادہ گل گیا ہو یا سڑ گیا ہو تو پانی بہا دینا واجب ہے ورنہ تیمم کروایا جائے۔
- (3) کسی کیمیکل کی وجہ سے جسم گل گیا۔ پانی بہانا ممکن نہ ہو تو تیمم کروایا جائے۔
- (4) کسی ایسی جلدی بیماری سے وفات ہوئی کہ غسل کروانے سے جسم مزید پھٹنے کا اندیشہ ہو۔ اگر پانی بہانا بھی ممکن نہ ہو تو تیمم کروایا جائے۔
- (5) بچہ پیدا ہو کر مر گیا اس پر غسل واجب ہے اس کا نام رکھیں اور غسل دے کر نماز پڑھیں۔

مردہ بچہ پیدا ہوا۔ اسے غسل دیں۔ نماز جنازہ نہیں ہے کپڑے میں لپیٹ دیں اور دفن کر دیں۔

غسل دینے والے کے لئے غسل کرنا بہتر ہے:-

میت کو غسل اور کفن دینے والے کے لئے بعد میں خود غسل کرنا مستحب اور بہتر ہے۔ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

”جو کسی میت کو غسل دے وہ خود غسل کر لے اور جو اس کو اٹھائے وہ وضو کر لے“۔ (سنن ابی داؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ:

”ہم میت کو غسل دیا کرتے تھے پھر ہم میں سے کوئی غسل کر لیتا تھا اور کوئی نہیں کرتا تھا“۔ (سنن الدارقطنی)

مومن مر کر نجس یا ناپاک نہیں ہو جاتا۔ بلکہ بعض اوقات موت کی سختی کی وجہ سے پسینہ یا پیشاب کا اخراج ہو جاتا ہے۔ اس لئے میت کو غسل اس کے بدن کو صاف ستھرا اور پاک کرنے کے لئے دیا جاتا ہے۔

میت کو غسل کرانے کے دوران نجاست کے چھینٹے یا جس بیماری سے اس کی وفات ہوئی ہے اس کے جراثیم وغیرہ غسل دینے والے پر لگے ہوں تو بعد میں خود غسل کر لینے سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اگر نجاست بالکل نہ تھی تو بعد میں ہاتھ پاؤں اچھی طرح دھونے کے بعد کپڑے تبدیل کر لینا اور پھر وضو کر لینا کافی ہوتا ہے۔

کفن (آخری لباس)

کپڑا:-

کفن کے لئے صاف ستھرا سفید کپڑا استعمال کرنا افضل ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

”سفید لباس پہنا کرو۔ یہ تمہارا بہترین لباس ہے اور اسی سے اپنے مردوں کو کفن دیا کرو“۔ (ترمذی)

مقدار:-

کفن کے لئے کپڑے کی مقدار یا پیمائش اتنی ہو کہ آسانی سے میت کا تمام جسم ڈھانپا جاسکے۔ نامکمل اور نا کافی کفن (علاوہ کسی مجبوری یا عذر کے) ناپسندیدہ ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کو کفن دے تو اگر ممکن ہو تو اچھا کفن دے“۔ (صحیح مسلم)

اچھے کفن سے مراد صاف ستھرا ہو، موٹا ہو، سارے بدن کو چھپانے والا ہو ضروری نہیں کہ نیا، ہو پرانا مگر ڈھلا ہو اوصاف کپڑا کفن کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کفن کے انتخاب کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ”نئے کپڑوں کے زیادہ مستحق زندہ ہیں۔ میرے لئے بس یہ پرانے ہی کافی ہیں“۔ (صحیح بخاری)

اجزائے کفن:-

مرد میت کے لئے:

کفن میں مرد کے لئے تین کپڑے استعمال ہوتے ہیں ازار یا تہ بند، چادر جو قبض یا گرتے کی شکل میں اوپر آئے گی۔ لفافہ یا اوپری چادر۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو تین دھلی ہوئی سفید سوتی چادروں (یعنی کی بنی ہوئی ہلکی دھاری دار چادر) میں کفن دیا گیا۔ اس میں نہ قمیض تھی نہ پگڑی“۔ (مردوں کے لئے انہی تین کپڑوں کا حکم ہے)۔ (صحیح بخاری)

عورت میت کے لئے:

عورت کے لئے کفن میں پانچ کپڑے استعمال ہوتے ہیں۔ تین کپڑے مردوں کی طرح چوتھا سر کا رومال اور پانچواں سیدہ بند ہوتا ہے۔ لہذا مرد کے کفن میں تین کپڑے اور عورت کے کفن میں پانچ کپڑے سنت ہیں۔ کسی ایسے حالات میں جب یہ تعداد میسر نہ ہو اس سے کم یہاں تک کے ایک کپڑا بھی کافی ہے۔

کسی ہنگامی حالت کی وجہ سے مثلاً حالت جنگ یا سفر کی حالت میں میتیں زیادہ اور کفن نہ کافی ہوں تو کئی میتوں کو ایک ہی کپڑے میں دفنایا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ شہداء اُحد کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اور اگر کسی وجہ سے کپڑا اتنا نا کافی ہے کہ سر یا پاؤں میں سے کسی ایک ہی کو ڈھانپا جاسکتا ہے تو سر کو ڈھانپا جائے اور پاؤں کو گھاس وغیرہ سے چھپا دیا جائے جیسا کہ حضرت معصب بن عمیرؓ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ (بخاری صحیح بخاری)

کفن میں لپیٹنے سے پہلے میت کا گلیا جسم کسی صاف کپڑے سے خشک کر لیا جائے۔

میت کو کفن میں لپیٹنے سے پہلے عطر وغیرہ لگا دیا جائے۔

کفن کے اجزاء کی تفصیل:-

(1) **تین پٹیاں:-**

چوڑائی میں تقریباً 4 انچ اور لمبائی حسب ضرورت اتنی ہو کہ میت کو کفن سمیت باندھنے کے بعد گرہ لگائی جاسکے۔

(2) بڑی چادر اگر موٹی ہے تو ایک ہی کافی ہے۔ لیکن اگر کمزور ہے تو (ڈبل چادر) دونوں کو ملا کر اکٹھا کر کے استعمال کی جائے گی۔ یہ چوڑائی میں اتنی ہو کہ لپیٹنے وقت اس کے دونوں پلڑے ایک دوسرے کے اوپر آجائیں اور لمبائی میں اتنا ہو کہ میت کے سر اور پاؤں ڈھانپنے کے بعد کپڑا اکٹھا کر کے باندھا جاسکے۔

(3) تمیض یا کفنی:-

اس کی لمبائی کندھوں سے گھٹنوں تک ہوگی اور آگے پیچھے یہ کپڑا گنی لمبائی میں کاٹا جائے گا۔ پھر اس کپڑے کو دہرا کر کے تہ کی جگہ پر گلے کے لئے درمیان سے یوں کٹ لگایا جائے گا کہ میت کے سر سے یہ اتارا جاسکے۔

(4) تہہ بند:-

اس کی چوڑائی دوسرے لپیٹے جانے والے کپڑوں کے جتنی ہوگی۔ لمبائی میں یہ کپڑا ناف سے گھٹنوں تک ہوگا۔

(5) سینہ بند:-

خاتون میت کے لئے یہ چوتھا زائد کپڑا سینہ بند ہے۔ چوڑائی دوسرے کپڑوں کی طرح ہوگی اور لمبائی بغل سے ناف تک جاتی ہو۔

(6) سر کا رومال:-

یہ چوکور رومال ہوگا پھر اس کو دہرا کر کے تکیوں کی شکل بنادی جائے گی۔ یہ پورے ماتھے اور کانڈھوں کو ڈھانپتے ہوئے گردن کے پیچھے باندھا جائے گا۔
(7) اس کے علاوہ میت کو غسل کے وقت کے لئے 2 عدد رنگین چادریں جن کے اندر سے غسل دیا جائے گا۔ تاکہ میت کے عضوہ نظر نہ آئیں۔

احتیاط:-

- (1) جسم خشک کرنے کے بعد میت کو چار پائی پر لٹایا جائے۔
- (2) ہر لپیٹا جانے والا کپڑا قدرے مضبوط طریقے سے لپیٹا جائے اور خوب پیچھے تک جائے گا۔ تاکہ تدفین کے وقت کھل نہ جائے۔
- (3) کفن لپیٹتے وقت ہر کپڑے کا بایاں حصہ اندر اور دایاں اوپر آئے گا۔
- (4) غسل دلانے کے بعد اوپر والی گیلی چادر یا پردہ نکالنے اور جسم خشک کرنے کا سارا عمل اوپر خشک چادر تان کر کیا جائے گا تاکہ پردہ رہے۔
- (5) پردہ کے لئے دو عدد چادریں رنگین کپڑے کی ہوں تاکہ جسم نظر نہ آئے۔

مرنے کے بعد کسی کو پڑھ کر بخشنے کا طریقہ

1- اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

2- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

3- درود شریف

4- سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللهُ اَكْبَرُ

5- رَبَّنَا اِنَّا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

6- تین مرتبہ سورہ اخلاص

(پھر اس کے بعد دعا کرنی ہے۔)

یا اللہ یہ جو کچھ میں نے پڑھا ہے۔۔۔۔۔ قرآن پاک پڑھنے کا ثواب سب سے پہلے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو پہنچانا، اس کے بعد قیامت تک ہونے والے تمام مومن مرد اور عورتوں کو پہنچانا۔ یا اللہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتی ہوں کہ خاص طور پر اس کا ثواب میرے فلاں۔۔۔۔۔ کو پہنچانا، میرے فلاں۔۔۔۔۔ فلاں۔۔۔۔۔ کو پہنچانا۔ انکی مغفرت فرمانا اور ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمانا۔ (آمین)

تعزیت

تعزیت کیا ہے؟

میت کے لواحقین کو تسلی اور صبر کی تلقین کرنا۔ تاکہ وہ شدت غم میں کمی محسوس کریں۔ اس نقصان پر آخرت میں اجر و ثواب کی امید دلانا۔ مرحوم کی خوبیوں کا تذکرہ کرنا۔ نیز میت اور پسماندگان کے حق میں دعا کرنا یہ سب کچھ تعزیت کہلاتا ہے۔

حدیث:-

ترجمہ:- نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”جو شخص کسی مسلمان بھائی کی مصیبت پر اس کی تعزیت کرتا اور تسلی دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں قیامت کے دن اسے عزت و کرامت کا لباس پہنائے گا“۔ (صحیح بخاری)

حدیث:-

ترجمہ:- نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ”جو شخص کسی مسلمان بھائی کو تسلی دیتا ہے تو اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا اس مصیبت زدہ کو ملتا ہے“۔ (ابن ماجہ)

تعزیت کے وقت کیا کہا جائے:-

ہمارے ہاں عام طور پر رواج ہے کہ اگر کسی کے ہاں مرنے پر تعزیت کے لئے جائیں۔ تو جاتے ہی اس متعلقہ بندے سے مل کر کہا جاتا ہے۔ ”بڑا افسوس ہوا“۔ موت ایک حقیقت ہے اور ہر نفس اس زندگی کے بعد دوسری زندگی میں چلا جاتا ہے جو برزخ کی زندگی کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

ترجمہ:- ”ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے“۔ (سورۃ ال عمران آیت 185)

ہم اس زندگی میں اپنی مرضی سے نہیں آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا سے ہمیں پیدا فرمایا۔ ایک مقرر وقت تک زندہ رکھا اور پھر موت دی اس لئے جس طرح پیدائش رضائے الہی ہے اسی طرح موت بھی رضائے الہی ہے۔

اس لئے تعزیت کے الفاظ ”بڑا افسوس ہوا“ میں افسوس رضائے الہی پر ہوا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔

تعزیت کے لئے جب ہم میت کے گھر والوں میں سے کسی کو بھی دیکھیں تو یہ الفاظ استعمال کریں۔

”صبر کریں اللہ کی مرضی“ اور گھر والا بھی یعنی میت کے لواحقین بھی اس کے جواب میں کہیں ”اللہ کی مرضی“۔

اس طرح آنے والے اور جن کی تعزیت کی جائے دونوں کے منہ پر یہ الفاظ ہوں ”اللہ کی مرضی“۔

اس کے ساتھ چند چھوٹی چھوٹی احادیث اور قرآنی آیات کا حوالہ بھی جو متاثرہ خاندان سے بات کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں مثلاً:

قرآنی آیات سورۃ رحمن آیت نمبر 26:

ترجمہ:- ”جتنے یہاں ہیں سب فانی ہیں“۔ عام الفاظ میں یہ کہیں گے کہ ”ہر ایک کو ایک نہ ایک دن یہ وقت دیکھنا ہی ہے۔ موت تو ہر ایک کو آنی ہے بس آگے پیچھے کا فرق ہے۔ اللہ ہم سب کو معاف فرمائے اور مرحوم کو جنت میں جگہ عطا فرمائے“۔ اہل میت کا دل اس قسم کی باتوں سے قرار پائے گا۔ اس طرح بات کرنے سے تقدیر کے لکھے پر ایمان اور مضبوط ہوتا ہے اور انسان اس کٹھن اور صبر آزما وقت میں غم کو سکون کے ساتھ برداشت کرنے کے قابل ہونے لگتا ہے۔

قرآن پاک سورۃ حدید آیت نمبر 23-22 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ:- ”جو مصائب بھی روئے زمین پر آتے ہیں۔ اور جو آفات تم پر آتی ہیں اس سے پہلے کہ ہم انہیں وجود میں لائیں یہ سب ایک کتاب میں (لکھی ہوئی محفوظ اور طے شدہ) ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔ تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو“۔

تعزیت کے الفاظ میں صبر کی تلقین کو ضرور مد نظر رکھا جائے اور صبر کے متعلق آپ خاتم النبیین ﷺ کے چند ارشادات کو بھی تعزیت کے وقت گفتگو کا حصہ بنایا جائے مثلاً حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”جتنی سخت آزمائش اور مصیبت ہوتی ہے اتنا ہی بڑا اس کا صلہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جب کسی

گروہ سے محبت کرتا ہے تو ان کو (مزید نکھارنے اور کندن بنانے کے لئے) آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔ اللہ بھی ان سے راضی ہوتا ہے۔ اور جو اس آزمائش میں اللہ سے ناراض ہوں۔ اللہ بھی ان سے ناراض ہو جاتا ہے۔“ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی ایک صاحبزادی نے پیغام بھیجا کہ ان کی بچی یا بچہ حالت نزع میں ہے۔ اس لئے آپ خاتم النبیین ﷺ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے واپسی کے پیغام میں سلام بھیج کر فرمایا:

ترجمہ:- ”اللہ تعالیٰ جو بھی دیتا ہے یا لیتا ہے وہ اسی کا ہے۔ اور ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ لہذا صبر کرو اور اجر کے طلب گار رہو۔“ (صحیح بخاری)

اور یہ جملہ بھی بہت اچھا ہے۔ ”اللہ آپ لوگوں کو صبر دے اور مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔“

مرحوم کی خوبیوں کا تذکرہ بھی لو احقین کو صبر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ مرحوم کے اہل خانہ سے اظہار ہمدردی کے ساتھ ساتھ خدمت اور تعاون کا خیال بھی رکھا جائے۔ بچوں کے ساتھ دلجوئی کی جائے فوری طور پر پڑوسیوں کا حق ہے کہ کھانا وغیرہ بھجوا یا جائے یہ مسنون ہے۔

حضرت جعفر طیارؓ جب شہید ہوئے تھے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:- ”جعفر کے گھر والوں کو کھانا بھجوا دو اس لئے کہ آج وہ غم کی وجہ سے کھانا نہ پکائیں گے۔“ (ابوداؤد)

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب ان کے عزیزوں میں کسی کی وفات ہوتی تو عورتیں جمع کرتیں اور پھر وہاں چلی جاتیں۔ گھر والے اور خاص قریبی لوگ یا دور سے آنے والے رہ جاتے تو حضرت عائشہؓ تلمینہ پکانے کا حکم دیتیں۔ (حریرہ) آٹے اور دودھ سے بنایا جاتا ہے اس میں شہد بھی ڈالتے ہیں۔ پھر زید بنا کر (شور بے میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر پکانا) تلمینہ اس پر ڈال دیا جاتا۔ پھر حضرت عائشہؓ فرماتیں ”میں نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے سنا ہے تلمینہ سے بیمار کے دل کو تسکین ہوتی ہے۔ جس سے اس کا غم کسی قدر ہلکا ہو جاتا ہے۔“ (صحیح بخاری)

سوگ کی طرح تعزیت تین دن تک محدود نہیں اگر کسی مجبوری سے شروع دنوں میں تعزیت نہ کر سکے تو جب ملاقات ہو تعزیت کی جاسکتی ہے۔ دور سے فون پر، خط کے ذریعے۔ ای میل وغیرہ کے ذریعے سے بھی تعزیت کی جاسکتی ہے۔

تعزیت کے لئے جب بھی آئیں اہل خانہ اور تعزیت کے لئے آنے والے مرحوم کی بخشش کے لئے دعا کریں۔

مرحوم پر صبر کی تلقین کا طریقہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے ایک بھیجے ہوئے تعزیتی خط کے مطابق:

حضرت معاذؓ کا ایک لڑکا وفات پا گیا تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان کو تعزیتی خط لکھا۔ (غالباً وہ اس زمانے میں یمن میں تھے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”اما بعد اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم دے اور تمہیں صبر دے اور ہمیں اور تمہیں شکر کی توفیق دے۔ ہماری اپنی جانیں اور مال اور بال بچے یہ سب اللہ کی خوشگوار نعمتیں ہیں۔ اور یہ ہمارے پاس اللہ کی رکھی ہوئی امانتیں ہیں۔ جب تک یہ تمہارے پاس رہیں، مسرت اور خوشی تمہیں ملتی رہی اور ان کے چلے جانے کے بعد اللہ اجر عظیم سے تمہیں نوازے گا۔ تمہارے لئے اللہ کی رحمت اور انعام اور ہدایت ہوگی بشرطیکہ اجر آخرت کی نیت سے صبر کرو۔ پس تم صبر کرو اور دیکھو! تمہاری بے قراری اور بے صبری تمہیں اجر سے محروم نہ کر دے۔ ورنہ پچھتاؤ گے اور اس بات کا یقین کرو کہ بے صبری سے کوئی مرنے والا لوٹ کر نہیں آسکتا اور نہ غم دور ہو سکتا ہے۔ اور جو حادثہ واقع ہوا ہے اسے تو ہونا ہی تھا“ (المجم الکبیر للطبرانی)

کی محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاتو ہم تیرے ہیں

ایک تمثیلی گفتگو:- صبح واک کرنے کے بعد میں اور میرا دوست تھوڑی دیر کے لئے قریب ہی رکھے ہوئے ایک بیچ پر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے دوست سے کہا "یار کل جب سے جمعہ کے واعظ میں مولوی کی ایک بات سنی ہے دل کبھی مولوی کی کم عقلی پر ماتم کرتا ہے کبھی مولویوں کی سادگی پر ہنسی آتی ہے۔ پھر لوگ کہتے ہیں مولویوں کا مذاق نہ اڑاؤ۔" میرے دوست نے کہا "کیا سن لیا تم نے مولوی سے؟" میں نے کہا "کل مولوی کہہ رہا تھا کہ قیامت کے دن انسان کے اعمال کی تختیاں اس کی گردن میں ڈالی ہوئی ہوں گی۔" یہ جملہ سنتے ہی قریب میں واکنگ ٹریک (walking track) پر دوڑتا ہوا ایک شخص ایک دم رک گیا اور مجھے دیکھتے ہوئے کہا "اس میں مولوی نے کیا غلط بات کہی ہے؟" میں نے فوراً کہا "بتائیں اگر آدمی کی عمر 70 سال کی ہوئی تو اس کی تختی کہاں تک جائے گی؟ اور جیسے کہ پہلے زمانے میں لوگوں کی عمریں دو سو سال یا اس سے بھی زیادہ ہوا کرتی تھیں تو ان کے گلے میں لٹکی ہوئی یہ تختی کہاں پہنچے گی؟" میرا یہ جملہ مکمل ہوتے ہی میں اور میرا دوست دونوں ہنسنے لگے۔

اس شخص نے حیرت سے ہمیں دیکھا اور ہمارے قریب ہی بیٹھتے ہوئے کہا "تم مولوی پر ہنس رہے ہو یا قرآن پاک کی بتائی ہوئی اس بات پر جو مولوی نے تمہیں بتائی ہے؟ جہاں تک تختی کی بات ہے تو یہ بات تو قرآن پاک میں ہے تو کیا تم قرآن پاک کی آیت پر ہنس رہے ہو؟"

اب غور سے سنو۔ قرآن پاک سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 13 میں ہے: **كُلَّ انسانٍ الزَّمَنَةُ طَوْرُهُ فِي عُنُقِهِ وَنُحِرَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مِنْشُورًا**۔ ترجمہ: "اور ہم نے ہر آدمی کے نامہ اعمال (یعنی اس کے انجام کی بھلائی یا برائی) کو اس کے گردن میں لٹکا رکھا ہے۔ اور ہم اس لکھی ہوئی چیز کو اس کے لیے قیامت کے دن نکالیں گے۔ جسے وہ کھلی ہوئی (کتاب کی طرح) پائے گا۔"

پھر اس شخص نے کہا "تم یہ سمجھ رہے ہو کہ لمبی تختی گلے میں ہوگی۔ یہ بات تمہارے دماغ میں اس لیے آئی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی ٹیکنالوجی کو اپنی ٹیکنالوجی سے کمزور سمجھتے ہو۔ تم لوگ تو ذرا ذرا سی بات کو گوگل (google) کر لیتے ہو تو اللہ کی اس تختی کو گوگل کرنے کا خیال تمہارے دماغ میں کیوں نہیں آیا؟ تم جانتے ہو تختی کو انگریزی میں کیا کہتے ہیں؟ تختی کو کہتے ہیں "ٹیبٹ" (tablet)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تختیاں دی گئی تھیں انہیں بھی ٹیبٹ کہا جاتا ہے۔ اس طرح گلے میں لٹکی ہوئی تختی کو I-Pad یا samsung tab کہیں تو پھر جگہ بن جائے گی نا گلے میں؟ اس شخص نے ہمیں غور سے دیکھتے ہوئے کہا "۔۔۔ پھر کہا" لیکن یہ بات بھی اب پرانی ہو گئی ہے۔ سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 13 کا دوسرا حصہ اگر ہم غور سے پڑھیں تو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: **وَنُحِرَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مِنْشُورًا**۔ ترجمہ: "ہم قیامت کے روز اس کے لیے ایک رجسٹر نکالیں گے جس کو وہ بالکل کھلا ہوا پائے گا۔"

"اس سے مراد ہے کہ جو تختی اس کے گلے میں ہوگی وہ Tab سے بھی چھوٹی ہوگی اور اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نٹ نکال کر بارڈر کاپی بندے کے سامنے رکھ دے گی۔ جیسے آجکل وہ میٹرھے میٹرھے کالے کوڈ کے نشان جنہیں QR کہتے ہیں اور عام لوگوں کا آفیشل آئی ڈی کارڈ ہوتا ہے۔ جو لوگ آفس یا وزٹ پر جاتے ہوئے گلے میں پہنتے ہیں۔ اسے سکین کر کے تمام ڈیٹا لیا جاسکتا ہے۔ ہمارے شناختی کارڈ پر بھی ہمارا QR کوڈ ہوتا ہے۔ شناختی کارڈ سکین کریں تو ہمارا بینک اکاؤنٹ، تمام بینک بیلنس، خاندان کی تفصیل، میڈیکل کی تفصیلی ہسٹری اور نہ جانے کیا کیا نکل کر سامنے آ جاتا ہے۔"

ہمارا 200GB کا موبائل فون جس میں ہماری ساری دوئمیریاں، بینک اکاؤنٹ رپورٹس، ای میل فیلڈز، فیلڈز، تصاویر بلکہ نہ جانے کیسی کیسی تصاویر نکل آتی ہیں۔ اگر یہ موبائل ہی قبر میں فرشتوں نے کھول لیا جس میں زیادہ سے زیادہ پانچ سال کا ڈیٹا ہوگا تو۔۔۔ اس لئے تو سورہ اسراء کی آیت نمبر 14 میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: **اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا**۔ ترجمہ: "پڑھا اپنا نامہ اعمال آج اپنا حساب لگانے کے لیے تو خود کافی ہے۔"

سنو بچو! جہاں تمام دنیا کا علم ختم ہوگا اور تمام دنیا کی آسائشیں ختم ہوں گی۔۔۔ جہاں تمام دنیا کی عقل مکمل ہوگی۔۔۔ روز جزا اس سے کہیں زیادہ ایڈوانس ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے جو انسان کی مینول گائیڈ بک انسان میں روز اول ہی لگا دی تھی۔ انسان تو اس کو اب تک مکمل طور پر نہیں پڑھ سکا۔"

ہم نے حیرت سے کہا "بزرگوار! وہ کون سی گائیڈ بک ہے انسان کی؟" بچو! وہ تمہارا ڈی این اے (DNA) ہے۔۔۔ اور کیا ہے؟" پھر تھوڑی دیر کے لئے وہ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ہم سے پوچھا "تم جانتے ہو کہ 0101001 کیا ہے؟" ہم نے فوراً کہا کہ "یہ کمپیوٹر کی زبان ہے جس سے پروگرامنگ ہوتی ہے اسے بائنری کوڈ (Binary code) کہتے ہیں۔" ہاں! یہ تو تمہیں معلوم ہوگا ہی۔۔۔ تم لوگ خوش ہو گئے کہ بائنری کوڈ ایک ایسا کوڈ بنا لیا جس سے کمپیوٹر بن گئے۔ یہ بھی سمجھتے ہو کہ

سائنسدانوں کو یہ عقل بھی اللہ ہی نے دی ہے۔ اور یہ کہ دنیا میں کمپیوٹر ایک انقلاب لے آیا ہے۔

لیکن آخرت کے نظام کو اب بھی مولوی کی سطح پر رکھے ہوئے ہو۔۔۔ جبکہ یہ انقلاب تو رب تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال پہلے اپنے محبوب حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی زبان پاک سے انسان کو اس کائنات کا بانٹری کوڈ دے کر برپا کر دیا تھا۔

ہم نے پھر حیرت سے کہا "وہ بانٹری کوڈ کون سا ہے؟" "سنو پچو! وہ بانٹری کوڈ ہے۔" "ل ال ال ل ال ل"

"یہ کیا ہے بابا؟" ہم نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ لا الہ الا اللہ ہے۔۔۔ اور اس کا مختصر کوڈ ہے۔" "ل ال ل یعنی "اللہ"۔

اس کوڈ کو unlock کرنے کی چابی ہے "م" اسی لئے تو کلمہ میں لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔۔۔۔۔ اللہ اور محمد ایک ساتھ لکھے گئے ہیں۔

اور یہ جو ہمارے بزرگ حضرات کلمے کا ورد کرتے ہیں (ذکر کرتے ہیں) اور سب کو اس رحم میں شامل کرتے ہیں جس کا فیر کس کلمہ نے بنایا ہے اور وہ ہے "ل"۔

یہ "ل" قلم میں۔۔۔ لوح میں۔۔۔ سدرۃ المنتہی میں۔۔۔ جبرائیل، میکائیل، عزرائیل، اسرافیل میں بھی ہے۔ اور "م" کی کیا بات ہے!!!

"م" فرش پر مقصود، عرش پر محمود، آسمان میں احمد اور پوری کائنات میں محمد خاتم النبیین ﷺ۔۔۔

قیامت کے دن "م" ہی کو حکم ہوگا کہ جس نے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا ہے اسے جہنم سے نکال لو۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے علامہ اقبال کی زبان سے کہلوا یا:

کی محمد (ﷺ) سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح و قلم تیرے ہیں

یہ کہہ کر بابا نے ہماری طرف دیکھا اور مسکرائے۔۔۔ پھر ہاتھ ہلاتے ہوئے جو گنگ ٹریک پر چل پڑے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حیا

حیا وہ خلق ہے جو انسان کو ناپسندیدہ چیز ترک کرنے کی ترغیب دے۔

1۔ بعض علماء نے حیا کی یہ تعریف کی ہے:

i۔ کسی مکروہ فعل کے ارتکاب کے خوف سے نفس میں جو انقباض (پیدا ہوتا ہے وہ حیا ہے۔

ii۔ بُرے فعل سے طبیعت میں جو شرمندگی پیدا ہوتی ہے وہ حیا ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ایمان کے ستر سے کچھ زیادہ یا ساٹھ سے کچھ زیادہ شعبے ہیں۔ افضل شعبہ (کلمہ

طیب) لا الہ الا اللہ ہے۔ ادنیٰ شعبہ راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دینا ہے اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔" (بخاری و مسلم)

حدیث: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: الحیا خیر کلمہ۔" حیا پوری کی پوری خیر ہے۔" (مشکوۃ المصابیح)

حدیث: اور مسلم کی روایت میں ہے کہ "حیا ساری کی ساری بھلائی ہے۔" (مسلم)

حدیث: آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔" (بخاری و مسلم)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر آدمی اور خصوصاً عورتوں کے حق میں حیا کی عادت وہ انمول زیور ہے جو عورت کی عفت، پاکدامنی کا دار و مدار اور نساوینیت کے حسن و

جمال کی جان ہے۔ جس مرد یا عورت میں حیا کا جوہر ہوگا۔ وہ تمام عیب لگانے والے اور بُرے کاموں سے فطری طور پر رک جائے گا۔ اور تمام رذائل سے پاک و صاف رہ

کراچھے اچھے کاموں اور اچھے فضائل و محاسن کے زیورات سے آراستہ ہو جائے گا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

حدیث: اِذَا الْمَآءُ تَسَحَّى فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ ترجمہ: "اگر تو حیا نہ کرے تو پھر جو جی چاہے کر۔" (بخاری و مسلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عذاب قبر

براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازے میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے۔ جب ہم قبر تک پہنچے تو آپ خاتم النبیین ﷺ وہاں بیٹھ گئے ہم بھی آپ خاتم النبیین ﷺ کے اطراف میں بیٹھ گئے۔ ہم سب ایسے خاموش تھے گویا پرندے ہمارے سروں پر بیٹھے ہوئے ہوں (کہیں حرکت سے پرندے اڑ نہ جائیں) حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے زمین پر لکیریں بنارہے تھے (ویسے ہی) پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا اور فرمایا عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ یہ بات آپ خاتم النبیین ﷺ نے تین بار فرمائی۔ پھر فرمایا مومن کا جب موت کا وقت آتا ہے تو روشن چہرے والے فرشتے اترتے ہیں۔ جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ساتھ لاتے ہیں۔ جہاں تک مومن کی نظر جاتی ہے فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں۔ پھر ملک الموت اُس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں: ترجمہ: "اے مطمئن روح! مغفرت خداوندی کی طرف چل۔" (سورہ فجر، آیت نمبر 27)

یہ سنتے ہی روح نکل پڑتی ہے۔ جیسے مشک کے منہ سے پانی کے قطرے نکلنے لگتے ہیں فرشتے فوراً اُس کو جنتی کفن پہنا کر جنت کی خوشبو لگا دیتے ہیں۔ پھر اس کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں جس آسمان سے گزرتے ہیں فرشتے پوچھتے ہیں یہ کس کی پاک روح ہے؟ کہا جاتا ہے فلاں ابن فلاں کی۔ اس طرح ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "میرے اس بندے کو علیین (ساتویں آسمان پر پاکیزہ روحوں کا مسکن) کے دفتر میں لکھ لو اور زمین کی طرف واپس کرو کیونکہ میں نے اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ اسی کے اندر اس کو لوٹاؤں گا اور اُس کے اندر سے اس کو اٹھاؤں گا۔" اب اس کی روح جسم میں (قبر میں) آ جاتی ہے۔ قبر کے اندر دو فرشتے آتے ہیں اور پوچھتے ہیں "تمہارا رب کون ہے؟" وہ کہتا ہے "میرا رب اللہ ہے۔" پھر کہتے ہیں "تمہارا دین کونسا ہے؟" وہ کہتا ہے "میرا دین اسلام ہے۔" پھر کہتے ہیں "وہ کون شخص ہیں جو تمہارے پاس بھیجے گئے تھے؟" وہ کہتا ہے "وہ اللہ تعالیٰ کے رسول خاتم النبیین ﷺ ہیں؟" پھر پوچھتے ہیں "نماز اور تیرا ذریعہ علم کیا تھا؟" وہ کہتا ہے "میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا تھا۔" اب آسمان سے ندا آتی ہے۔ "میرے بندے نے سچ کہا۔ اس کے لیے جنت کا فرش لاؤ۔ جنت کے کپڑے پہناؤ۔ اور جنت کا دروازہ اس کی قبر میں کھول دو۔" اس کی قبر تاحدنگاہ کشادہ کر دی جاتی ہے۔ پھر ایک خوبصورت شخص اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے "خوش ہو جاؤ تم سے جو وعدہ کیا تھا آج پورا کیا جاتا ہے۔" وہ پوچھے گا "تم کون ہو؟" وہ شخص جواب دے گا "میں تمہارا صاحبِ عمل ہوں۔" پھر وہ شخص کہے گا "اے اللہ قیامت اس وقت قائم کر دے تاکہ میں اپنے اہل و عیال سے ملوں۔" پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "کافر کی جب موت کا وقت قریب آتا ہے تو سیاہ رنگ کے فرشتے آ جھنچتے ہیں اور تاحدنگاہ ہوتے ہیں۔ اب ملک الموت آتے ہیں اور کہتے ہیں: "اے خبیث روح نکل اور خدا کی ناراضگی اور غضب کی طرف چل۔" وہ جسم کے اندر گھسنے لگتی ہے فرشتے اس کو کھینچ کر نکالتے ہیں اور پرٹاٹ میں لپیٹتے ہیں اس کے اندر سے سڑے ہوئے مردار کی بدبو نکل رہی ہوتی ہے آسمان تک پہنچ کر دروازہ کھولنے کے لیے کہتے ہیں۔ تو نہیں کھولا جاتا اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اس کو" سبھین (ساتویں زمین کے نیچے ایک اندھیر خانہ ہے جہاں بُری روحمیں رکھی جاتی ہیں) میں لے جاؤ۔" چنانچہ اُس کی روح کو وہاں سے ہی پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (سورہ الحج، آیت نمبر 31)

ترجمہ: "جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے گویا آسمان سے گر پڑا اور پرندے اس کا گوشت نوچ رہے ہوں یا ہوائیں دور دراز کی اس کو لے کر اڑ رہی ہوں۔" پھر قبر میں اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ فرشتے آ کر کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا؟ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے مجھے معلوم نہیں۔ پھر یہ پوچھتے ہیں کہ تیری طرف کون بھیجا گیا تھا وہ پھر کہتا ہے حیف مجھے علم نہیں ہے۔ آسمان سے صدا آتی ہے یہ جھوٹ کہتا ہے اس کے لیے دوزخ کا فرش بچھا دو اور دوزخ کا دروازہ اس کی قبر میں کھول دو۔ ایک بد صورت شخص میلے اور بدبودار کپڑے پہنے ہوئے اس کے پاس آتا ہے وہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میں تیرا عمل بد ہوں۔ پھر کافر کی روح پر ایک ایسا فرشتہ متعین ہوتا ہے جو اندھا بہرا اور گولگا ہے۔ اس کے ہاتھ میں گرز ہوتا ہے (اگر پہاڑ پر ضرب لگائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے)۔ وہ اس پر وار کرتا ہے وہ چیخ اٹھتا ہے۔ روزِ محشر تک قبر میں عذاب ہوتا رہے گا۔ جن دُانس کے علاوہ ہر مخلوق اس کی آواز کو سنتی ہے۔ اب دوزخ کا قبر میں دروازہ کھل جاتا ہے اور آگ بجھا دی جاتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد 2 صفحہ 172 - مشکوٰۃ المصابیح)

تمثیل:-

عالم برزخ میں (مرنے کے بعد قبر کی زندگی میں) دنیا کی آبادی سے برابر جو لوگ منتقل ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ یہ اس عالم (دنیا) سے اُس عالم (قبر) میں جسم کی منتقلی ہے۔ عربی زبان میں اس لیے اس عالم میں جانے کا نام انتقال ہے۔ یعنی اس عالم سے اُس عالم میں آدمی منتقل ہو گیا۔ مرنے کے بعد زندگی کی تشریح کی جائے تو کہا جائے گا جسم مثالی نے (روح نے) مٹی کی ذرات سے بنے ہوئے جسم سے رشتہ منقطع کر لیا ہے۔ اور دوسرے عالم میں وہاں کی فضا کے مطابق ذرات یکجا کر کے ایک نیا جسم تخلیق کر لیا ہے۔ ہمارا ظاہری جسم، جسم مثالی (روح) کے لئے ایک لباس ہے۔

جسم مثالی (روح)، زندگی میں ہمہ وقت متحرک اور سرگرم رہتا ہے۔ اس کی اپنی صفات میں سے ایک مخصوص صفت یہ ہے کہ جب تک یہ اپنے لباس سے کلی طور پر قطع تعلق نہیں کرتا یہ اُس کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی سویا ہوا ہے۔ نیند بہت گہری ہے۔ کراچی میں سویا ہوا آدمی امریکہ کے بازاروں میں گشت کر رہا ہے۔ اس سوئے ہوئے آدمی کو سوئی چھبوا دی جاتی ہے۔ جسم مثالی (روح)، امریکہ سے چل کر فوراً اپنے لباس کی پاسبانی کے لیے آمو جو ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جسم مثالی (روح) کے لئے ٹائم اسپیس کوئی چیز نہیں ہے لیکن جب یہ اپنے لیے مادی جسم بناتا ہے تو اس کو ٹائم اسپیس میں بند رکھنے کے لئے پوری حفاظت کرتا ہے۔ روحانی نگاہ دیکھتی ہے کہ ہر آدمی کے کندھوں پر دو فرشتے موجود ہیں اور کچھ لکھ رہے ہیں۔

لیکن لکھنے کا طرز یہ نہیں ہے جو ہماری اس دنیا میں رائج ہے۔ نہ ان کے ہاتھوں میں قلم ہے اور نہ سامنے کسی قسم کا کاغذ ہے۔ فرشتوں کا ذہن کوئی بات نوٹ کرتا ہے اور وہ قلم کی طرح ایک جھلی پر نقش ہو جاتی ہے۔

نقش و نگار کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک آدمی کے ذہن میں ذخیرہ اندوزی اور منافع خوری ہے۔ دوسرے آدمی کے ذہن میں ایذا رسانی اور حسد کے جذبات متحرک ہیں۔ تیسرا آدمی کسی قتل کرنے کے در پر ہے۔ یہ آدمی قتل کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلا۔ ایک فرشتے نے فوراً اس کے ذہن میں ترغیب کے ذریعے یہ بات ڈالی کہ قتل کرنا بہت بڑا جرم ہے اور جان کا بدلہ جان ہے۔ لیکن اس آدمی نے اس ترغیب کو قبول نہیں کیا اور اپنے ارادے کو پورا کرنے کے لئے آگے بڑھتا رہا۔ ترغیبی پروگرام پر عمل نہیں ہوا تو دوسرے فرشتے نے اس جھلی نما فلم پر اپنا ذہن مرکوز کر دیا اور اس فلم پر یہ تصور منعکس ہو گئی کہ وہ بندہ قتل کی نیت سے گھر سے باہر آیا اور اس کے اوپر اس بات کا کوئی اثر نہیں ہوا کہ جان کا بدلہ جان ہے۔ یہ بندہ اور آگے بڑھا اور متعین مقام پر پہنچ کر اپنے ہی جیسے دوسرے انسان کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ دوسرے فرشتے نے فوراً ہی اس کی فلم بنادی۔

جرم کرنے کے بعد اس بندے کے ضمیر میں ہلچل برپا ہو گئی۔ دماغ میں مسلسل اور تواتر یہ بات آتی رہی ہیں کہ میں نے یہ ٹھیک نہیں کیا۔ جس طرح میں نے ایک جان کا خون کیا ہے اسی طرح میری سزا بھی یہی ہے کہ مجھے قتل کر دیا جائے۔ ضمیر کی اس ملامت کی بھی فلم بن گئی۔

اس کے برعکس ایک آدمی نماز کے ارادے سے مسجد میں گیا۔ مسجد میں پہنچ کر خلوص نیت سے نماز ادا کی۔ خلوص نیت اللہ تعالیٰ کو پسند آیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس پسندیدگی کے نتیجے میں وہ انعامات و اکرامات کا مستحق قرار پایا۔ گو کہ اس کو معلوم نہیں کہ اس کا عمل مقبول ہوا ہے کہ نہیں۔ اس کی نیت اچھی تھی۔ اس کا ضمیر مطمئن ہو گیا اور اس کے اوپر سکون کی حالت قائم ہو گئی۔

سکون کا اصل مقام جنت ہے۔ ضمیر نے مطمئن ہو کر اس بات کا مشاہدہ کیا کہ میرا مقام جنت ہے۔ جیسے ہی جنت سامنے آئی۔ جنت کے اندر تمام قسم کے پھل پھول، شہد اور دودھ کی نہریں اور حوض کوثر وغیرہ سامنے آ گئے۔ جب ضمیر ایک تکتے پر مرکوز ہو کر ان انعامات و اکرامات سے فیض یاب ہو چکا تو فرشتے نے اس جھلی نما فلم پر اپنا ذہن مرکوز کیا اور یہ ساری کاروائی ویڈیو فلم بن گئی۔

ایک دوسرا آدمی گھر سے نماز کے لئے چلا۔ ذہن میں کثافت ہے۔ اللہ کی مخلوق کے لیے وہ بغض و عناد ہے۔ سود خور ہے۔ حق تلفی، سفاکی، جبر و تشدد مشغلہ ہے۔ مسجد میں داخل ہوا۔ نماز ادا کی لیکن ضمیر مطمئن نہیں ہوا۔ ضمیر کا مطمئن نہ ہونا وہ کیفیت ہے جس کو دوزخ کی کیفیت کے سوا کوئی اور نام نہیں دیا جاسکتا۔

جب یہ آدمی نماز سے فارغ ہوا۔ دل و دماغ کو خالی اور بے سکونی محسوس کی۔ فرشتے نے اس جھلی نما فلم پر اپنا ذہن مرکوز کیا اور یہ ساری روداد بھی ایک ویڈیو فلم بن گئی۔

اب اس وقت ہمارے سامنے دو کردار ہیں۔

پہلے گروہ میں:

- 1- ایک کردار وہ ہے جس نے تربیتی پروگرام سے روگردانی کی اور محض اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے اپنے ہی بھائی کو قتل کر دیا۔
- 2- ایک وہ شخص ہے جس نے بظاہر وہ عمل کیا جو نیکو کاروں کا عمل ہے۔ لیکن اس کی نیت میں خلوص نہیں تھا۔ وہ خود کو اور اللہ تعالیٰ کے نظام کو دھوکا دے رہا تھا۔

دوسرے گروہ میں:

- 1- وہ شخص ہے جس کی نیت میں خلوص تھا، ذہن میں پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کے قانون کا احترام تھا۔
- اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان اس دنیا میں جو عمل کرتا ہے اور اس عمل کے پس پردہ جو سوچ کام کر رہی ہے وہ فلم کی صورت میں ریکارڈ ہو جاتی ہے۔ جسے قرآن مجید نے "کتاب المرقوم" کہا ہے۔
- مرنے کے قبر میں انسان یہ فلم (کتاب المرقوم) دیکھتا رہتا ہے۔ برے انسان کے سامنے اس کے برے ارادے، برے اعمال اور برے اعمال پر ضمیر کی ملامت جب فلم کی صورت میں ڈپلے ہوتی ہے تو وہ اسے دیکھ کر شدید اذیت سے دوچار ہو جاتا ہے۔ یہ اذیت پچھتاوا بن کر اس پر مسلط رہتی ہے۔
- نیک انسان مرنے کے بعد جب اپنے نیک ارادوں، نیک اعمال اور اعمال کے نتیجے میں ضمیر پر طاری ہونے والی سکون کی کیفیت کو دیکھتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قربت کو شدت کے ساتھ محسوس کرتا ہے۔ اس بات کو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے
- مثلاً ہر آدمی جب اس دنیا میں کوئی فلم یا ڈرامہ دیکھتا ہے تو مناظر کی نوعیت سے وہ فلم دیکھ کر کبھی قہقہے لگاتا ہے، کبھی ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے اور کبھی آنسوؤں سے رونا شروع کر دیتا ہے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ جو فلم میں دیکھ رہا ہو وہ کسی کی لکھی ہوئی کہانی ہے۔ یہ سچی بات نہیں ہے۔
- اسی طرح۔۔۔ برزخ میں (مرنے کے بعد قبر کی زندگی) میں جب آدمی یہ دیکھتا ہے کہ میں چوری کر رہا ہوں اور میرا ہاتھ کاٹ دیا گیا ہے تو اس منظر کو دیکھ کر وہ بدحواس ہو کر رونے اور چیخنے لگتا ہے۔ چونکہ فلم پوری زندگی کی ہے اس لیے جب دوسرے اعمال کی فلم دیکھتا ہے تو ہاتھ کٹنے کی اذیت بھول جاتا ہے اور پھر جب چوری کی فلم کے مناظر سامنے آتے ہیں تو آدمی رونے لگتا ہے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی آدمی کو خواب میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ روتا اور چیختا ہے۔ لیکن اس کے برابر سونے والے کو اس کی اس کیفیت کا احساس نہیں ہوتا۔ اس لیے کہنے کو تو قبرستان کو شہر خاموشاں کہتے ہیں اس لیے کہ اگر گرد کی آبادی کو ان قبروں سے کسی قسم کے عذاب کی چیخیں یا آگ جلنے کی کیفیت کا احساس نہیں ہوتا لیکن اندر قبروں میں انسان اپنے اپنے اعمال کی کیفیات کو خواب میں ہونے والے عذاب کی صورت میں بھگتتے رہتے ہیں اور یہ صورت "یوم قیامت" تک قائم رہے گی۔ یوم انصاف کے بعد جنت دوزخ کے مراحل ہیں۔

اللہ تعالیٰ رحیم اور کریم ہے۔

بیشک اللہ لوگوں پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ (خود ہی) اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ (سورہ یونس، آیت نمبر 44)

ہر انسان وہی کچھ پائے گا جو کچھ وہ اس دنیا میں کمائے گا۔ (سورہ نجم، آیت نمبر 39)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مُصَنَّفہ کی تمام کُتُب

عبدیت کا سفر ابدیت کے حصُول تک	مقصدِ حیات	خاتم النبیین ﷺ محبوبِ ربِّ العلمین مُحسنِ انسانیت (۲۰۱)	خاتم النبیین ﷺ محبوبِ ربِّ العلمین
فلاح	راہِ نجات	مُختصراً قُرآنِ پاک کے علوم	تعلُّق مع اللہ
تُو ہی مجھے مل جائے (جلد.۲)	تُو ہی مجھے مل جائے (جلد.۱)	ثواب و عتاب	اہل بیت اور خاندانِ بنو اُمیہ
عشرہ مبشرہ اور آئمہ اربعہ	کتاب الصلوٰۃ و اوقات الصلوٰۃ	اولیاء کرام	مختصر تذکرہ صحابہ کرام مختصر تذکرہ انبیاء کرام
عقائد و ایمان	اسلام عالمگیر دین	آگہی	حیاتِ طیبہ
تصوُّف یا رُوحانیت (جلد.۲)	تصوُّف یا رُوحانیت (جلد.۱)	کتابِ آگاہی (تصحیح العقائد)	دینِ اسلام (بچوں کے لئے)